فقاتل في سبيل الله لا تكلف إلا نفسك وحرض المؤمنين
حطّین
عالمی جہاد کا داعی
شوال ۱۴۳۱ھ

٦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی جہاد کا داعی

شمارہ ۶، شوال ۱۴۳۱ھ

حطّین وہ میدان ہے جہاں تاریخ کا ایک عظیم معرکہ لڑا گیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلمانوں نے صلیبی حملہ آوروں کو فیصلہ کن شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی تھی۔ یہی جنگ اہلِ کتاب سے مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی کا مقدمہ بنی۔

آج امتِ مسلمہ پھر اسی مرحلے سے دوچار ہے۔ آج پھر اہلِ اسلام پر ایک صلیبی جنگ مسلط ہے۔ ہاں البتہ فرق اتنا ہے کہ کل کی صلیبی جنگ میں صرف قبلہء اول مسجدِ اقصیٰ مسلوب تھی تو آج کعبۃ اللہ کی سرزمین بھی یہود و نصاریٰ کے نرغے میں ہے۔ یاد رکھیے کہ موجودہ دور کی صلیبی جنگ کا مقابلہ بھی اسی طرح ممکن ہوگا جس طرح ماضی کی صلیبی جنگوں کا مقابلہ کیا گیا تھا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ قوت و قربانیوں کے ساتھ... کیونکہ کل کی صلیبی جنگ کا شکار محض مسلمان تھے، جب کہ آج اسلام بجائے خود ہدف ہے۔ بس یہی حطّین کا پیغام ہے!

idara.hitteen@yahoo.com

idara.hitteen@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرستِ مضامین

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

(پس ان میں سے بعض نے اپنی نذر پوری کرلی)

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ﴾ (ال عمران: ۱۴۶)

صفحاتِ زیست پر تاریخ کی یہ گواہی ثبت ہے کہ امتِ مسلمہ کے قائدین نے ہمیشہ دفاعِ دین وامت کی خاطر خود اپنے لہو کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ وہ داستاں......جس کی ابتداء عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادتوں سے ہوئی......آج پندرھویں صدی میں بھی رقم ہو رہی ہے۔ ان سطور میں ہم آج کے معرکۂ حق و باطل میں شہید ہونے والے امت کے ان قائدین کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں جنھوں نے راہِ خدا میں اپنا لہو بہا کر منصبِ امامت کا حق ادا کردیا۔

وہ اپنے خوں میں نہائے تو مقتدیٰ ٹھہرے!

ان میں سے ایک تنظیم القاعدہ خراسان کے امیر **شیخ مصطفیٰ ابو یزید رحمہ اللہ** ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کے کم وبیش پچیس سال ہجرت و جہاد کی راہوں میں گزارے، دس سال خراسان کے محاذ پر امریکہ واتحادی افواج کے خلاف مجاہدینِ امت کی قیادت کی، مسلم خطوں کی تمام جہادی تحریکات کو آپس میں مربوط کیا اور آخری چند سال جہادِ پاکستان کی سرپرستی میں بھی صرف کیے۔ آپ کی حیثیت تمام مجاہدین کے لئے ایک شفیق باپ کی سی تھی جس نے اپنا ذاتی فرض سمجھتے ہوئے مجاہدین کی تربیت کی۔ آپ رواں سال مئی کے آخری عشرے میں امریکی جاسوسی طیارے کے ایک حملے میں اپنی اہلیہ اور تین بیٹیوں سمیت اپنی منزل مراد کو پاگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو قبول فرمائیں اور انھیں آخرت میں ایسے باغات عطا فرمائیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور اوپر عرش کا سایہ ہو، اور جہاں کے پڑوسی انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین ہوں، آمین!

سرزمین عراق میں امارتِ اسلامیہ کے امیر **شیخ ابو عمر قرشی بغدادی رحمہ اللہ** اور وزیرِ حرب **شیخ ابو حمزہ مہاجر رحمہ اللہ** اسی سال ۱۸ اپریل کو شمال مغربی تکریت میں امریکی اور عراقی افواج کی فضائی بمباری کے

نتیجے میں مرتبہءشہادت سے سرفراز ہوئے۔ان دونوں قائدین نے شیخ ابومصعب زرقاوی رحمہ اللہ کے بعدعراق کوسنبھالا اورانھی کواللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی کہ ان کے ہاتھوں ۲۰۰۶ء کے اواخر میں عراق میں امارتِ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔امارتِ اسلامیہ عراق کے قیام کے بعد یہ قائدین ایک جانب اپنی زندگی کے شب وروز امریکہ وعراقی افواج کے خلاف فریضہء جہاد کی ادائیگی میں صرف کرتے رہے تو دوسری جانب امارتِ اسلامیہ کے دفاع واستحکام میں ہمہ تن مصروف رہے، یہاں تک کہ اپنی آخری سانسوں کوبھی قربان کردیا۔اللہ تعالیٰ ان کی تمام کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اورانھیں جنت الفردوس میں اپنی معیت میں محلات عطافرمائیں اورانھیں انبیاء کی رفاقت عطافرمائیں،آمین!

ہم ان قائدین کی شہادت کے موقع پرامتِ مسلمہ سے تعزیت کرتے ہیں......مگرساتھ ہی ساتھ ہم امت کو یہ خوشخبری بھی دیتے ہیں کہ ہمارے قائدین کی شہادت ہرگز مجاہدینِ امت کی کمزوری کا باعث نہیں بنی۔ بلکہ اس نے تو معرکہ ٔحق وباطل میں ایندھن کا کام کیا ہےاوراب مجاہدین پہلے سے کئی گنا بڑھ کر امریکہ ومغرب اوراس کے آلہ کاروں کے خلاف متحد ومتحرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجاہدینِ اسلام کی ہرایک محاذ پر بھرپور مددونصرت فرمائیں اورجلد وہ صبح طلوع فرمائیں جب امتِ مسلمہ خلافتِ اسلامیہ کی نوید سنے،آمین!

ہم اپنے قارئین کوایک اورخبر سے مطلع کرنا چاہتے ہیں اوروہ یہ ہے کہ ہمارے بہت ہی عزیز دوست اورکریم ساتھی **مولانا عبدالصمد** جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ میں ایک سڑک حادثے میں انتقال فرما گئے ہیں،إنا للّٰه وإنا إليه راجعون ۔آپ نے میدانِ جہاد میں آنے کے بعد اپنی تمام تر صلاحیتیں دعوتِ جہاد کے شعبے میں صرف کیں اورشب وروز اس میں مشغول رہے۔آپ نے مختلف مقالات لکھے اوربہت سی عربی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا،جن میں سے بعض چھپ چکی ہیں اوربعض زیرِ طباعت ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اپنی رحمت ومغفرت میں ڈھانپ لیں اورآخرت میں آپ کی بہترین مہمانی فرمائیں، آمین!

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ادارۂ حطین

شوال ۱۴۳۱ھ

مدیر کے قلم سے

اہلِ پاکستان؛ایک فیصلہ کن دوراہے پر

اس سرزمین کے باسی آج ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہیں۔اس قوم کو اپنی زندگی کا ایک اہم یا شاید سب سے اہم فیصلہ درپیش ہے۔دو میں سے کوئی ایک دعوت اسے قبول کرنی ہے،کسی ایک پکار پر لبیک کہنا ہے،کسی ایک راہ کو چننا ہے۔فیصلہ درست رہا تو......میرے رب کی قسم!......فلاح وکامیابی اس قوم کا مقدر ہوگی۔عزت وشرف،عروج ورفعت،سطوت وشوکت،امن وسکون،خوشحالی وسعادت،سبھی اس کے قدم چومیں گی۔اور اگر اس فیصلے میں غلطی ہوگئی تو پھر ناکامی ورسوائی،تباہی وبربادی،ذلت و پستی،بھوک وبدامنی اور شقاوت وبدبختی کا مسلط ہونا بھی پتھر پر لکیر ہے!

اہلِ ہواء کی دعوت!

آج اس خطے کے مسلمانوں کے سامنے دو متضاد دعوتیں پیش کی جارہی ہیں۔ایک طرف وہ سب دعوتیں ہیں جو باہم جزوی اختلافات رکھنے کے باوجود جوہری اعتبار سے ایک ہی دعوت شمار ہوتی ہیں۔یہ اس ملک کے حکمران طبقے کی دعوت ہے......جرنیلوں،وڈیروں،جاگیرداروں کی دعوت ہے......پاکستان پر مسلط سیاسی خاندانوں کی دعوت ہے......ذرائع ابلاغ پر غالب دشمنِ دین 'سرخوں' کی دعوت ہے...... زندقہ وارتداد پھیلانے والے قلم کاروں کی دعوت ہے......تشکیک کے بیج بونے والے تعلیمی اداروں کی دعوت ہے......کفریہ معاشرت پھیلانے والی این جی اوز کی دعوت ہے......یہ یہاں کے قادیانی،آغاخانی اور رافضی فرقوں کی دعوت ہے...... یہ تلامذۂ علی گڑھ اور غلامانِ فرنگ کی دعوت ہے ...... پرستارانِ جمہوریت اور عاشقانِ تہذیبِ مغرب کی دعوت ہے ......ابناء الوقت اور عبادِ درہم و دینار کی دعوت ہے......سب ایمان فروشوں،ضمیر فروشوں کی دعوت ہے......ہوائے نفس کے اسیروں اور عقلِ سقیم کے پجاریوں کی دعوت ہے۔ان کی دعوت کا خلاصہ قرآنِ عظیم الشان کچھ یوں بیان فرماتا ہے:

﴿......وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلاً عَظِيْمًا۝﴾ (النساء: ۲۷)

''اور خواہشات کے پیچھے چلنے والے لوگ تو چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے ہٹ کر بہت دور جا پڑو''۔

پس یہ دعوت ہمیں ہمارے دین سے ہٹانے پھسلانے اور ہمیں کافر و مرتد بنانے کی دعوت ہے۔ اور اس اعتبار سے یہ محض پاکستان کے لادین طبقے کی دعوت ہی نہیں...... بلکہ درحقیقت یہ امریکہ کی عالمگیر دعوت کا جزو ہے۔ یہ ایک صلیبی صہیونی دعوت ہے...... کفری شرکی دعوت ہے...... دجالی طاغوتی دعوت ہے۔ یہ دعوت 'شیطان' کی دعوت ہے اور اللہ جل جلالہ اس شیطانی دعوت کا ہدف ہم پر بخوبی واضح کر چکے ہیں:

﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِo﴾ (فاطر: ٦)

''بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے اپنا دشمن جانو۔ وہ تو بس اپنے (پیروکاروں کے) گروہ کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ جہنمیوں میں سے ہو جائیں''۔

اس دعوت پر لبیک کہنے والوں کی نہ صرف آخرت برباد ہوتی ہے، بلکہ دنیا بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس شیطانی دعوت پر لبیک کہنے والوں پر دنیا بھی تنگ کر دیں گے اور بظاہر تمام اسبابِ راحت میسر ہونے کے باوجود بھی ان کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰیo﴾ (طٰہٰ: ١٢٤)

''اور جس نے بھی میری نصیحت سے منہ پھیرا تو یقیناً اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے''۔

پس ایک طرف تو یہ شیطانی دعوت ہے جس کا سرخیل عالمی سطح پر امریکا ہے اور مقامی سطح پر اسی دعوت کا جھنڈا اس سرزمین کے لادین طبقے، اور بالخصوص اس ملک کے اربابِ حکومت نے اٹھا رکھا ہے۔ یہ دعوت بظاہر تو دنیوی فلاح و ترقی کی طرف بلاتی ہے لیکن حقیقت میں یہ دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا رستہ ہے۔

اہلُ اللہ کی دعوت!

دوسری طرف ایک اور دعوت ہے...... ایک پاکیزہ دعوت، ایک الہامی دعوت، ایک آسمانی دعوت،

انبیاء ورسل کی دعوت، آدم ونوح علیہما السلام کی دعوت، ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعوت، موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی دعوت، نبی آخر الزمان ﷺ کی دعوت۔ ہر دور میں اللہ والوں نے یہی دعوت دی، علمائے کرام نے اسی کی تعلیم دی، داعیانِ دین نے اسی کی طرف بلایا، مجاہدین نے اسی کی خاطر جانیں لٹائیں، صالحین نے اسی راہ میں جان، مال، وقت کھپایا...... یہ دعوت میرے مالک کی دعوت ہے، الٰہی دعوت ہے، ربانی دعوت ہے...... یہ ہماری ہی فلاح کی دعوت ہے...... ہمارے نفع وبھلائی کی دعوت ہے...... حقیقی کامیابی و سرخروئی کی دعوت ہے! اسی دعوت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰہُ یَدْعُوْآ اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ﴾ (یونس: ٢٥)

''اور اللہ تو سلامتی کے گھر (یعنی جنت) کی طرف دعوت دیتا ہے''۔

پھر یہ دعوت محض آخرت میں کامیابی وسلامتی پانے کی دعوت ہی نہیں، بلکہ یہ دنیا میں بھی ہمارے نفع وبھلائی اور ہماری آسانی وسہولت کی راہ ہمیں دکھلاتی ہے:

﴿مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَo﴾ (المائدۃ: ٦)

''اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کردے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردے تاکہ تم شکرگزاری کرنے والے بن جاؤ''۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَایُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ: ١٨٥)

''اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا''۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًاo﴾ (النساء: ٢٨)

''اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے، اور انسان (طبعًا) کمزور پیدا کیا گیا ہے''۔

بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے!؟

ساٹھ سال سے زائد عرصہ اس خطے میں شیطان کی دعوت غالب رہی۔ شیطانی دعوت کو ریاستی قوت کے بل پر نافذ کیا گیا۔ دین مغلوب ہوا اور احکامِ شرع پامال۔ جتنا زیادہ یہ دعوت پھیلی اتنے ہی اس کے

زہریلے اثرات بھی عام ہوتے گئے اور زمین کی برکتیں اٹھتی چلی گئیں۔ آخرت بھی ہاتھ سے گئی اور دنیا بھی تاریک ہوگئی۔ بھوک وافلاس، خوف و بے امنی، غلامی وپستی اس قوم کا مقدر بنی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ مجاہد بندوں کو توفیق دی کہ وہ اس شیطانی دعوت کے بالمقابل الٰہی دعوت کا علم بلند کریں، اسلام کا جھنڈا تھامیں اور شریعت کے نفاذ کا عزم لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس دعوت کی بنیادوں میں لال مسجد کے مجاہد علماء وطلباء اور جامعہ حفصہ ؓ کی مجاہدہ بہنوں کا پاکیزہ خون گرا۔ پھر وزیرستان تا سوات اسی لہو کی خوشبو سے مہک اٹھے اور مزید سینکڑوں نوجوانوں نے نفاذِ دین کی خاطر جانیں پیش کیں...... اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

تین سال سے جاری اس کشمکش نے اس خطے کے باسیوں کو ایک نازک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ لاتعلقی، غیر جانبداری، تماش بینی، سکوت وخاموشی، تردد وتذبذب اور مزید انتظار کے لئے اب کوئی گنجائش باقی نہیں بچی۔ وہ جنگ جو کل وزیرستان تک محدود تھی...... پہلے قبائلی پٹی سے سوات تک پھیلی...... اور اب لاہور، کراچی، کوئٹہ اور اسلام آباد...... بلکہ ممبئی اور پونا تک اس جنگ کی لپیٹ میں ہیں۔ پاکستان ہی نہیں، پورے جنوبی ایشیا کا مستقبل اس جنگ کے ساتھ نتھی ہے۔ اب ہر فرد کو انفرادی طور پر اور اس قوم کو اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس نے کس کا ساتھ دینا ہے؟ کونسی دعوت پر لبیک کہنا ہے؟ دونوں میں سے کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟

ا۔ امریکہ کی غلامی یا رب کی غلامی؟

ایک طرف وہ بے دین طبقہ ہے جو اس ملک کے باسیوں کو باور کرا رہا ہے کہ امریکہ تمہارا دشمن نہیں، دوست ہے؛ امریکی غلامی، غلامی نہیں بلکہ آزادی کی نوید ہے؛ اور پاکستان کی بقاء، اس کے ایٹمی اثاثوں کی حفاظت، اس کی معیشت کی بحالی اور اس کے دفاع کی مضبوطی سمیت تمام اہم میدانوں میں امریکہ ہی تمہارا واحد سہارا ہے۔ یہ دعوت محض چند سالوں پر محیط نہیں بلکہ حکمران طبقے نے لیاقت علی خان کے دور ہی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ پاکستان عالمی سیاست میں 'امریکی کیمپ' کا حصّہ ہوگا اور اس کے بعد کی چھ دہائیاں پاکستان نے اسی طاغوت کی جھولی میں گزاری ہیں۔ اسی لئے سن ۲۰۰۱ء میں 'دہشت گردی' کے خلاف امریکی اتحاد میں شامل ہونا بھی کوئی 'یوٹرن' نہیں تھا، بلکہ محض اس ریاستی حکمتِ عملی کا تسلسل تھا! اس امریکی غلامی نے پاکستان کو کیا دیا؟...... کبھی مشرقی پاکستان میں امریکی بحری بیڑے کا لا حاصل انتظار

......کبھی پریسلر ترامیم......کبھی ظالمانہ شرائط پر سودی قرضے......کبھی پتھر کے دور میں پہنچانے کی دھمکیاں......کبھی بھارت امریکہ ایٹمی معاہدات......کبھی ڈرون حملے......اور کبھی بلیک واٹر جیسے نامبارک تحائف!

اس سب کے بالمقابل، مجاہدین آج امریکی غلامی سے نجات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔لیکن یہ دعوت ایک طاغوت کی غلامی سے نکل کر چین، روس، برطانیہ یا کسی دوسرے طاغوت کی غلامی قبول کرنے کی دعوت نہیں...... یہ تو انسانوں کی غلامی سے نکل کر اللہ رب العالمین کی غلامی اختیار کرنے کی دعوت ہے! ساٹھ سال امریکی غلامی میں ذلیل وخوار ہونا اس قوم کے اہلِ عقل و دانش کی آنکھیں کھلوانے کے لئے کافی ہونا چاہیے۔کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ یہ قوم اللہ کے حضور اجتماعی توبہ کرے، امریکہ سمیت تمام طواغیت کی پرستش سے انکار کرے اور اللہ پر توکل و بھروسہ کرتے ہوئے انسانی غلامی کی یہ زنجیریں توڑ ڈالے؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مکڑی کے گھر سے بھی کمزور ان سہاروں کو چھوڑ کر اس رب کے در پر جھکا جائے جس نے ہمارے پیروں تلے زمین بچھائی، اس میں عظیم الشان پہاڑ جمائے، اس پر ستونوں کے بغیر آسمان کی چھت تانی، اس چھت کو سیاروں وستاروں سے مزین کیا اور ہماری ضرورت کی ہر چیز اس زمین میں رکھ دی...... جو عزت وشرف، قوت وشوکت، رزق و دولت سمیت تمام خزانوں کا حقیقی مالک ہے......دنیا بھی اس کی ہے اور آخرت بھی اس کی!؟ پھر یہی نہیں، بلکہ وہ ہم سے بڑھ کر ہمارے نفع اور بھلائی سے واقف ہے اور اتنا قدر دان ہے کہ جو اس کی سمت ایک قدم بڑھے وہ اس کی طرف دس قدم آتا ہے۔جبکہ امریکہ بہادر کا حال تو یہ ہے کہ اس کے سامنے سجدے میں پڑ کر ناک سے لکیریں بھی نکالی جائیں تو یہ بدبخت ''ڈُومور'' کا مطالبہ کرنے سے باز نہیں آتا! پس اس سے زیادہ خسارے کا سودا کوئی نہ ہو گا کہ امریکی غلامی کے بھیانک دنیوی واخروی نتائج جاننے کے بعد بھی یہ قوم پھر سے امریکی در پر جھکنے اور امریکی غلامی کا طوق گلے میں پہننے پر تیار ہو جائے!

۲۔سودی نظامِ استحصال یا شرعی نظامِ اقتصاد؟

پھر ایک طرف عام مسلمان کی معاشی مشکلات کے حل کے لئے ساٹھ سال سے رائج اِسی سودی نظامِ معیشت کے گرد گھومتی دعوت ہے، حالانکہ یہ نظام کبھی بھی معاشی خوشحالی وآسودگی نہیں دے سکتا......نہ تو شرعاً، نہ ہی عقلاً۔شرعاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ﴾ (البقرۃ: ۲۷٦)

''اللہ سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا ہے اور صدقات (کی برکات) بڑھاتا ہے''۔

اور عقلاً اس لئے کہ تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، دولت کے چند مخصوص ہاتھوں میں ارتکاز اور مال کی اندھی حرص پر مبنی کوئی معاشی نظام بھی معاشرے کے عام افراد کی خوشحالی کا باعث نہیں بن سکتا اور نہ ہی ایسا نظام زیادہ دیر قائم رہ سکتا۔ بلکہ اس کے نتیجے میں ہمیشہ طبقاتی تقسیم، مفاد پرستوں کے جابرانہ تسلط اور بالآخر باہمی خانہ جنگی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ آج عالمی سطح پر مغرب خود ایک تاریخی معاشی بحران سے دوچار ہے اور الحمدللہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام بتدریج اپنی موت کی طرف بڑھتا نظر آ رہا ہے۔

پاکستان میں رائج معاشی نظام، جو کہ عالمی سرمایہ دارانہ معیشت ہی کا ایک جزو ہے، اس کے ساتھ بھی پاکستان کے عوام کا ساٹھ سالہ تجربہ قطعاً خوشگوار نہیں رہا۔ یہ ایک غیر شرعی، ظالمانہ، فرسودہ اور ناکام نظام ہے۔ اس نظام نے ایک طرف تو ایک ایسے طبقے کو جنم دیا ہے جن کے اموال سنبھالنے کے لئے پاکستان کے بینک ناکافی ثابت ہوتے ہیں اور وہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں اپنی دولت جمع کرواتے ہیں؛ جن کے گھوڑے بھی ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں رہتے اور بیش قیمت مربے کھاتے ہیں؛ جن کی اولادیں یورپ و امریکا میں پلتی بڑھتی اور وہیں جیتی مرتی ہیں؛ جو گرمیوں کی چھٹیاں منانے کبھی ہوائی کے ساحلوں کا رخ کرتے ہیں تو کبھی پیرس ولندن کی تفریح گاہوں کا۔ یہ بدبخت ہمارے ٹیکسوں پر پل کر ہمارا ہی خون چوسنے والے فوجی جرنیل ہوں یا سندھ و پنجاب کے ظالم وڈیرے وجاگیردار...... سرے محل خریدنے والے سیاست دان ہوں یا رائے وِنڈ میں محلات بنانے والا سیاسی خاندان...... کراچی کے بھتہ خور اور 'لینڈ مافیا' ہوں یا بلوچستان اور سرحد کے خوانین وملِکان...... ان سب کی غالب اکثریت امت کے اموال پر ناحق قابض، چوروں لٹیروں پر مشتمل ہے اور موجودہ ظالمانہ سودی نظام کی بقاء سے اگر کسی طبقے کا مفاد وابستہ ہے تو محض ان کا!...... جبکہ دوسری جانب اسی معاشی نظام نے عوام کی غالب اکثریت کی معاشی کمر اتنی بری طرح توڑی ہے کہ ایک عام مسلمان دو وقت کی روٹی پوری کرنے ہی کی فکر میں دن بھر مصروف رہتا ہے۔ نہ تو اسے اپنے دین کی فکر کرنے کا موقع میسر آتا ہے، نہ ہی اپنی گردن پر مسلط ظالمانہ نظام کے خلاف اٹھنے کی سکت اس میں باقی بچتی ہے۔ وہ تو اپنے قرضے اتارنے ہی کی فکر سے دوہرا ہوا جاتا ہے اور اس ذہنی بوجھ و معاشی پریشانی سے تنگ آ کر خودکشی اور خودسوزی تک بھی جا پہنچتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ پر مبنی اس سودی استحصالی نظام کی طرف دی جانے والی دعوت کے بالمقابل ایک دعوت مجاہدین بھی دے رہے ہیں......یعنی شرعی اقتصادی نظام کی سمت دعوت! یہ دعوت مجاہدین ہی کی نہیں، ہر صاحبِ ایمان کے دل کی دعوت ہے۔ اس نظام میں برکت ڈالنے کا وعدہ خود رب نے کر رکھا ہے۔ یہ آخرت میں بھی نجات کا ذریعہ ہے اور دنیا میں بھی فراوانیء رزق کا باعث۔ آیئے اس نظام کے چند نمایاں پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں:

☆زکوٰۃ وعشر کی فرضیت

یہ شرعی نظام مال کو ایک طبقے میں مرتکز ہونے سے روکتا ہے اور ہر غنی شخص کے مال میں غریب مسلمانوں کا باقاعدہ 'حق' زکوٰۃ کی صورت میں مقرر کرتا ہے۔ پھر یہی نہیں، بلکہ اگر یہ حق بخوشی نہ ادا کیا جائے تو اسے زبردستی وصول کرنا لازم ٹھہراتا ہے، خواہ اس کی خاطر جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ آج امت میں کتنے ہی سرمایہ دار اور جاگیردار ایسے ہیں جن کے اموال میں سے اگر صرف زکوٰۃ وعشر بھی پوری طرح وصول کر لئے جائیں اور اس حاصل شدہ مال کو ضرورت مند مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا شرعی نظام بنا لیا جائے، تو ان میں سے ایک ایک فرد سے حاصل شدہ زکوٰۃ لاکھوں لوگوں کی تنگ دستی مکمل طور پر دور کرنے کے لئے کافی ہو جائے۔

☆سود کی حرمت اور صدقات کی ترغیب

یہ شرعی نظام سود کو حرام قرار دیتا ہے اور صاحبِ ثروت افراد کو اولاً تو اس بات پر ابھارتا ہے کہ ضرورت مندوں کو ثواب کی نیت سے بطور صدقہ مال دیں۔ پھر اگر کوئی شخص کسی ضرورت مند کو بطور قرض مال دے ہی دے تو نہ صرف یہ نظام اسے اس قرض پر اضافی سود لینے سے منع کرتا ہے، بلکہ اپنی اصلی رقم بھی واپس طلب کرنے میں نرمی وشفقت کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝﴾ (البقرة: ۲۸۰)

''اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو) اور اگر (قرض کے پیسے) بخش دو تو وہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ تم سمجھو''۔

☆مردہ زمین کی آبادکاری کے ذریعے زمین کی ملکیت کا حصول

یہ شرعی نظام معاشرے کے عام فرد کو سوال کی ذلت سے بچانے، محنت سے حاصل کردہ حلال کمائی کی عادت ڈالنے اور اس کی معاشی تنگی دور کرنے کے لئے حدیثِ نبویؐ میں مذکور یہ عظیم اصول دیتا ہے کہ:

''من أحيا أرضًا ميتة فهي له''.

''جس نے کسی مردہ زمین کو آباد کیا تو وہ زمین اسی کی ہوگئی''۔

(أبو داود، باب في احياء الموات)

پس اسلامی نظامِ اقتصاد میں جو شخص بھی کسی غیر مملوکہ بنجر زمین پر محنت کر کے اسے آباد کر لے، خواہ وہاں فصل کاشت کرے یا رہائش کے لئے کمرے وغیرہ بنائے، تو وہ زمین اس کی ملکیت ٹھہرے گی۔ گویا یہ حدیث زمین کو 'آباد' کرنے کی شرط لگا کر زمینوں پر ناحق قبضے کا رستہ بھی بند کرتی ہے اور دوسری طرف ہر فرد کو محنت کر کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا ایک وسیع موقع بھی فراہم کر دیتی ہے۔ اب ہر فرد کو اس کی محنت کے بقدر صلہ ملے گا۔ جو شخص جتنی زیادہ محنت کر کے جتنی بڑی غیر مملوکہ زمین آباد کرنا چاہے، شرعاً اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

☆معدنیات اور قدرتی وسائل میں پوری امت کا حق

یہ شرعی نظام امت کے قدرتی وسائل اور معدنیات پر تنہا کسی شاہی خاندان یا حکمران طبقے کو قابض نہیں ہونے دیتا، بلکہ پوری امت کا حق ان قدرتی وسائل میں مقرر کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء والكلأ والنار''.

''سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، سبزے اور آگ میں''۔

(سنن أبی داود، باب في منع الماء)

جبکہ ابنِ ماجہ کی روایت میں پانی اور آگ کے ساتھ 'نمک' کا ذکر بھی آتا ہے۔ شارحین نے آگ اور نمک کے ذیل میں معدنیات کو بھی شامل کیا ہے۔ فقہاء ان روایات کی بنیاد پر مسلمان حاکم کو اس بات سے منع کرتے ہیں کہ وہ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان اہم معدنیات کی حامل زمینوں کو جن سے مسلمان بحیثیتِ مجموعی مستغنی نہیں ہو سکتے کسی خاص فرد یا افراد کی ملکیت میں دے۔ شریعت کی تعلیم ہے کہ

اگر یہ معدنیات کسی غیر مملوکہ زمین میں ہوں تو مسلمانوں میں سے جو کوئی بھی ان تک پہلے پہنچ جائے وہی اس کا مالک قرار پائے گا۔ پھر وہ ان معدنیات سے تنہا ہی مستفید نہیں ہوگا بلکہ ان کا پانچواں حصّہ بیت المال میں جمع کروائے گا تاکہ اسے مسلمانوں کی عمومی ضروریات پر خرچ کیا جا سکے، جبکہ باقی چار حصّے اس کی ذاتی ملکیت قرار پائیں گے۔ یہ فقہائے احناف کی رائے ہے۔

(فقہائے احناف معدنیات کو مختلف اقسام میں تقسیم کر کے ہر قسم کے احکامات علیحدہ بیان کرتے ہیں، لیکن یہ مقام تفصیل کا متقاضی نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے :الفقه الإسلامي وأدلته، للدكتور وهبة الزحيلي)،

جبکہ امام شوکانی سمیت کئی فقہاء اس حدیث کو اس کے ظاہری معنی ہی میں لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ معدنیات کسی صورت بھی کسی فرد کی ذاتی ملکیت نہیں بن سکتی ہیں، بلکہ وہ پوری امت کی ملکیت ہیں اور انہیں پورے کا پورا بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

آج اگر اس ایک حدیث پر بھی کما حقہٗ عمل ہو تو پاکستان ہی نہیں، پوری امت کے معاشی مسائل حل ہو جائیں۔ آج مسلمان خطوں پر مسلط حکمرانوں نے تیل، گیس، سونا، چاندی اور یورانیم سمیت کتنی ہی قیمتی معدنیات کو یا تو اپنی ذاتی ملکیت بنا رکھا ہے یا انہوں نے امت کے ان بیش قیمت وسائل کو بھاری رشوتوں کے عوض امریکہ اور یورپ کی مختلف ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حوالے کر دیا ہے، تاکہ ان کی اپنی جیب بھی گرم رہے اور ان کے کافر آقا بھی خوش رہیں۔ یوں یہ امتِ مظلومہ وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی معاشی اعتبار سے کفار کی دستِ نگر ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ!

☆غنائم اور اموالِ فے کے ذریعے معاشی خوشحالی

شریعت امت کو جہاد پر ابھارتی ہے۔ جہاد جہاں جنت کے حصول اور درجات کی بلندی کا ایک عظیم الشان دروازہ ہے، وہیں اس کے ذریعے غنیمت اور فے کا پاکیزہ مال بھی حاصل ہوتا ہے۔ فتوحات کے دروازے کھلیں تو غنائم اور اموالِ فے اتنی بڑی مقدار میں آتے ہیں کہ اس سے مسلمانوں کا بیت المال بھی نہایت مضبوط ہو جاتا ہے اور جہاد میں شریک ہونے والوں کی معاشی تنگی بھی بالکلیہ دور ہو جاتی ہے۔ خلفائے راشدین، بالخصوص حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں سونے چاندی سمیت دیگر بیش قیمت اشیاء پر مشتمل اموالِ غنیمت کے بڑے بڑے ڈھیر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لگا کرتے تھے۔ پھر ان اموال کا پانچواں حصّہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا تھا، جبکہ باقی چار حصّے مسلمانوں کے لشکر میں

تقسیم کیئے جاتے تھے۔ یوں عام مسلمان بھی معاشی تنگی سے محفوظ رہتا تھا اور حکمرانوں کو بھی امورِ سلطنت چلانے کے لئے در در جا کر قرضے نہیں مانگنے پڑتے تھے۔ پس غنائم اور اموالِ فے بذاتِ خود رزق کی فراوانی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ تبھی تو رسولِ محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جعل رزقي تحت ظل رمحي''.

''میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے''۔

(بخاري، باب: ما قيل في الرماح)

☆ناحق قبضوں کی بازیابی

آج اس ملک کے بہت سے علاقوں میں عام لوگوں کی زمینیں اور جائیدادیں زبردستی ہتھیانے کے لئے 'لینڈ مافیا' کے منظّم گروہ کام کر رہے ہیں۔ بالعموم ایسے گروہوں کو کسی نہ کسی سیاسی جماعت یا مقامی پولیس اور انتظامیہ کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ نیز مقامی انتظامیہ کی ملی بھگت سے کتنے ہی مقامات پر سرکاری زمینوں پر بھی ناجائز قبضے کا سلسلہ جاری ہے۔ پھر یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ پاکستان کے بیشتر بڑے جاگیردار، وڈیرے اور خوانین آج جن وسیع وعریض زمینوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں وہ ان کی جائز ملکیت نہیں ہیں، بلکہ وہ جاگیریں انہیں یا ان کے باپ دادا کو انگریز سے وفاداری کے صلے میں عطا کی گئی تھیں۔ شرعی نظام آنے کے بعد ایسے تمام ناجائز قبضوں کو بازیاب کرایا جائے گا اور ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دیا جائے گا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''على اليد ما أخذت حتى تؤدِّيَه''.

''جس ہاتھ نے کوئی چیز لی ہو وہ اس کے ذمے واجب رہے گی یہاں تک کہ وہ اسے واپس لوٹا دے''۔

(ابن ماجه، كتاب الأحكام: باب العارية)

نیز ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''ليس لعرق ظالم حق''.

''(کسی دوسرے کی زمین میں) زبردستی پودا لگانے والے کا (اس زمین پر) کوئی حق نہیں بنتا''۔

(أبو داود، باب في احياء الموات)

فقہاء اس حدیث کے ذیل میں یہ بات بڑی وضاحت سے لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان

کی زمین پر اپنی ملکیت ثابت کرنے اور اس پر ناحق قبضہ جمانے کے لئے وہاں پودا لگائے یا کوئی عمارت وغیرہ تعمیر کرے تو اس زمین پر اس کا کوئی حق نہیں ثابت ہوگا اور وہ زمین اس سے بزور بازیاب کرائی جائے گی۔ پس شرعی نظام کا آنا ان ظالموں کا زور توڑنے اور کمزور مزارعوں، کسانوں، مزدوروں اور تمام مظلوم مسلمانوں کو ان کا حق دلانے کا باعث ہوگا۔

☆رشوت خوری پر مکمل پابندی

انگریز کے عطا کردہ اس نظام میں رشوت ایک طے شدہ اصول کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ایک شریف آدمی کو سرکاری محکموں سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام کروانے کے لئے بھی ہر سطح کے افسروں اور کلرکوں کی جیب گرم کرنی پڑتی ہے۔ کوئی فائل، کوئی دستاویز، کوئی عرضی اس وقت تک آگے نہیں بڑھتی جب تک اس کے ہمراہ رشوت نہ دی جائے۔ سول بیوروکریسی، پولیس، عدالتیں، سبھی اس مکروہ اصول پر کام کرتی ہیں۔ بیچارے عام آدمی کی کمائی کا ایک معقول حصّہ تو اسی رشوت کی ادائیگی میں نکل جاتا ہے، ولا حول ولاقوۃ الا باللہ!

شریعت کا عطا کردہ نظام مسلمان عوام سے یہ ظالمانہ معاشی بوجھ بھی ہٹاتا ہے اور رشوت کے لین دین کو حرام اور قابلِ گرفت جرم قرار دیتا ہے۔ سرکاری نوکروں کو ان کے کام کی مناسبت اور ان کی ضروریات کے اعتبار سے مناسب تنخواہ دینا بیت المال اپنے ذمے لیتا ہے اور ساتھ ہی ان سرکاری نوکروں پر لازم کرتا ہے کہ وہ عوام کے خادم بن کر ان کے مسائل حل کریں، ان کے حقوق ادا کریں اور ناجائز ذرائع سے ان کا مال نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo﴾ (البقرة: ۱۸۸)

”اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (بطور رشوت) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ ناجائز طور پر کھا سکو، حالانکہ تم جانتے بھی ہو“۔

اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لعنة الله على الراشي والمرتشي“.

''اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر''۔

(ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب التغليظ في الحيف والرشوة)

پھر یہی نہیں، بلکہ اسلام رشوت خوری کے مہلک مرض کو جڑ سے اکھاڑنے کا اس حد تک اہتمام کرتا ہے کہ حکومتی عہدیداران کو اپنی سرکاری حیثیت میں تحائف تک وصول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''هدايا العمال غلول''

''حکومتی عہدیداران کا تحائف لینا خیانت ہے''۔

(مسند أحمد، حديث أبي حميد الساعدي رضي الله عنه)

کہاں شریعت کا عطا کردہ یہ عادلانہ نظام اور کہاں انگریز کا عطا کردہ یہ ظالمانہ نظام جہاں ملک کا وزیرِ اعظم (شوکت عزیز) اپنا دورِ حکومت پورا ہونے پر وزیرِ اعظم ہاؤس سے وہ تمام سرکاری تحائف ساتھ لے کر روانہ ہوتا ہے جو اسے بطور وزیرِ اعظم دیئے گئے تھے۔ اللہ ان ظالموں کو ہماری گرفت میں دے، آمین!

☆ ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ

اس ملک کا ہر نیا بجٹ ملک کے 'اجتماعی مفاد' میں، 'ملکی معیشت کی بہتری' کے لئے نئے ٹیکسوں کے اجراء اور پرانے ٹیکسوں میں اضافے کی 'نوید' ساتھ لئے آتا ہے۔ ان ظالمانہ ٹیکسوں کی بدولت تمام اشیائے ضرورت کی قیمتیں اپنی حقیقی قدر سے کئی گنا بڑھ جاتی ہیں اور معاشرے کا عام فرد اپنے معاشی مسائل کے دلدل میں مزید دھنس کر رہ جاتا ہے۔ پھر نجانے ٹیکسوں سے حاصل شدہ یہ خطیر رقوم کہاں جاتی ہیں کہ اس کے بعد بھی ملکی معیشت پہلے سے زیادہ تباہ حال نظر آتی ہے اور 'مجبُوراً' حکمرانوں کو اگلے بجٹ میں مزید ٹیکس عائد کرنا پڑتے ہیں۔ بلاشبہ ظلم در ظلم کے اس بھیانک سلسلے کو شریعتِ رب العالمین قطعاً قبول نہیں کرتی۔ ظالمانہ ٹیکس عائد کرنے کو شریعت عظیم ترین کبیرہ گناہوں میں شمار کرتی ہے۔ اسی لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''لا يدخل الجنة صاحب مكس''.

''ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا''۔

(سنن أبي داود، كتاب الخراج و الإمارة و الفيء، باب السعاية على الصدقة)

☆یہودی ساہوکاروں کی غلامی سے نجات

آج ہمارے منہ میں جانے والے لقمے سے لے کرتن پر موجود لباس تک، ہر شے کی قیمت آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک متعین کرتے ہیں۔ معاشی میدان میں ہماری غلامی، عسکری و سیاسی غلامی سے کہیں بڑھ کر ہے......لیکن چونکہ سرمایہ دارانہ معیشت اعداد و شمار کا ایک نہایت پیچیدہ کھیل ہے، اس لئے بیشتر عام لوگ نہ تو اس کھیل کو ٹھیک سے سمجھ پاتے ہیں، نہ ہی اس معاشی غلامی کا کما حقہ احساس کر پاتے ہیں۔ کتنے ہی اہم قومی امور میں حکمران محض اس لئے امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ انہیں امداد رو کے جانے یا معاشی پابندیاں لگانے کی دھمکی موصول ہو جاتی ہے۔ اب تو یہ معاشی غلامی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک بھرپور حاکمانہ انداز سے اپنی من پسند شرائط املاء کرواتے ہیں، وہی ٹیکس بڑھانے گھٹانے کے فیصلے کرتے ہیں، وہی بجٹ کو رد و قبول کرتے ہیں، وہی قیمتوں کا تعیّن کرتے ہیں، وہی پاکستان کو دی جانے والی امداد کے مصارف مقرر کرتے ہیں اور پھر وہی با قاعدہ ٹیمیں بھیج کر یہ یقینی بناتے ہیں کہ پیسے ان مقررہ مدات سے باہر خرچ بھی نہ ہونے پائیں۔ گویا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہماری معیشت ہمارے نہیں، عالمی یہودی ساہوکاروں کے ہاتھ میں ہے۔ پس اس خطے کے باسیوں کو یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ جب تک ہم اپنی معیشت کا رشتہ عالمی سرمایہ دارانہ معیشت سے اور اپنی کرنسی کا رشتہ امریکی ڈالر سے نہیں توڑیں گے، تب تک اس معاشی غلامی سے باہر آنا اور بھوک، فقر اور بے روزگاری جیسے مسائل سے نجات پانا ناممکن ہے۔ پس مجاہدین آج اسی بات کی طرف دعوت دے رہے ہیں کہ اس سودی یہودی نظام سے تعلّق توڑا جائے اور ہر دباؤ سے بے خوف ہو کر خالص شرعی اصولوں پر اپنی معیشت کو استوار کیا جائے۔ اسی میں اس خطے کے مسلمانوں کی اخروی فلاح مضمر ہے اور یہی ان کے معاشی مسائل کا واحد حل ہے۔

☆فکرِ آخرت اور قناعت پسندی......خوشحالی کا اصل راز!

نیز یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ موجودہ معاشی نظام انسان کو حبِ دنیا کی طرف بلاتا ہے، مال کی حرص اس کے سینے میں ابھارتا ہے اور اشتہارات کے ذریعے اس کے دل میں آرزوئیں اور خواہشات بیدار کرتا ہے۔ پس اس نظام کے تحت تشکیل پانے والی شخصیت ایسی حریص، خودغرض، مفاد پرست اور لالچی ہوتی ہے کہ اسے مال سے بھری وادیاں بھی مل جائیں تو اسے سکونِ قلب نہیں نصیب ہوتا

اور وہ ہر دم مزید کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام آخرت کے گھر کو اصل گھر اور وہاں کی کامیابی کو اصل کامیابی قرار دیتا ہے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کا عقیدہ سینے میں راسخ کرتا ہے اور ایثار وقربانی اور زہد وقناعت پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔ نتیجتاً ایک ایسی پاکیزہ شخصیت تشکیل پاتی ہے جو مالی تنگی میں بھی اطمینان وسکون محسوس کرتی ہے اور مال کی وسعت ہو تو اسے بچا بچا کر رکھنے کی بجائے حاجت مندوں پر اور غلبہءِ دین کی راہ میں خرچ کرتی ہے۔ بلاشبہ اس مبارک عقیدے کے بغیر کسی بھی معاشرے کو حقیقی آسودگی اور معاشی خوشحالی نہیں میسر آسکتی۔

۳۔ ظلم وجبر یا عدل وانصاف؟

پھر ایک طرف ظلم و جبر پر مبنی اس نظام کی سمت دعوت ہے جہاں 'فوجی جوان' ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلباء کو سٹیڈیم میں جمع کر کر کے 'فائرنگ سکواڈ' کے ذریعے قتل کرتے ہیں...... جہاں 'قوم کے محافظ' ہی مشرقی پاکستان کی فوجی بیرکوں میں لاتعداد مسلمان بہنوں کی عزتیں لوٹتے ہیں...... جہاں بلوچستان میں اپنے ہی عوام کی عام آبادیوں پر ہیلی کاپٹروں، ٹینکوں اور بھاری توپوں سمیت سبھی ہتھیار آزمائے جاتے ہیں...... جہاں معصوم لوگوں، حتیٰ کہ خواتین تک کو محض اس جرم میں جیلوں میں بھرا جاتا ہے کہ انہوں نے کسی مجاہد کو گھر میں پناہ دی، جہاد کے موضوع پر کوئی کتاب تقسیم کی یا اپنے اموال سے مجاہدین کی نصرت کی......اور پھر آئی ایس آئی کی خفیہ جیلوں میں ان کے جسموں کو ادھیڑنے اور ان کی عزتیں پامال کرنے کے لئے ہر بدترین وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے...... جہاں شریعت کے نفاذ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قیام کا مطالبہ کرنے والے علمائے کرام اور طلباء وطالبات کو مسجد و مدرسے کے اندر ہی فاسفورس بموں سے جلا دیا جاتا ہے...... جہاں نفاذِ اسلام کا نعرہ بلند کرنے والے پاکباز نوجوانوں کو جیلوں میں بے دردی سے قتل کر کے ان کی چھلنی لاشیں سوات اور قبائلی علاقہ جات کے چوراہوں میں ہیلی کاپٹروں سے گرائی جاتی ہیں...... جہاں علماء تک کو کلمہءِ حق کہنے کی پاداش میں جیلوں میں برہنہ رکھا جاتا ہے، ان کی داڑھیاں مونڈ دی جاتی ہیں، ان کو الٹا لٹکا کر ان پر وحشیانہ تشدد کیا جاتا ہے...... جہاں مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا عبداللہ غازی، مولانا یوسف لدھیانوی، مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا حبیب اللہ مختار، مولانا عتیق الرحمٰن، مفتی امین اورکزئی اور مفتی سعید احمد جلالپوری سمیت درجنوں علمائے حق کو چن چن کر شہید کیا جاتا ہے...... جہاں وزیرستان سے سوات تک پھیلی ارضِ جہاد ورباط میں ہدف بنا بنا کر لاتعداد مساجد و مدارس اور بہت

سے مرکزی بازاروں کو تباہ کیا جاتا ہے...... پھر جہاں زرداری جیسے بدنامِ زمانہ چور کو منصبِ صدارت پر فائز کیا جاتا ہے...... جہاں عشرت العباد جیسے قاتل، بدمعاش، بھتہ خور کو سندھ کا گورنر بنا دیا جاتا ہے...... جہاں 'الذوالفقار' جیسی دہشت گرد تنظیم بنانے والی جماعت ملک کی حاکم بن کر بیٹھ جاتی ہے...... جہاں 'را'، 'خاد' اور 'موساد' کے پیسوں پر پلنے اور چلنے والی قوم پرستانہ مجرم تنظیموں (ایم کیو ایم اور اے این اپی) کو دو صوبوں کے مظلوم عوام پر مسلط کر دیا جاتا ہے...... جہاں قوم کو ایٹم بم دینے والے سائنسدان کو پورے ملک کے سامنے آ کر معافی مانگنے پر مجبور کیا جاتا ہے...... جہاں پولیس سڑکوں، چوراہوں اور تھانوں میں غریبوں اور کمزوروں کو مارتی پیٹتی اور بے عزت کرتی ہے...... جہاں وڈیرے، جاگیردار اور دیگر مترفین سب گاؤں والوں کے سامنے کمزور خاندانوں کی لڑکیوں کو بے آبرو کرتے ہیں...... جہاں فوجی جرنیل قوم کی بیٹی کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی جیبیں بھرتے ہیں......اور مظالم کی یہ فہرست ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتی!

ایک طرف اس ظالمانہ نظام کی طرف دعوت ہے، تو دوسری سمت عدل و انصاف پر قائم نظامِ شریعت کی طرف دعوت ہے......وہ نظام جہاں عوام و خواص سب قانون کے سامنے یکساں ہوں، جہاں سب کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو، جہاں خلیفہ بھی بیت المال سے ایک زائد چادر لے تو عوام کے مجمع میں اس کا احتساب ہو سکے، جہاں خلفاء بھی خود کو بدلے اور احتساب کے لئے پیش کرتے ہوں، جہاں معزز ترین خاندان کا فرد بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، جہاں مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلوایا جائے، جہاں مقتول کے ورثاء قاتل سے قصاص لے سکیں، جہاں دین دشمن مجرموں کو قرار واقعی سزا ملے اور معززینِ امت کو حقیقتاً عزت میسر آئے، جہاں ایک ذمی کافر پر بھی ظلم کیا جائے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے دفاع میں اٹھ کھڑے ہوں اور فرمائیں:

''ألا مـن ظلم معاهدًا أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئًا بغير طيب نفس فأنا حجيجُه يوم القيامة''.

''خبردار! جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق چھینا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اس کی پسند کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے وکیل بن کر

کھڑا ہوں گا''۔

(أبو داود، کتاب الخراج و الإمارة والفيء، باب: تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات)

جہاں انسان تو انسان، جانوروں اور حشرات الارض تک پر ظلم حرام ہو......جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''عذبت امرأة في هرة سجنتها حتى ماتت، فدخلت فيها النار''.

''ایک عورت کو محض اس وجہ سے عذاب میں ڈالا گیا کہ اس نے ایک بلی کو قید کر کے رکھا یہاں تک کہ وہ مرگئی، پس اس جرم کے پاداش میں وہ جہنّم میں داخل ہوئی''۔

(مسلم، کتاب الحیوان، باب تحریم قتل الهرة)

جبکہ ایک دوسری حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سناتے ہیں کہ ایک چیونٹی نے کسی نبیؑ کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی جلانے کا حکم دے دیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ:

''أفي أن قرصتک نملة أهلکت أمة من الأمم تسبح''؟

''کیا محض ایک چیونٹی کے کاٹنے کے سبب تو نے میری تسبیح کرنے والی ایک پوری امت ہلاک کر ڈالی''؟

(مسلم، کتاب الحیوان، باب النهي عن قتل النمل)

پس کہاں اس عالی دین کی دعوت جو ایک بلی کو ناحق قید کرنے پر بھی جہنّم کی وعید سنائے، جہاں چند چیونٹیوں سے بدلے کے معاملے میں بھی عدل کی تعلیم دینے وحی اتر آئے......اور کہاں ان مرتد کافروں کا دین کہ جہاں عقل وشعور کے حامل انسانوں کے ساتھ بھی جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جائے، انہیں جیلوں میں ڈالا جائے، انہیں اذیتیں دی جائیں اور ان کی عزتیں پامال کی جائیں؛ جہاں سوات کے چند مجاہدین کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے ۳۸ لاکھ لوگوں کو ہجرت پر مجبُور کیا جائے؛ جہاں محسود میں موجود مجاہدین کو مارنے کے لئے پوری پوری بستیوں کو برباد کر دیا جائے اور جہاں مجاہدین کے کسی ایک قائد کو شہید کرنے کے لئے جاسوسی طیاوں سے میزائیل داغ داغ کر دسیوں عام لوگوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے......کہاں یہ دینِ ظلم اور کہاں اسلام......دینِ عدل!؟ اسلامی شریعت تو قائم ہی عدل وانصاف پر ہے۔ یہ دین تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾(النسآء: ۱۳۵)

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے اور سچّی گواہی دینے والے بنو خواہ اس کی زد خود تم پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑے''۔

اس دین کے عطا کردہ نظام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کا جج اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنی اولاد کے امتحانی نمبروں میں اضافہ کروائے۔ نہ ہی شریعت کے نظام میں اس امر کی کوئی گنجائش ہے کہ احتساب کرنے (یعنی 'نیب') کی ذمہ داری ہی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دے دی جائے جو خود مالی بدعنوانی اور رشوت خوری میں ملوث ہوں۔ بلاشبہ یہ سب فساد و بدعنوانی اسی ظالمانہ نظام کا شاخسانہ ہے اور اس ظلم سے نجات اور عدل کے قیام کی واحد راہ شریعت کا مکمل نفاذ ہے۔

۴۔ فردِ واحد کی منہ زوری، پارلیمانِ جہلاء سے منظوری یا اہلِ حل وعقد سے مشاورت؟

پھر ایک طرف سالہا سال سے جاری اس جمہوری نظام کی سمت دعوت ہے جہاں اولاً تو خود بیچاری جمہوریت ہی کے وجود کو سارا وقت فوج سے خطرہ رہتا ہے......اور کیوں نہ ہو جبکہ اس ملک کی نصف سے زائد عمر تو یحییٰ، ایوب، ضیاء اور پرویز کے تحت گزری ہے۔ فوجی تسلط کے ان ادوار میں نظامِ مملکت اسی طرح چلا ہے کہ کروڑوں کی آبادی کے مستقبل پر دوررس اثرات ڈالنے والے فیصلے کوئی ایک جرنیل ہی اپنی ناقص عقل اور اپنی من پسند خواہشات کی روشنی میں کرتا رہا ہے۔ پھر جب کبھی جمہوری حکومتیں قائم ہوئی بھی ہیں تو بالعموم حکمرانوں نے پارلیمان میں بیٹھے نام نہاد 'عوامی نمائندگان' سے مشاورت کیے بغیر ہی تمام اہم فیصلے کیے ہیں۔ لیکن اگر مشاورت کی بھی گئی ہے تو کس سے......اس پارلیمان سے جس کے بیشتر اراکین دین کے بنیادی علم سے بھی بے بہرہ، سورۂ کوثر بھی ٹھیک تلفظ سے پڑھنے سے عاجز، دنیاوی علوم و فنون میں مہارت سے عاری، گفتگو کے آداب تک سے ناآشنا، مالی بدعنوانیوں میں ملوث، بدکرداری کے الزامات سے آلودہ، ذاتی مفاد کے پجاری اور دولت و کرسی کے حریص ہیں؟! یوں محسوس ہوتا ہے کہ رسولِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت کی نشانیاں بتاتے ہوئے انہی جہلاء کو 'رُوَیبِضَة' کے نام سے موسوم فرمایا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ 'رُوَیبِضَة' سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو

آپ نے فرمایا:

"الرجل التافه يتكلم في أمر العامة"

"وہ گھٹیا و جاہل آدمی جو مسلمانوں کے اجتماعی امور میں رائے دے"۔

(ابن ماجه، كتاب الفتن، باب شدة الزمان)

پس ایک طرف فوجی آمریت یا جاہلانہ پارلیمانیت کی طرف بلاتی وہی گھسی پٹی دعوت ہے......تو دوسری طرف 'مشاورت' کے سنہری شرعی اصول پر قائم نظامِ خلافت کی سمت دعوت ہے۔ اسلام نے 'مشاورت' کے اصول کو ایسی غیر معمولی اہمیّت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر نماز اور زکوٰۃ جیسی دو عظیم الشان عبادات کے درمیان فرماتے ہیں۔ پس ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ٥﴾ (الشورىٰ: ۳۸)

"اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا اور نماز قائم کی اور ان کے کام باہم مشورے سے چلتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

پھر ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے محبُوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آیا کرتی تھی اور علم و عقل، فہم و فراست، ہر اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل انسان کوئی نہ تھا۔ پس جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کو مشاورت کا حکم دیا گیا حالانکہ آپؐ اس سے بالکل مستغنی تھے، تو آپؐ کے بعد آپ کا کوئی امتی ایسا نہیں آئے گا جس کے لئے جائز ہو کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی امور مشاورت کے بغیر چلائے۔ مشورے کی اسی اہمیّت کے پیشِ نظر علامہ نظام الدین نیشاپوری، امام رازی اور علامہ ابن خویز منداد رحمہم اللہ سمیت کئی علمائے کرام حکمران کے لئے واجب قرار دیتے ہیں کہ وہ امورِ سلطنت مشاورت سے چلائے۔ بلکہ امام قرطبی تو ابنِ عطیہ رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ:

"والشورىٰ من قواعد الشريعة وعزائم الأحكام. من لا يستشير أهل العلم والدين فعزله واجب، هذا ما لا خلاف فيه".

"مشاورت شریعت کے اساسی اصولوں اور اہم ترین احکامات میں سے ایک ہے۔ جو

(حکمران) بھی اہلِ علم اور اہلِ دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کرنا واجب ہے، اور اس مسئلے میں (علماء کے درمیان) کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا''۔

(تفسیر القرطبي،في تفسیر سورة آل عمران، آیة رقم: ۱۵۹)

پھر شریعت محض مشاورت ہی کا حکم نہیں دیتی بلکہ یہ بھی واضح کرتی ہے کہ کون لوگ اس کے اہل ہیں کہ ان سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ شرعی نظامِ سیاست میں نہ تو ہر راہ چلتے آدمی سے رائے طلب کی جاتی ہے، نہ ہی لوگوں کے علم، فہم، دین، صالحیت، دیانت، تجربے، فراست اور خاندانی پس منظر کو یکسر نظر انداز کر کے محض اس بنیاد پر ان کی رائے سن لی جاتی ہے کہ انہوں نے پیسے، دھونس، دھاندلی، دھوکے، فریب اور جھوٹے خوشنما وعدوں کے ذریعے سادہ لوح عوام کی ایک مخصوص تعداد کو بے وقوف بنا کر ان کے ووٹ حاصل کر لئے ہیں۔ شرعی نظام میں تو 'اہلِ حَل وعَقد' سے مشورہ کیا جاتا ہے...... جن میں سرِ فہرست علمائے کرام ہیں۔ پھر اسی طرح معاشرے کے معزز اہلِ دین اور مختلف قبائل اور خاندانوں کے صالح سربراہان سے بھی مشاورت کی جاتی ہے۔ پھر ہر مسئلے کی مناسبت سے اس مسئلے کا علم رکھنے والے افراد سے رائے طلب کی جاتی ہے۔ چنانچہ امام قرطبی علامہ ابن خویز منداد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

''واجب على الولاة مشاورة العلماء فيما لا يعلمون، وفيما أشكل عليهم من أمور الدين، ووجوه الجيش فيما يتعلق بالحرب، ووجوه الناس فيما يتعلق بالمصالح، ووجوه الكتاب والعمال والوزراء فيما يتعلق بمصالح البلاد وعمارتها''.

''حکام پر واجب ہے کہ وہ جن امور کا علم نہ رکھتے ہوں یا جن دینی مسائل میں انہیں اشکال ہو ان میں علماء سے مشورہ کریں، جنگی امور میں فوج کے نمایاں افراد سے مشورہ کریں، عوامی مفاد سے متعلقہ امور میں معاشرے کے نمایاں افراد سے مشورہ کریں اور مملکت کی تعمیر و ترقی سے متعلقہ امور میں نمایاں کاتبین، حکومتی عہدیداران اور وزراء سے مشورہ کریں''۔

(تفسیر القرطبي،في تفسیر سورة آل عمران، آیة رقم: ۱۵۹)

بلاشبہ شرعاً ہی نہیں، عقلاً بھی اس سے عمدہ نظام کا تصور ناممکن ہے۔ یہ نظام آمریت اور جمہوریت دونوں کی بے اعتدالیوں سے پاک، نظامِ عدل ہے۔ ساٹھ سال جمہوریت اور فوجی آمریت کی کھینچا تانی

میں پسنے والے مظلوم عوام کی اخروی نجات بھی اسی میں ہے کہ وہ اپنے رب کے نازل کردہ اس نظام کو اپنائیں اور ان کی جائز دنیاوی مصلحتوں کی حفاظت بھی اسی طرح ممکن ہے کہ وہ ان الہامی اصولوں پر مبنی نظامِ خلافت کو سینے سے لگالیں۔

۵۔جرائم و بدامنی یا امن وسکون؟

پھر ایک طرف ملک میں 'لاء اینڈ آرڈر' قائم کرنے کا ذمہ دار پولیس کا نظام ہے......جس کے سیاہ کرتوتوں سے ہر خاص وعام واقف ہے۔پاکستان میں کونسا جرم ایسا ہے جس کی پشت پر پولیس کی سرپرستی نہ ہو؟ منشیات کے تمام دھندے، اغواء کاروں کے تمام گروہ، چور ڈاکوؤں کے تمام جتھے، بدکاری کے تمام اڈے، شراب کا تمام تر کاروبار...... پولیس ہی کی سرپرستی میں چلتے ہیں۔سڑک پر کھڑے سپاہی سے لے کر دفاتر میں بیٹھے اعلیٰ پولیس افسران تک، سب کو ان جرائم کی آمدنی میں اپنے حصّے سے غرض ہوتی ہے۔ یہ حصّہ مل جائے تو نہ جرم، جرم رہتا ہے...... نہ مجرم، مجرم! انگریز نے یہ جونک نما سپاہی ہم پر مسلط ہی اس لئے کئے تھے کہ یہ ہر گلی کوچے میں، ہر چوک چوراہے پر ہمارا خون چوسیں، ہمارا مال لوٹیں۔ بھلا وہ بدبخت ہماری جان و مال کی کیا حفاظت کریں گے، جن کی نظریں ہر دم ہماری جیب پر ہوں؟ انگریز کی خواہش تھی کہ گلی محلوں کی سطح پر اپنے وفاداروں اور غلاموں کی ایک ایسی فوج تیار کر لی جائے جو عوام الناس کے قریب رہ کر ان کی جاسوسی کرے، ان پر نگاہ رکھے اور بوقتِ ضرورت اپنے آقاؤں کو بالکل نچلی سطح تک کی معلومات فراہم کر سکے۔ بیرکوں میں بند اور فصیلوں میں محصور فوجیوں کے لئے یہ خدمت سرانجام دینا ممکن نہ تھا، اسی لئے پولیس کا مستقل ادارہ تشکیل دیا گیا۔ معاشرے پر داخلی گرفت رکھنے اور اس کے پیروں کو اس انگریزی نظام میں مضبوطی سے جکڑے رکھنے کے لئے یہ حربہ نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ پھر اس بدبخت ادارے کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ مسلم معاشرہ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا فریضہ ادا نہ کر سکے، کیونکہ اس فریضے کی ادائیگی مسلمانوں کی تنظیمِ نو کا ذریعہ اور نفاذِ شریعت کی سمت ایک اہم قدم ثابت ہوسکتی ہے۔ پس برصغیر کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب کبھی کچھ اللہ والوں نے اپنے اردگرد پھیلی منکرات کو روکنے کے لئے کوئی عملی اقدامات اٹھائے، تو پولیس کا نظام حرکت میں آیا اور یہ کہہ کر ان پر ٹوٹ پڑا کہ یہ لوگ ''قانون ہاتھ میں لے رہے ہیں''! لال مسجد کی مبارک تحریک اسی سلسلے کی ایک نمایاں مثال ہے۔ اور قارئین خود تجربہ کرنا چاہیں تو سالِ نو کے آغاز پر کسی بھی بڑے شہر میں منعقد ہونے والی

منکرات کی محفل کو روکنے کی کوشش کر کے دیکھ لیں...... پولیس ہی سب سے پہلے 'لاء اینڈ آرڈر' کی حفاظت کی خاطر ان پر ہاتھ ڈالے گی! الغرض یہ شیطانی نظام دراصل منکرات کے فروغ، مجرموں کی سرپرستی اور جرائم کی ترقی کا نظام ہے اور اس کے ذریعے امن و امان قائم ہونا تو دور کی بات...... یہ نظام خود اس معاشرے کے امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے! اسی کے سبب چوری، ڈکیتی، اغواء کاری اور عصمت دری کے واقعات کی شرح مستقل بڑھ رہی ہے اور ایک عام فرد کا دین، جان، مال، عزت، کچھ بھی محفوظ نہیں۔

اس کے بالمقابل شریعت کا نظام اپنے ساتھ پائیدار امن وسلامتی کی نوید لے کر آتا ہے۔ اولاً تو اسلام یہ عقیدہ دلوں میں راسخ کرتا ہے کہ 'امن' اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جسے رب نے شریعت کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ جتنا زیادہ کوئی معاشرہ شریعت سے دور، آخرت سے غافل اور رب کی گرفت سے بے خوف ہوگا...... اتنے ہی زیادہ وہاں جرائم پھلیں پھولیں گے۔ معاشرے میں رب کے سامنے جوابدہی کا احساس زندہ ہونا بذاتِ خود جرائم کی روک تھام اور امن کے قیام کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاکیزہ معاشرے میں کسی پولیس یا انتظامیہ کے گشت کے بغیر ہی محض ایک حکم آنے پر جاموں میں بھری اور لبوں سے لگی شراب چھوٹ گئی۔ اسی طرح یہ بھی خوفِ خدا پر قائم اس مبارک معاشرے ہی کا امتیاز تھا کہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر زنا کرنے والے بھی خود چل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے اور سنگساری جیسی سخت ترین سزا اپنے اوپر قائم کرنے کا مطالبہ کیا!

پھر امنِ عامہ کی حفاظت کے لئے شریعت نے اگلا قدم یہ اٹھایا کہ معاشرے کے ہر فرد کو 'نہی عن المنکر' کا فریضہ ادا کرنے کا حکم دیا...... جو ہاتھ سے منکرات روک سکے اسے ہاتھ سے، ورنہ درجہ بدرجہ زبان اور دل سے۔ پس اس بات کا بآسانی تصور کیا جاسکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر فرد ظالموں، قاتلوں، ڈاکوؤں، چوروں، غاصبوں وغیرہ کو روکنا اپنا شرعی فرض سمجھے وہاں جرائم کا ارتکاب کتنا مشکل ہو جائے گا؟ پس امنِ عامہ کی حفاظت کے لئے یہ دوسرا حفاظتی بند ہے جو شریعت نے باندھا۔

پھر اسی طرح شریعت نے ایک مضبوط معاشرتی نظام دیا، جہاں والدین کی اطاعت کو فرض ٹھہرایا گیا، بزرگوں اور سفید ریش لوگوں کے احترام کو ایمان کی نشانی بتلایا گیا، علماء کو ایک خصوصی نمایاں مقام عطا کیا گیا اور معاشرے میں رائج ہر اس رواج (عرف) کو باقی رکھنے کا حکم دیا گیا جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔

ایسے معاشرتی نظام میں آنکھ کھولنے والا فرد مغربی معاشرے میں بسنے والوں کی طرح مادر پدر آزاد نہیں ہوتا، بلکہ اس پر اپنے گھر، خاندان، قبیلے اور معاشرے کی ایک غیر مرئی مگر مضبوط گرفت قائم ہوتی ہے جو اسے اجتماعی مصلحت کے خلاف چلنے اور جرائم کا ارتکاب کرنے سے روکتی ہے۔ شریعت نے اسی معاشرتی گرفت کے ذریعے کئی جرائم کی روک تھام کا انتظام کیا۔ مثلاً شریعت نے قتلِ عمد کی دیت سو (۱۰۰) اونٹ (یا ہزار دینار سونا یا دس ہزار درہم چاندی) مقرر کی، مگر اس خطیر رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری محض قاتل پر نہیں، بلکہ قاتل کے ''عاقلہ'' پر بھی ڈالی۔ پس اگر تو قاتل اسلامی فوج کا وظیفہ لینے والا سپاہی ہو تو پھر اہلِ لشکر اس کے ''عاقلہ'' ہوں گے اور پورے لشکر کے وظائف سے دیت کے پیسے کاٹے جائیں گے۔ اور اگر یہ قاتل کوئی عام فرد ہو تو اس کے خاندان اور قبیلے کے لوگ اس کے ''عاقلہ'' ہوں گے اور دیت کی ادائیگی انہی کے ذمے ہوگی۔ اب تصور کیجئے کہ جس خاندان کے لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ ان کے جس رشتہ دار نے بھی قتلِ ناحق کا ارتکاب کیا تو ان سب کو اتنی بھاری رقوم ادا کرنی پڑیں گی...... وہ کتنے اہتمام سے اپنے خاندان کے ہر ہر فرد پر نگاہ رکھیں گے اور انہیں ایسے جرائم سے باز رہنے پر مجبُور کریں گے۔ پس اسلام کا قائم کردہ مضبوط معاشرتی نظام بھی امن کی حفاظت اور جرائم کے خاتمے کا ایک نہایت مؤثر وسیلہ ہے۔

پھر یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بہت سے جرائم محض ظلم، ناانصافی اور وسائل کی غلط تقسیم کے سبب جنم لیتے ہیں۔ چنانچہ جب شریعت کا مبارک نظام ظلم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا، جرائم کے اسباب و محرکات کا ٹھوس علاج کر دے گا اور اسلامی نظامِ اقتصاد کے ذریعے تمام مسلمانوں کی بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہوں گی، تو بیشتر جرائم خود ہی دم توڑ دیں گے۔ پھر ان سب انتظامات کے باوجود بھی جو شخص اپنی مسخ شدہ فطرت سے مجبُور ہو کر، ہر قسم کی حیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، یہ تمام حصار توڑنے کے بعد کسی جرم کا مرتکب ہوگا تو ایسے ہی بدبختوں پر شرعی سزائیں قائم کی جائیں گی۔ ایسے لاتوں کے بھوت کے ساتھ نرمی یقیناً معاشرے کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ ایسے مجرموں کے لئے شریعت نے اتنی سخت سزائیں مقرر کی ہیں کہ وہ پورے معاشرے کے لئے عبرت کا سامان بنیں اور جرم کا ارادہ کرنے والے دیگر لوگ بھی ان کا حشر دیکھ کر اپنے مذموم ارادوں سے باز آ جائیں۔ پس ان سزاؤں کے ذریعے امن کے تحفظ کا انتظام کیا گیا، قصاص کے ذریعے انسانی جان کا تحفظ یقینی بنایا گیا، چور کا ہاتھ کاٹ کر لوگوں کے اموال محفوظ بنائے گئے، کوڑوں اور سنگساری کی سزا کے ذریعے عزت و عصمت کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا...... الغرض

حدود و تعزیرات کے پورے نظام کے ذریعے مجرموں کا زور توڑنے اور معصوموں کو امن و تحفظ فراہم کرنے کا مستحکم بندوبست کیا گیا۔ اس نظام کا نفاذ ہم پر شرعاً بھی لازم ہے، اور اس کی عملی برکات کا مشاہدہ بھی طالبانِ عالی شان کے مبارک دورِ حکومت میں ساری دنیا کر چکی ہے۔ معاشی و سیاسی پابندیوں، خارجی دباؤ اور داخلی اعداء کے خلاف مستقل قتال کے باوجود امارت اسلامیہ کے دور میں افغانستان کے عام شہریوں کو جو غیر معمولی امن میسر آیا، وہ امریکہ اور اس کے ۴۰ سے زائد حلیف اپنے سارے وسائل جھونکنے کے باوجود آج تک دارالحکومت کابل میں بھی فراہم نہیں کر سکے۔

۶۔ طاغوتی عدالتیں یا شرعی نظامِ قضاء؟

اسی طرح ایک طرف ان طاغوتی عدالتوں کی سمت دعوت ہے جو قانونِ الٰہی کی بجائے کفریہ انگریزی قوانین نافذ کرتی ہیں...... جہاں آج تک اسی بات پر اتفاق نہیں ہو سکا کہ اس 'مملکتِ خداداد' میں اللہ تعالیٰ کا قانون بالاتر ہے یا انسانوں کا وضع کردہ دستور...... جہاں محض فساق و فجار ہی نہیں، بلکہ 'رانا بھگوان داس' جیسا مشرک ہندو بھی ملک کا 'قاضیءاعلیٰ' بن چکا ہے...... جہاں سپریم کورٹ بھی یہ حق نہیں رکھتی کہ صدرِ مملکت کو عدالت طلب کر کے اس کے جرائم پر محاسبہ کر سکے...... جہاں رشوت لے کر فیصلے کئے جاتے ہیں اور مزید رشوت لے کر بدل دیئے جاتے ہیں...... جہاں مقدمات کے فیصلے بیس بیس سال لٹکے رہتے ہیں یہاں تک کہ مدعی و مدعی علیہ دونوں ہی انتظار کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں......اور جہاں وکیلوں کی فیس ہی ایک عام آدمی کی جیب خالی کرا دیتی ہے۔

ایک طرف اس طاغوتی عدالتی نظام کی سمت دعوت ہے تو دوسری طرف اس شرعی نظامِ قضاء کی سمت دعوت ہے جہاں رب کا قانون نافذ ہو...... جہاں حاکم، عوام اور قاضی سب شریعت کے سامنے یکساں ہوں...... جہاں علمِ دین میں رسوخ رکھنے والے متقی اور دیانت دار علماء ہی منصبِ قضاء کے اہل قرار پائیں...... جہاں قاضی کے لئے رشوت لینا ممنوع ہو...... جہاں مقدمات کے فوری فیصلے ہوتے ہوں اور مظلوم کو مفت انصاف میسر آتا ہو۔ اسی مبارک نظام کا نعرہ لے کر لال مسجد کی تحریک اٹھی تھی اور اسی نظام کی خاطر مجاہدین آج قربانیاں دے رہے ہیں۔

عوام المسلمین کو بھی بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ ان طاغوتی عدالتوں میں بلا اضطرار فیصلے لے جانا حرام اور اپنے تمام تر فیصلے شریعت کے مطابق کروانا فرض ہے۔ ایک طرف یہ شعور عام کرنے کی ضرورت ہے تو

دوسری طرف یہ عملی قدم اٹھانا بھی لازم ہے کہ باہمی فیصلوں کے لئے عدالتوں کی بجائے اپنے معتمد علیہ 'دارالافتاء' کی طرف رجوع کیا جائے اور اپنے فیصلے مفتیانِ کرام سے کرائے جائیں۔ان شاء اللہ یہ دارالافتاء ہی کل کی شرعی عدالتیں بنیں گے اور یہ علمائے کرام کل کے شرعی قاضی۔اگر مسلم معاشرہ خود یہ فیصلہ کر لے کہ اسے شریعت کے سوا کوئی قانون قبول نہیں، تو یہ طاغوتی عدالتی نظام ان شاء اللہ خود بخود معطل ہو جائے گا۔

۷۔فحاشی پر مبنی مغربی طرزِ معاشرت یا حیاء پر قائم اسلامی طرزِ معاشرت؟

پھر ایک طرف خواہشاتِ نفسانی کو 'معبُود' بنانے، بے لگام شہوات کے آگے سپر ڈالنے، لذات کی تلاش میں جینے مرنے اور حلال وحرام کی تفریق کے بغیر تسکینِ نفس کی خاطر ہر وادی میں بھٹکتے پھرنے، ہر حد پار کرنے اور ہر حرمت پامال کرنے کی نجس دعوت ہے۔اس دعوت کے داعی چاہتے ہیں کہ ہمارے دل ونگاہ سے حیاء نکل جائے......نہ رشتوں کا تقدس باقی بچے نہ کوئی پاکیزہ جذبات......قلب وذہن کے ہر زاویے پر غلیظ افکار اور گندے خیالات کا غلبہ ہو......اور معاشرہ چوپایوں و بہائم کا معاشرہ بن جائے جہاں خواہشات کی تکمیل ہی مقصدِ زندگی ہو اور اس مقصد کے حصول میں دینی، اخلاقی، معاشرتی، کسی قسم کی کوئی رکاوٹ باقی نہ بچے...... ہر فرد 'آزاد' ہو......مطلقاً آزاد!!! ذرائع ابلاغ اور این جی اوز بھرپور سرکاری سرپرستی میں یہ گندی معاشرت تشکیل دینے اور ہماری روایتی معاشرت کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے کوشاں ہیں۔یہ اسی منظّم مہم کا کرشمہ ہے کہ بے حیائی کے فروغ کا جو سلسلہ مخلوط محافلِ موسیقی سے شروع ہوا تھا، وہ اب عریاں فیشن شوز سے گزرتا ہوا ہم جنس پرستوں کے علانیہ اجتماعات تک جا پہنچا ہے۔اس کے بعد تو بس آسمان سے پتھر برسنے کا مرحلہ ہی باقی بچ جاتا ہے، والعیاذ باللہ!

پھر یہی نہیں، بلکہ این جی اوز مختلف خوشنما نعروں تلے خواتین کو گھروں سے نکالنے اور بے حجاب کر کے زینتِ بازار بنانے، بچوں کو والدین کی گرفت سے آزاد کرنے اور نسلِ نو کو اپنے بڑے بوڑھوں سے برگشتہ کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔رہی سہی کسر ہم خود ہی پوری کر رہے ہیں۔ہم نے 'نکاح' کی مبارک سنت کو اپنے غیر شرعی رسوم ورواج میں لپیٹ کر اتنا دشوار بنا دیا ہے کہ کسی شریف آدمی کے لئے خود کو فتنوں سے بچانا اور گناہوں سے پاک جوانی گزارنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔بلاشبہ یہ طرزِ معاشرت فساد ہی نہیں، عینِ فساد ہے!اس غیر شرعی طرزِ معاشرت نے ہماری زندگیوں میں جو زہر گھولا ہے اس کا احاطہ کرنا

بھی بس سے باہر ہے۔عصمت دری کے واقعات کی کثرت، طلاق کی شرح میں اضافہ، خاندانی نظام کی شکست وریخت، رشتوں کی تقدیس میں شگاف اور گھریلو زندگی میں ناچاقیاں سبھی اس فحش معاشرت کے بھیانک نتائج ہیں۔اسی کے سبب نیکی پر جمنا دشوار اور برائیوں کا ارتکاب آسان ہوتا جا رہا ہے۔پھر اس معاشرت کے فروغ کا سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ امت کے نوجوان یوم آخرت کی سرخروئی، دین کی سربلندی، کفر کی سرکوبی، طاغوتی قوتوں کی بیخ کنی، خلافت کے قیام اور اسلامی علوم کے فروغ جیسے عالی مقاصد کے بارے میں سوچنے، امت کا غم کھانے، احیائے دین کا بوجھ اٹھانے اور میدانِ عمل میں اتر کر عالمِ کفر سے پنجہ آزمائی کرنے کی بجائے......بس اپنی خواہشات کا غلام بن کر، شہواتِ بطن وفرج بجھانے ہی میں اپنی قوتیں گھلائے جا رہے ہیں، الا من رحم اللہ۔مغرب سے درآمد شدہ اس طرزِ معاشرت کو خواہشات کے پجاری حکمرانوں کی باقاعدہ سرپرستی حاصل ہے۔تبھی تو فحاشی کے ایک اڈے پر ہاتھ ڈالنے کے جرم میں فوج، پولیس، رینجرز، سبھی حرکت میں آگئے اور جامعہ حفصہؓ ولال مسجد کو پیوندِ خاک کر ڈالا!

ایک طرف اہلِ ہواء کی یہ دعوت ہے تو دوسری جانب، فحاشی وعریانی کے اس بے قید طوفان کے سامنے کچھ اہلُ اللہ بھی جم کر کھڑے ہیں اور اللہ کی توفیق سے ایک اور دعوت کا علم بلند کر رہے ہیں۔یعنی اسلامی طرزِ معاشرت کی طرف دعوت۔یہ ایک ایسے معاشرے کی سمت دعوت ہے جو مسیحیت کی رہبانی عزلت اور مغرب کی مطلق اباحیت کے درمیان راہِ اعتدال پر قائم ہو۔جہاں نکاح ایک عبادت ہو...... سہل اور آسان ہو......نہ تو اسے جہیز اور مہر کی بھاری رقوم سے نتھی کر کے ایک عظیم الشان مالی بوجھ بنایا جائے...... نہ گرین کارڈ، اعلیٰ نوکری اور شاندار تنخواہ کی شرائط لگا کر امیدوارانِ نکاح کا دائرہ تنگ کیا جائے......اور نہ ہی نکاح کو ۲۵، ۳۰ سال کی عمر تک مؤخر کر کے اس کا مقصد ہی فوت کر دیا جائے۔فحاشی کے اس طوفان کو روکنے اور اپنی اولادوں کے ایمان کی حفاظت کرنے کے لئے نکاح سے مؤثر ذریعہ کوئی نہیں۔جب بھی کوئی معاشرہ اس سنت کو ضائع کرے گا یا اسے دشوار بنائے گا تو اس کا معاشرتی نظام تباہی و بربادی کا شکار ہوگا اور اسے عظیم بگاڑ کا سامنا کرنا پڑے گا۔اسی سمت اشارہ کرتے ہوئے نبی ءاکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إلا تفعلوه تكن فتنه في الأرض وفساد عريض".

''جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا''۔

(ترمذي، كتاب النكاح : باب ما جاء إذا جاء كم من ترضون دينه فزوجوه)

پس ایک طرف تو شرعی نظامِ معاشرت اس فتنے اور فساد کے سدِ باب کے لئے نکاح کا مبارک دروازہ کھولتا ہے تو دوسری جانب خود فساد پھیلانے کے ذرائع پر بھی براہِ راست ہاتھ ڈالتا ہے۔ شرعی نظام میں نہ تو سینما گھر ہوں گے، نہ فحش سی ڈیوں کے مراکز، نہ بدکاری کے اڈے برداشت کئے جائیں گے، نہ بے حیائی پھیلانے والے نیٹ کیفے......اور ان ذرائع ابلاغ اور این جی اوز کو تو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے گا جو ہمارے معاشروں میں فتنے وفساد کا سب سے بڑا منبع ہیں۔ پس جب نکاح آسان ہوں گے، بے حیائی پھیلانے کے تمام ذرائع کا سدِ باب کر دیا جائے گا اور شرعی پردے کا اہتمام کیا جائے گا......تو نتیجتاً ایک ایسی صالح معاشرت جنم لے گی جہاں مرد وخواتین حصولِ جنت کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے مسابقت کریں گے، جہاں مسلمان نوجوان امت کی ماؤں بہنوں کی عصمتوں کے محافظ بن کر کھڑے ہوں گے، جہاں نگاہیں پست اور قلوب خوفِ الٰہی سے معمور ہوں گے، جہاں سب مسلمان 'فی اللہ محبت' کے پاکیزہ رشتے میں باہم بندھے ہوں گے، جہاں خاندان مضبوط اور گھر جائے راحت وآرام ہوں گے، جہاں ماں کی شفقت، بہن کی الفت، بیٹی کی محبت اور بیوی کی چاہت سب دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخشیں گی۔ یہ وہ پاکیزہ معاشرت ہے جسے مجاہدین قائم کرنا چاہتے ہیں......اور یہی وہ پاکیزہ معاشرت ہے جس کے خلاف شہوات کے پجاریوں نے اعلانِ جنگ کر رکھا ہے۔ حجاب کے خلاف ان کا غم وغصہ بھی اسی لئے ہے کہ یہ انسان نما جانور اسلام کے طرزِ معاشرت کو اپنی 'مطلق آزادی' کے لئے ایک حقیقی خطرہ سمجھتے ہیں......اور ٹھیک ہی سمجھتے ہیں!

اب بھی مہلت باقی ہے!

سطورِ بالا میں اس قوم کے سامنے پیش کی جانے والی دونوں دعوتوں کے بعض نمایاں پہلوؤں کا موازنہ کیا گیا ہے جو ہمارا مدعا واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایک طرف وہ دعوت ہے جس کو سمیٹتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ: ﴿أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ یعنی ﴿یہ سب تو نارِ جہنّم کی طرف دعوت دیتے ہیں﴾ اور دوسری طرف وہ دعوت جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ: ﴿وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَى الْجَنَّةِ وَ

الْـمَـغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ﴾(ترجمہ:)﴿اور اللہ تو اپنی مہربانی سے جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے﴾۔
اب یہ فیصلہ اس خطے کے باسیوں نے کرنا ہے کہ وہ اپنی قومی زندگی کے اس نازک موڑ پر شیطان کی دعوت قبول کرتے ہیں یا رحمان کی دعوت؟ اہلِ ہواء کی دعوت یا اہلُ اللہ کی دعوت؟ امریکی غلامی تلے چلنے والے کفریہ نظام کی دعوت یا رب کی غلامی تلے چلنے والے شرعی نظام کی دعوت؟ آج، جبکہ ایک ہلاکت خیز سیلاب پورے ملک کو تہہ و بالا کئے دے رہا ہے......اس خطے میں بسنے والے کسی صاحبِ ایمان کے لئے یہ فیصلہ زیادہ مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اسے ''شریعت'' اور بس ''شریعت'' چاہیے......رب کی رحمت اور اس کی مغفرت چاہیے......آگ سے نجات اور جنت چاہیے! یقیناً وقت آگیا ہے کہ دل پگھلیں، آنسو بہہ پڑیں اور رب کے سامنے سجدے میں جا گرا جائے! وقت آگیا ہے کہ یہ قوم امریکہ اور اس کی غلام سیاسی جماعتوں، فوجی جرنیلوں اور سیاہ پوش ججوں سے امیدیں توڑ کر ایک اللہ سے ہی سب امیدیں وابستہ کر لے! یہ توبہ و استغفار کا وقت ہے! انفرادی و اجتماعی زندگی کا ازسرِ نو جائزہ لینے اور رب کی عظیم الشان طاقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مستقبل کی راہ چننے کا وقت ہے! ابھی بھی مہلت باقی ہے کہ درست فیصلہ کر لیا جائے، اس سے پہلے کہ زلزلے اور سیلاب کے بعد کوئی اور عذاب بھی ہم پر مسلط کر دیا جائے، ونعوذ باللہ من ذلک! اللہ ہمیں اور ہماری قوم کو درست فیصلہ کرنے کی توفیق دے، آمین!

مطلوبہ اقدامات

آج محض زبانی توبہ ہی مطلوب نہیں، بلکہ تلافیء مافات کے لئے اٹھنا ہوگا اور نفاذِ شریعت و اقامتِ خلافت کی جدوجہد میں مجاہدین کا ساتھ دینا ہوگا۔ آج اس معاشرے کے ہر مخلص مسلمان سے مطلوب ہے کہ وہ:

۱۔ اپنی ذات پر شریعت نافذ کرے۔ جو مسلمان بھی شرکیات و بدعات سے بچے، جماعت سے پنجگانہ نمازوں کا اہتمام کرے، فرائض کا پابند اور محرمات سے مجتنب رہے اور اپنے چہرے کو داڑھی کے نور سے معمور اور سر کو سیاہ عمامے کی سنت سے مزین کرے، وہ کفر کے حلق کا کانٹا اور جہاد کی مبارک تحریک کا جزو ہے۔

۲۔ اپنے گھر اور خاندان میں شریعت نافذ کرے۔ جو گھر بھی حلال کمائی پر سختی سے قائم رہے، زکوۃ پابندی سے ادا کرے، پردے کا مکمل اہتمام کرے، وراثت میں خواتین کو ان کا حصّہ دے، 'ٹی وی' کو

باہر نکال پھینکے، تلاوتِ قرآن سے آباد ہو اور بزرگوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، سبھی کے حقوق ادا کرے......وہ گھر بھی کفر کی یلغار کے خلاف ہمارا ایک مستحکم مورچہ ہے۔

۳۔ محلے کی مسجد کو آباد کرے۔ مسجد اسلامی معاشرے کا مرکز ہے۔اس مرکز کی مرکزی حیثیت بحال کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔پس محلے کے ہر ہر فرد کو پیار محبت سے مسجد میں لانے کی سعی کرنا، ائمہء مساجد کا وقار بحال کرنا، محلے کے اہلِ رائے افراد کا مسجد میں بیٹھ کر پورے محلے کو پابندِ شرع بنانے کے وسائل سوچنا، محلے کے مردو خواتین کی دینی تربیت کے ذرائع پر غور کرنا، محلے میں موجود منکرات کے خاتمے کی راہ نکالنا اور ہر وہ قدم اٹھانا جس سے مسجد مضبوط ہو، ائمہء مساجد کو قوت ملے اور پورا محلّہ مسجد کے گرد اکٹھا ہو......لازم ہے۔

۴۔ عدالتوں کا حتی الامکان بائیکاٹ کرے، اور اپنے فیصلے اور باہمی تنازعات قریب ترین دارالافتاء لے کر جائے۔ پھر مفتیانِ کرام کو شریعت کے موافق فیصلہ کرنے کا پورا اختیار بھی دے۔ یہ ایک قدم بھی اگر ایک عوامی تحریک کی شکل اختیار کر لے تو ان شاء اللہ یہ نفاذِ شریعت اور اقامتِ خلافت کی سمت ایک اہم پیش رفت ہوگی۔ نیز یہ قدم اس معاشرے کو موجودہ سیاسی قیادت کی بجائے علمائے کرام کے گرد جمع کرنے اور ایک اجتماعی جدوجہد کے لئے منظّم کرنے کا ذریعہ بھی بنے گا اور انہیں اس باطل نظام سے ٹکر لینے کی قوت بھی بخشے گا۔ یاد رکھیئے! جب تک ہم لوگ ۱۸ کروڑ 'افراد' کے طور پر منتشر رہیں گے، ہم اس نظام کو گرانے کے قابل نہیں ہوسکیں گے۔ جہاد کے لئے اجتماعی قوت درکار ہوتی ہے، جو تبھی میسر ہو سکے گی جب ہم علماء کو مضبوط کریں، ان کی حفاظت و پشت پناہی کریں اور ان کی قیادت تلے منظّم ہو جائیں۔

۵۔ ہر قسم کے سودی لین دین سے ہاتھ کھینچے اور نام نہاد اسلامی بینکوں سمیت ہر قسم کے بینکوں سے تعامل ختم کرے۔ یقیناً اس سارے عمل میں کچھ دشواریاں بھی پیش آئیں گی، لیکن جو شخص یہ ایمان رکھتا ہو کہ سود خور کے خلاف اللہ اور اس کے رسولؐ نے اعلانِ جنگ کر رکھا ہے، وہ کبھی بھی عارضی مصلحتوں کے لئے سودی لین دین پر تیار نہ ہوگا۔ پھر جب ایک بار معاشرے کے صالح عناصر یہ فیصلہ کر لیں کہ انہوں نے موجودہ سودی سرمایہ دارانہ نظام سے کسی قسم کا کوئی تعلّق نہیں رکھنا، تو وہ خود بخود خالص شرعی حل کے تلاش کی سنجیدہ کوششیں بھی شروع کر دیں گے۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی جگہ شرعی اقتصادی نظام کے قابلِ عمل نمونے سامنے لانا محض مجاہدین ہی کی ذمہ داری نہیں۔

مجاہدین تو اس بے سروسامانی کے ساتھ محض دفاعِ امت کا عسکری محاذ بھی سنبھال لیں تو بہت ہے۔ اس کام کے لئے تو معاشرے میں موجود علمائے راسخین اور صالح معاشی ماہرین کو سامنے آنا پڑے گا۔ پھر ان کے پیش کردہ شرعی حل کو نافذ کرنے کے لئے درکار عملی قوت ان شاء اللہ مجاہدین فراہم کریں گے۔ (یہی معاملہ تعلیم اور دیگر شعبوں کے لئے بھی ہے کہ ان کے اسلامی حل پیش کرنے کے لئے معاشرے کے تمام دیندار طبقات کو اپنا حصّہ ڈالنا ہوگا۔ مجاہدین ۴۲ ملکوں سے جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ سارے محاذ تنہا نہیں سنبھال سکتے، اِلا اَن یشاء اللہ غیر ذلک)

٦۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرعی فریضے کو پہچانے اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے مقدور بھر تیاری بھی کرے اور مناسب تدابیر بھی اختیار کرے۔ کفریہ نظام تلے ایک طویل عرصہ گزارنے کے سبب آج ہمارے معاشرے سے منکرات کی نفرت اٹھتی چلی جارہی ہے اور ہم میں سے بیشتر نے خود کو اسی گندے ماحول میں رہنے کا عادی بنالیا ہے۔ آج اس بے حسی کو توڑنے، مداہنت سے باز آنے، احکاماتِ الٰہی کی پامالی پر تڑپ اٹھنے اور منکرات سے جا ٹکرانے کی ضرورت ہے۔ نیز اس فریضے کی ادائیگی کے لئے دوسروں کو بھی تیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اجتماعی قوت میسر آسکے جس کے بل پر بزور بھی منکرات مٹائی جاسکیں۔ خوب سمجھ لیجئے! منکرات کے اس طوفان میں وہی شخص اپنا ایمان بچا سکے گا جو دفاع سے آگے بڑھ کر جارحانہ روش اختیار کرے اور یہ عزم کرلے کہ اس نے اپنے گھر، اپنے محلے، اپنے بازار اور اپنے شہر میں موجود کسی منکر سے چشم پوشی نہیں برتنی، بلکہ اس کو مٹانے کے لئے جو تدبیر بھی مناسب ہو وہ ضرور اختیار کرنی ہے۔ دینی تنظیمات اور مجاہدین کے مجموعات کو بھی اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی اجتماعی قوت بروئے کار لاتے ہوئے کس طرح اپنے اردگرد پھیلی منکرات کو مٹانے کا فریضہ ادا کرسکتے ہیں۔ کئی مرتبہ کسی وسیع تر جدوجہد میں مصروفیت اس نہایت اہم دینی فریضے سے غفلت کا باعث بن جاتی ہے۔

۷۔ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہو۔ اس معاشرے کا جو فرد بھی میدانِ جہاد میں پہنچنے کی قدرت رکھتا ہے اور کوئی شرعی عذر اس کے رستے میں حائل نہیں، اس سے سب سے اہم مطلوبہ قدم یہی ہے کہ وہ بنفسِ نفیس میدان میں پہنچے۔ اس وقت کسی دوسرے فرض کی ادائیگی جہاد وقتال میں عملی شرکت کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ پھر جو شخص اس کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ اپنے اموال سے جہاد کی نصرت کرے، اپنے اہل وعیال کو

جہاد کے لئے تیار کرے، جہاد کی دعوت عام کرے، امریکی تسلط کے سامنے سر جھکانے سے اعلانیہ انکار کرے، امریکی غلاموں سے برأت کا اظہار کرے، مجاہدین کو پناہ گاہیں فراہم کرے، انہیں دشمن کی خبریں، کارآمد معلومات اور مفید مشورے دے......اور ہر نماز کے بعد ان کے لئے دعا کرے۔ غرض قافلۂ جہاد میں شمولیت کی کوئی نہ کوئی راہ ضرور ڈھونڈے۔

''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟''

اگر ساٹھ سال شیطان کی اطاعت اور ربِ کریم کی نافرمانی کے بعد بھی ہم سچّی توبہ کرلیں اور شریعت کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں نافذ کرنے کا سنجیدگی سے آغاز کردیں......تو رب تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وہ تو ہمیں مخاطب کر کے دلوں میں اتر تا یہ لطیف سا سوال ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝﴾
(النسآء:۱۴۷)

''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم (اس کا) شکر ادا کرو اور (اس پر) ایمان لے آؤ۔ اور اللہ تو بڑا قدر شناس اور جاننے والا ہے''۔

اللہ ہمیں شکر گزاری کی روش اختیار کرنے اور ''شریعت یا شہادت'' کو اپنا نصب العین بنانے کی توفیق دے، آمین!

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین!

من یشتري لهو الحدیث

عصرِ حاضر میں جدید ذرائع ابلاغ کا مکروہ کردار

اور ہماری ذمہ داریاں

محمد مثنّٰی حسّان

الحمدللّٰه والصلٰوة والسلام علی رسول اللّٰه، وبعد:

صراطِ مستقیم اور سبلِ شیاطین

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے ایک احسانِ عظیم یہ ہے کہ اس نے شیطان اور اس کے کارندوں کی پھیلائی ہوئی کفر وضلالت کی ظلمتوں اور فسق وجہالت کی تاریکیوں میں اپنے بندوں کے لئے رشد وہدایت کا انتظام کر دیا اور حق کو باطل سے چھانٹ کر علیحدہ کر کے رکھ دیا...... **قد تبین الرشد من الغي!** اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے صراطِ مستقیم کو تا قیامت روشن کر دیا تا کہ امتِ مسلمہ گمراہیوں کے رستوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے محفوظ رہے اور حق کی اتباع سے دنیا وآخرت کی فوز وفلاح کو اپنا مقدر کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوا دیا:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الأنعام: ١٥٣)

’’اور یقیناً یہ میرا راستہ سیدھا (راستہ) ہے لہٰذا تم اسی کی پیروی کرو اور تم دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو، کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔ اللہ نے تمہیں اس کی تاکید کی ہے تا کہ تم پرہیز گاری اختیار کرو‘‘۔

مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’خط رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خطًا بیده، ثم قال ’’هذا سبیل اللّٰه مستقیما‘‘. وخط علی یمینه وشماله، ثم قال ’’هذه السبل لیس منها سبیل إلا

عليه شيطان يدعو إليه''.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے (زمین پر) ایک لکیر کھینچی اور پھر فرمایا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ اور پھر اس کے دائیں اور بائیں جانب لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ (گمراہی کے) راستے ہیں اور ہر ایک پر شیطان بیٹھا اس راستے کو اختیار کرنے کی دعوت دے رہا ہے''۔

(ذكره الطبري والسمرقندي والنسفي وغيرهم، واللفظ لابن كثير)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے دینِ اسلام کو مختص فرمایا اور پھر اس ہدایت کے سرچشموں کو بھی واضح کر دیا۔ اب جو شخص بھی ان چشموں سے سیراب ہوگا تو وہ ہدایت پا جائے گا اور جو انھیں چھوڑ کر دوسرے مصادر اپنائے گا تو وہ یقیناً سبلِ شیاطین کا رہرو بن کر صراطِ مستقیم سے کج رو اور دین سے گمراہ ہو جائے گا۔ امام ابولیث سمرقندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''**﴿فتفرق بكم عن سبيله﴾ يعني: فيضلكم عن دينه''.**

''﴿وہ تمہیں اللہ کے راستے سے علیحدہ کر دیں گے﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہیں دین سے گمراہ کر دیں گے''۔

(بحر العلوم؛ سورة الانعام، آية ۱۵۳)

اس آیت میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ حق کا راستہ صرف ایک ہی ہے...... جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک اور اپنے نبی ٔ محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے منور کر دیا ہے اور جسے سیرتِ نبویؐ اور نقوشِ صحابہؓ واسلافؒ نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ اس ایک راستے کے سوا ہر دوسرا راستہ شیطان ہی کا راستہ ہے، **وماذا بعد الحق إلا الضلال۔**

جدید ذرائع ابلاغ اور ان کا کردار

اس تمہید کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں جدید ذرائع ابلاغ کیا کردار ادا کر رہے ہیں اور اس کے امتِ مسلمہ پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟ تمہید کا مدعا یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ کسوٹی اور میزانِ حق کو سامنے رکھتے ہوئے ذرائع ابلاغ کے کردار کو پرکھیں، اور بنظرِ غائر دیکھیں کہ یہ ذرائع ابلاغ کس طرح سبلِ شیاطین کا کام دیتے ہوئے امت کو صراطِ مستقیم سے دور اور گمراہی کے دلدل میں دھکیلتے چلے جا رہے ہیں؟

ابتداً ہم یہ بھی وضاحت کرتے چلیں کہ اس مضمون میں ہم اِن ذرائع ابلاغ کی تخصیص وتبعیض نہیں کریں گے، یعنی الیکٹرونک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا...... مغربی ہو یا مشرقی، سرکاری نشریاتی ادارے ہوں یا غیر سرکاری...... صحافتی ہوں یا ثقافتی...... سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ لہٰذا ہم ان سب کو ایک ہی عصائے شریعت سے ہانکیں گے۔

"لھو الحدیث" اور "أحسن الحدیث"

اپنی گفتگو کو مزید آگے بڑھانے سے پہلے ہم سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مختصر سا مطالعہ بھی کرتے چلیں تا کہ اس کی رہنمائی میں ہمیں اِس دور کے جدید ذرائع ابلاغ کا کردار سمجھنے میں آسانی رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ہمیں خبر دیتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (لقمان: ٦)

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو لہوالحدیث خریدتے ہیں تا کہ وہ (دوسروں کو) علم کے بغیر اللہ کی راہ سے گمراہ کریں اور اس کا مذاق اڑائیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کن عذاب ہے''۔

کتبِ تاریخ اور کتبِ تفسیر کے صفحات میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام وتوحید کی دعوت کھلے بندوں دینی شروع کی اور معاشرے سے باطل کو ختم کرنے کے لئے صحیفۂ ہدایت 'قرآنِ مجید' کی روشنی کو عام کرنے کی جدوجہد کا آغاز کیا تو معاشرے میں ایک کشمکش کی ابتداء ہوگئی۔ اہلِ مکہ میں سے کچھ افراد نے بڑھ کر اس 'احسن الحدیث' (قرآن) کی دعوت کو قبول کیا اور کفر وشرک کی گندگی سے خود کو نکال کر اللہ مالک الملک کی ہدایت کو اپنے لئے مشرب بنایا۔ ایسے میں معاشرے کے سوادِ اعظم نے انکار کیا اور باطل پر قائم رہتے ہوئے مخالفت شروع کردی۔ تاہم جب انھوں نے دیکھا کہ حق کی دعوت تو رو کے نہیں رک رہی اور پھیلتی ہی چلی جارہی ہے تو انھوں نے اپنے میں سے ایک شقی الفطرت اور خبیث النفس بندے کو منتخب کیا کہ وہ اس 'احسن الحدیث' کی دعوت کے راستے میں باطل کا بند باندھنے کا انتظام کرے۔ یہ شخص نضر بن حارث تھا۔ وہ پہلے شام وفارس گیا اور وہاں سے عجمیوں کے قصے اور رستم، بہرام، اسفندیار، اکاسرہ اور شاہانِ حیرہ کی کہانیاں اپنے ساتھ لے آیا۔ پھر اس نے مکہ میں گانے

بجانے والیوں کا مجمع اپنے ساتھ لے لیا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رب کا کلام سناتے اور ہدایت کی باتیں بتاتے تو نضر بن حارث رقص وسرور کی محفلیں منعقد کرتا، لوگوں کو گانے سنواتا، عجمیوں کے قصوں سے محظوظ کرتا اور شراب وکباب کا دور چلاتا۔ لوگوں سے کہتا:

"هذا خير مما يدعوك إليه محمد من الصلاة والصيام وأن تقاتل بين يديه".

"یہ سب کچھ جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس نماز، روزے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دفاع میں قتال سے بہتر اور اچھا ہے جس کی طرف تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیتے ہیں"۔

(الدر المنثور لجلال الدين السيوطي؛ سورة لقمان، آية ٦، والكشاف أيضًا)

یوں اس نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام، نبی علیہ السلام اور صراط مستقیم کی بجائے اس کارندۂ شیطان کی مجلسوں میں بیٹھتے اور سبیلِ شیطان اختیار کر لیتے۔ نضر بن حارث کی ان مجلسوں اور قصوں کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت میں مسلمانوں کو خبردار کیا، اِنھیں **لهو الحديث** کہا اور بتایا کہ اس کا مقصد اللہ کے راستے 'صراط مستقیم' سے مسلمانوں کو روکنا ہے۔

(أنظر بحر العلوم، جامع البيان، الدر المنثور، الكشاف، سيرة ابن هشام، البداية والنهاية وغيرها)

پھر یہی نضر بن حارث تھا جو اپنے انھی کرتوتوں کے سبب بالآخر اپنے انجام کو بھی جا پہنچا۔ کتبِ سیرت میں درج ہے کہ جب غزوہ بدر میں مسلمانوں نے ستر (۷۰) مشرکین کو قید کر لیا تھا تو ان میں نضر بن حارث بھی تھا۔ ایسے میں جبکہ باقی قیدیوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

(سيرة ابن هشام وغيرها)

جدید ذرائع ابلاغ......دورِ حاضر کا لهو الحديث

گزشتہ سطور میں جس **لهو الحديث** کا تذکرہ ہوا...... یقیناً ہر سلیم الفطرت مسلمان کے لئے آج کے دور میں جدید ذرائع ابلاغ کے ساتھ اس کی مماثلت کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ وہ تمام قبیح افعال جو نضر بن حارث نے سرانجام دیئے، آج ذرائع ابلاغ ان میں سے ہر ایک کام اس سے کئی گنا بڑھ کر انجام دے رہے ہیں۔ تاہم پھر بھی ہم چیدہ چیدہ نکات اور مثالوں کے تحت ان کے کردار پر روشنی ڈالتے ہیں تا کہ حقیقت پوری طرح آشکار ہو جائے۔

کفار کی فکری وتہذیبی جنگ کا اہم ترین ہتھیار؛ ذرائع ابلاغ

عصرِ حاضر میں برپا معرکہ ٔ ایمان و مادیت اور کشمکشِ حق و باطل کا فکری محاذ اہلِ کفر کی جانب سے بڑی حد تک ذرائع ابلاغ اور نشریاتی اداروں نے سنبھال رکھا ہے۔ دراصل آج کفارِ مغرب کا سیاسی وعسکری غلبہ پورے جوبن پر ہے اور مسلمانوں کے بیشتر علاقے ان کے زیرِ تسلط ہیں۔ تاہم وہ جانتے ہیں کہ یہ جزوی فتح ہے...... قالب فتح کر لینے کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ قلوب بھی فتح ہو گئے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ جزوی فتح وقتی و عارضی ہی ہے اور تاریخ کے اوراق ان پر عیاں ہیں کہ ایسی ہر فتح کے بعد مسلمانوں نے اپنے دلوں میں موجود ایمان و اسلام کی قوت سے دوبارہ انھیں شکست دے کر کفر کو مغلوب کیا ہے۔ وہ صلیبی جنگوں میں فتوحات کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی برستی تلوار اور بیت المقدس کی دوبارہ بازیابی کو نہیں بھولے، نہ ہی بادشاہِ بازنطین کے تسلط کے بعد خلافتِ عثمانیہ کے تاجدار سلطان محمد فاتح کی فتحِ قسطنطنیہ کو بھلا پائے ہیں۔

لہٰذا اس دفعہ کفار اپنے عالمگیر غلبے کو مستحکم کرنے کے لئے مسلمانوں کے قالب کے بعد ان کے دلوں کو بھی مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے اہداف میں سے اہم ترین ہدف 'مسلمانوں کے دلوں میں سے اسلام کو کھرچ نکالنا اور دجل کا سہارا لیتے ہوئے دین و ثقافتِ اسلام ہی کو بدل ڈالنا' ہے۔ یہی ان کی فکری جنگ کا عنوان ہے اور اس میں ان کا اہم ترین ہتھیار جدید ذرائع ابلاغ ہیں۔ آج یہ ادارے اسی ہدف کی تکمیل کا کام بطریقِ احسن اور بہت سرعت سے انجام دے رہے ہیں جبکہ ہم مسلمان اپنی سادہ لوحی کے سبب بہت آسانی سے ان کے دامِ فریب میں پھنستے چلے جا رہے ہیں۔

☆ مغربی تہذیب وتصورات اور مغرب کی اقدار کا پھیلاؤ

ملاحظہ کیجئے کہ وہ تمام شرکیہ تصورات جو مغرب میں رائج ہیں اور ان کی دجالی تہذیب کا شاخسانہ ہیں، کس طرح ہمارے معاشروں میں فروغ پا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر تہذیبِ مغرب کی بنیادی تین اقدار یعنی 'آزادی'، 'مساوات' اور 'ترقی' کو ہی لے لیتے ہیں۔ سابقہ دو دہائیوں میں مسلم معاشروں میں بہت تیزی سے ان کا غلغلہ اٹھا ہے اور اب گلی گلی میں یہ دعوت عام ہو چکی ہے، اور بچہ بچہ ''جیسے چاہو جیو'' کے فلسفے سے واقف ہے۔ یہ سب ذرائع ابلاغ ہی کا کارنامہ ہے۔ بھانت بھانت کی وہ تنظیمیں اور این جی اوز جنھیں مغرب ہمارے یہاں درآمد کرتا ہے تاکہ بطورِ 'مشنری مبلغین' یہ مسلمانوں میں اس کا ناسور

پھیلائیں......انھی ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام الناس تک رسائی حاصل کرتی ہیں۔یہی نشریاتی ادارے ایسی تمام کانفرنسوں،سیمیناروں اور مذاکروں کو......جن میں 'روشن خیالی' اور 'اعتدال پسندی' کا درس دیا جاتا ہے......عام مسلمانوں کے سامنے خوشنما بنا کر پیش کرتے ہیں اور یوں ہمارے دلوں کو ان سے مسحور کرتے ہیں۔

یہی معاملہ مغربی اصطلاحات کا بھی ہے۔کفار ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہی انھیں ہمارے معاشروں میں ٹھونسنے کا کام لے رہے ہیں۔مثال کے طور پر صرف 'انسانی حقوق' اور 'جمہوری روایات' ہی کی اصطلاحات کو دیکھ لیجئے،آج ہر ایک نشریاتی ادارہ اور ہر ایک جریدہ واخبار انھی کا راگ الاپتا نظر آتا ہے۔انھی کی بدولت یہ اصطلاحات ہم میں عام ہو گئی ہیں جبکہ ان کا ہم سے اور ہمارے دین سے کوئی تعلّق نہیں۔

☆مرعوبیتِ کفار

کفار کی فکری جنگ ہی کے تسلسل میں ایک اہم خدمت جو ذرائع ابلاغ انجام دے رہے ہیں؛ وہ یہ ہے کہ یہ ادارے مسلمانوں میں کفار کی مرعوبیت پیدا کر رہے ہیں۔اس ایک بات کے بھی ہمہ پہلو اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

ا۔پہلا اثر عسکری لحاظ سے یہ ہو رہا ہے کہ مسلمان امریکہ ومغرب کی طاقت سے مرعوب ہو رہے ہیں اور ان سے کفر واسلام کی جنگ میں کفار سے مقابلے کا حوصلہ چھینا جا رہا ہے۔مسلمان خود کو ان کے مقابلے میں نہایت کمزور تصور کرنے لگے ہیں۔یہ بہت بڑی خدمت ہے جو ذرائع ابلاغ کفار کے لئے انجام دے رہے کہ مسلمانوں میں 'ارادۂ جنگ' ہی کو ختم کر دیا جائے۔اس کے لئے مغرب کی جنگی صلاحیتوں پر دستاویزی فلمیں بنائی جاتی ہیں اور دوسری جانب مسلمان مجاہدین کی بے سروسامانی کو حقارت سے دکھایا جاتا ہے۔نیز یہ سب کچھ اس تکرار سے کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ذرائع ابلاغ کے اس زہریلے اثر کو سمجھنے کے لئے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو نیویارک اور واشنگٹن پر مجاہدین کے مبارک حملوں کی مثال ہی کافی ہے۔ذرائع ابلاغ نے مغرب کو ایسا ناقابلِ تسخیر بنا کر پیش کیا ہے کہ گویا کسی میں بھی ان سے لڑنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں۔یہی وجہ ہے کہ امتِ مسلمہ کی اکثریت ان حملوں کو مسلمانوں کا کارنامہ کہنے کی بجائے یہودی سازش کا نام دیتی ہے،کیونکہ یہ سوچنے کی صلاحیت ہی ان سے سلب ہو گئی ہے کہ مسلمان بھی اس قدر جرات وطاقت رکھ سکتے ہیں کہ وہ امریکہ کو امریکہ میں ہی

نشانہ بنالیں۔

۲۔ دوسرا اثر فکری لحاظ سے یہ ہورہا ہے کہ مسلمانوں کے اذہان سے عداوت ونفرتِ کفار (البغض في الله) کا مسلّمہ عقیدہ مٹتا جارہا ہے۔مسلمانوں کے دلوں میں ان کی نفرت ختم ہوتی جارہی ہے اورالٹا ان کے لئے احترام کا جذبہ پیدا ہورہا ہے۔اب مسلمان انھیں اپنے دشمن کے طور پر نہیں دیکھتے، بلکہ غیر شعوری طور پر ان کی مادی، عسکری اور سائنسی برتری کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے جارہے ہیں۔

۳۔ تیسرا اثر عملی لحاظ سے یہ ہورہا ہے کہ مسلمان کفار کی تہذیب اور ان کی اقدار کو اپنا رہے ہیں۔وضع قطع سے لے کر بود و باش کے تمام طور طریقوں تک میں کفار کی مشابہت کا مرض بڑے پیمانے پر ہمارے نوجوانوں میں پھیلتا جارہا ہے، اپنے اسلاف واکابر کے طرزِ رہن سہن کو دقیانوسی گردانا جارہا ہے اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے معاشروں کی پوری فضا تبدیل ہوگئی ہے۔جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے تا قیامت نمونۂ عمل پیش کرنے کے لئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا تھا:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَامَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ (طه: ١٣١)

''اور اے نبی! ان چیزوں کی طرف آپ اپنی نگاہیں اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے زندگانیٔ دنیا کی آرائش کے لئے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہیں تاکہ ہم انھیں ان کے ذریعے آزمائیں، اور آپ کے رب کا رزق بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے''۔

اسی ایک مضمون کی بہت سے آیات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں تاکہ مسلمانوں میں کفار سے مرعوبیت کا مرض پنپنے بھی نہ پائے۔

☆ حبِ دنیا کی افزائش اور معیارِ زندگی پر اثرات

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مسلمانوں کو بارہا تنبیہ فرمائی ہے کہ ان کے قلوب ہر دم 'حبِ دنیا' کے مرض سے محفوظ رہیں...... کیونکہ اگر فقط یہ ایک مرض کسی قلبِ مسلم میں جاگزیں ہوجائے تو وہ از خود دیگر کئی امراض میں مبتلا ہوجاتا ہے۔حبِ دنیا کی ایک برائی مسلمان سے باقی تمام برائیوں کے مقابلے میں قوتِ مدافعت سلب کرلیتی ہے۔اس کے بالعکس آخرت کا تصور ہر قسم کی خیر کا موجب ہوتا ہے اور مسلمان کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حبِ دنیا کو قرآن مجید میں بالخصوص

یہود اور بالعموم دیگر کفار کی صفت کے طور پہ بیان کیا اور آخرت کی محبت وفکر کو مسلمانوں کا خاصہ بتایا۔

اب جہاں تک ذرائع ابلاغ کا تعلّق ہے تو چونکہ یہ کفار کے ہاتھ کے کھلونے ہیں......اس لئے ہر ممکن طریقے سے یہ مسلمانوں میں حبِ دنیا کے مرض کو پھیلا رہے ہیں۔اسے سمجھنے کے لئے صرف ان کے نشر کردہ اشتہارات ہی پر غور کرتے ہیں۔ان اشتہارات کے ذریعے مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ مارکیٹ میں آنے والی نئی سے نئی 'پروڈکٹ' کو آزمائیں اور ان کو اس دلکش انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہیں۔کہیں ''دل ہے تو مانگو اور'' اور کبھی ''آپ کے اپنے گھر کی ضرورت'' کے خوشنما جملوں کے ذریعے تارِ فریب بچھایا جاتا ہے۔

ان کے اثرات کا بھی کئی پہلوؤں سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ایک جانب ان سے مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام مستحکم ہوتا ہے اور مسلمانوں کا بیشتر مال کفار کے بینکوں میں جا پہنچتا ہے۔دوسری جانب مسلمانوں میں دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے، دنیا کی جانب رغبت بڑھتی ہے اور ان کی زندگیوں میں تعیش کا سامان بڑھتا چلا جاتا ہے۔یوں مسلمانوں کا معیارِ زندگی......مغرب کی اصطلاح میں......بہتر ہوجاتا ہے اور بندۂ مومن کی نگاہ سے دیکھیں، تو دین سے اعراض میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے، **فیا أسفٰی!**

دین کی جدید تعبیر اور ذرائع ابلاغ بطورِ مصدرِ دین

کفارِ مغرب کی فکری جنگ کا ہدف جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں......اس کے حصول کی ایک کڑی یہ ہے کہ باطل و جہالت کو اس دجل کے ساتھ پیش کیا جائے کہ وہی حق نظر آئے۔نیز خیر وشر کے معیار کو ہی بدل ڈالا جائے، اس طرح کہ اسے دین کی سند بھی مل جائے۔آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ دین کی جدید تعبیر کی جائے۔گمراہی کے فروغ اور باطل کی جیت کے لئے یہ موثر ترین حربہ ہے۔اب ظاہر ہے کہ دین کو جدید تعبیر دینے کے لئے مصادرِ دین بھی از خود بدل جائیں گے کیونکہ دینِ اسلام کے اپنے مصادر کے ذریعے تو ایسا ہونا ممکن ہی نہیں۔

آج کے دور میں مسلمانوں میں دین کی جدید تعبیر کو متعارف کرنے کے لئے بھی کفار کا بنیادی ہتھیار یہی ذرائع ابلاغ ہیں۔افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ ادارے اپنے اس مکر وکید میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں اور اب ہم میں سے بیشتر افراد اسی مصدر سے حق کو تلاش کرتے ہیں۔جو کچھ ذرائع ابلاغ دکھائیں اور سنائیں اسے بلا چون و چرا حق تسلیم کرلیا جاتا ہے...... یہ کہتے ہوئے کہ یہ تو آزاد صحافت

کرتے ہیں، سچ ہی دکھاتے ہیں۔

افسوس کہ یہ معاملہ صرف احوال کی خبروں تک محدود نہیں بلکہ ہمارے یہاں انھی نشریاتی اداروں اور اخبارات و جرائد میں بولنے اور لکھنے والے افراد دین کے معاملات میں بھی اپنی بے لگام زبانوں کو حرکت دینا اپنا حق سمجھتے ہیں اور پھر ان کی باتیں ہمارے یہاں دین کا درجہ بھی حاصل کر لیتی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ فساد کا باعث ٹاک شوز اور وہ پروگرامات ہیں جنھیں اسلامی رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان ٹاک شوز میں اکثریت ایسے لوگوں کی مدعو کی جاتی ہے کہ جن کا دین سے بعید کا تعلّق بھی نہیں ہوتا اور کچھ ایسے افراد کو بھی دعوت دی جاتی ہے جو وضع قطع میں باشرع ہوں۔ پھر سیاست و حالاتِ حاضرہ سے لے کر عقائد و عبادات اور دعوت و جہاد ایسے دینی موضوعات تک پر چہ میگوئیاں اور موشگافیاں کی جاتی ہیں۔ ایسے میں پرویز ہود بھائی جیسے ملحد لوگ ہمارے مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ اس دور میں زندگی کیسے گزارنی چاہیے اور جسٹس جاوید اقبال کی طرح کے افراد ہمیں اس عہد میں دین کی جدید تعبیر اور اجتہاد کرنا سکھلاتے ہیں۔ زید حامد کو بلایا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو سکھائے کہ جہاد کیا ہوتا ہے اور کیسے اور کس کے خلاف کیا جاتا ہے۔ اور پھر دینِ خالص سے مسلمانوں کو روشناس کرانے کے لئے غامدی جیسے جدت پسند 'اسکالرز' آتے ہیں اور اپنی لن ترانیوں کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے میں یہ ان نشریاتی اداروں ہی کی چال ہوتی ہے کہ اپنے پروگرامات میں کسی سیدھے سادھے باشرع فرد کو دیگر بدباطن وفاسق لوگوں کے درمیان بٹھا دیا جاتا ہے تا کہ اس کی اچھی بات کو بھی یوں پیش کیا جائے کہ جیسے نقار خانے میں طوطی کی آواز ہو اور مسلمان اس کی بجائے دوسروں کی بوقلمونیوں میں ہی سر دھنیں۔ یہ تو نشریاتی اداروں کے کمالات ہیں جبکہ اخبارات و جرائد کا کردار تو اس پر مستزاد ہے۔ اپنے کالموں اور مضامین کے ذریعے مسلمانوں کے ذہنوں میں ایسا زہر گھولا جاتا ہے کہ الامان!

اس پورے منظرنامے پر غور کیجئے اور پھر اپنے حالات، اپنے معاشرے کی صورتحال اور معظم طبقے کے معمولات و تصورات کو دیکھئے! آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ کیسے غیر محسوس انداز میں ہمارے یہاں دین کا مصدر تبدیل ہو رہا ہے اور اس کے نتیجے میں عصرِ حاضر کی 'جدیدیت' (یعنی 'جہالت') کے موافق دین کی ایک نئی تعبیر ہم میں متعارف ہو رہی ہے۔ پھر ذرا اس حدیثِ مبارکہ کا مطالعہ بھی کیجئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آخر الزمان کے فتنوں سے خبردار کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:

”سَيَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ يُصَدَّقُ فِيْهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيْهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيْهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيْهَا الْاَمِيْنُ وَيَنْطِقُ فِيْهَا الرُّوَيْبِضَةُ. قِيْلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: الرَّجُلُ التَّافِهُ (يَتَكَلَّمُ) فِيْ اَمْرِ الْعَامَّةِ“.

”لوگوں پر ایک شدید دھوکے باز زمانہ آنے والا ہے جب جھوٹے کو سچّا اور سچّے کو جھوٹا گردانا جائے گا، جب خائن امانت دار اور امانت دار خائن قرار پائے گا اور اس وقت رُویبِضہ گفتگو کریں گے“۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رُویبِضہ سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ بیوقوف آدمی جو عوام الناس کے معاملات میں گفتگو کرے“۔

(سنن ابن ماجه؛ كتاب الفتن، باب شدة الزمان، ومسند أحمد)

اور بعض روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویبضہ کا مطلب یہ بیان کیا:

”الفويسق يتكلم في أمر العامة“.

”وہ فاسق جو عوام الناس کے معاملات میں گفتگو کرے“۔

(مسند أحمد ومسند أبي يعلى)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة“.

”جب امور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں جو اس کے (قطعاً) اہل نہیں تو تم قیامت کا انتظار کرنا“۔

(صحيح البخاري؛ كتاب العلم، باب من سئل علما وهو مشتغل في حديثه......)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”......المراد به جنس الأمور التي تتعلق بالدين كالخلافة والقضاء والإفتاء ونحو ذلک“.

”......اس سے دین سے متعلّق جملہ امور مراد ہیں جیسے خلافت، عدالت، افتاء اور اسی طرح کے دیگر امور“۔

اور ایسا کیونکر ہوگا تو اس کی وجہ علامہ عینی رحمہ اللہ یوں بیان کرتے ہیں:

''وهذا إنما يكون إذا غلب الجهل وضعف أهل الحق عن القيام به''.

''اور ایسا تب ہوگا جب جہالت غالب آ جائے اور اہلِ حق حق کو قائم کرنے سے عاجز ہو جائیں''۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري؛ كتاب العلم، باب من سئل علما وهو مشتغل في حديثه......)

اب جبکہ یہی ذرائع ابلاغ حق جاننے اور دین سمجھنے کے مصادر بنتے جا رہے ہیں تو انھوں نے خیر کو شر اور شر کو خیر بنا ڈالا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جھوٹے کو سچّا اور سچّے کو جھوٹا گردانا جا رہا ہے۔ آج مجاہدینِ امت کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے جبکہ امتِ مسلمہ کے غدار اس کے محسن بنا کر پیش کئے جا رہے ہیں۔

نیز ان اداروں کے سبب مسلمانوں کے معاملات اب دین سے بری فاسق افراد کے ہاتھ میں چلے گئے ہیں۔ ایسے بدکار لوگ ہی مسلمانوں کی رہنمائی کے مناصب پر فائز ہو گئے ہیں اور ٹاک شوز میں آ کر مسلمانوں کے معاملات...... مذہب سے لے کر سیاست تک میں...... گفتگو کرتے ہیں۔ ان کی بدولت آج 'جہالت وضلالت'......حق کا غازہ رخ پہ ملے...... مسلم معاشروں میں پھیلتی چلی جا رہی ہے اور اہلِ حق کے لئے حق کو قائم کرنا دشوار تر ہوتا چلا جا رہا ہے، والعیاذ باللّٰہ۔

شعائرِ اسلام کا مذاق اور استہزاء

ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے کفار ایک خدمت یہ لے رہے ہیں کہ مسلمانوں میں سرِ عام شعائرِ اسلام اور حدود اللّٰہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور ان کی تحقیر کی جا رہی ہے۔ آج یہ ادارے 'شعیب منصور' جیسے لادینوں کی سرکردگی میں ''خدا کے لئے'' جیسی فلمیں بناتے ہیں اور پھر مسلمانوں کو دکھاتے ہیں کہ 'داڑھی میں اسلام نہیں'، 'جہاد تو فساد ہے'، اور 'موسیقی تو مسلمانوں کی تہذیب ہے'، **ونعوذ باللّٰه من ذلك**۔ آئے روز ایسی فلموں اور ڈراموں کے ذریعے داڑھی، جہاد اور پردے کا استہزاء کیا جاتا ہے، اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ سیکولر صحافی و دانشور اور این جی اوز کے کارندے ان شعائر کو مولویوں کی تنگ نظری اور دقیانوسی سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر اسی پر اکتفاء نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر حدود اللّٰہ کی توہین کی جاتی ہے۔ نشریاتی ادارے ایسی جعلی فلمیں بنا کر نشر کرتے ہیں جس میں کسی لڑکی کو کوڑے مارے جا رہے ہوں اور وہ چیخ و پکار کر رہی ہو یا کسی کا چوری کے سبب ہاتھ کاٹا جا رہا ہو۔ پھر انھیں موضوعِ بحث بناتے ہوئے ببانگِ دہل حدود اللّٰہ اور شرعی سزاؤں کا استہزاء کیا جاتا ہے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ سب قبیح ترین افعال مغرب میں نہیں، بلکہ خود مسلم معاشروں میں

ہو رہے ہیں تاکہ عامۃ المسلمین کو شعائرِ اسلام اور حدود اللہ سے برگشتہ کیا جائے اور ان کے لئے اسلام کو اتنا پیچیدہ بنا دیا جائے کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کفار کی مرضی کا 'ماڈریٹ اسلام' قبول کرلیں اور چودہ صدیوں پہلے نازل ہونے والے اسلام کو اپنے لئے عیب سمجھنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان اداروں کے شرور سے محفوظ رکھیں، آمین!

درحقیقت دین کے شعائر و شرائع کے استہزاء کا معاملہ اتنا ہلکا نہیں کہ ہمارے معاشروں میں سرِ عام یہ سب کچھ ہو اور ہم پرواہ بھی نہ کریں، بلکہ یہ معاملہ تو اتنا خطیر ہے کہ اگر کوئی مسلمان دین کے کسی حکم کا استہزاء کرے تو وہ مسلمان نہیں رہتا بلکہ کافر ہو جاتا ہے۔ امام جصاصؒ سورہ توبہ کی آیت ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ﴾ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"ودل أيضا على أن الإستهزاء بآيات الله وبشيء من شرائع دينه كفر من فاعله".

"یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور دین کے کسی چھوٹے سے حکم کا استہزاء کرنے والا بھی کفر کا مرتکب ہوتا ہے"۔

(أحكام القرآن لأبي بكر الجصاص)

شہوات و محرمات کی تشہیر

اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں شیطانِ لعین کی خصلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾ (النور: ۲۱)

"اے ایمان والو! تم شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو، اور جو شخص شیطان کے قدم بہ قدم چلتا ہے تو وہ تو (ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور برائی ہی کرنے کو کہے گا"۔

گناہوں اور محرمات کا پھیلاؤ اور فحاشی و شہوات کی تشہیر شیطان کا اہم ترین حربہ ہے، اور یہ بات سب پر عیاں ہے کہ آج مسلم معاشروں میں یہ کام شیطان اپنے ابلاغی اداروں ہی سے کروا رہا ہے۔ آج کسی بھی لمحے کوئی بھی نشریاتی چینل دیکھا جائے تو خود آپ کے کان اور آنکھیں اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ کے دل پر اس کے کس قدر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کوئی بھی چینل دیکھتے ہوئے بہت ہی کم لمحات

ایسے ہوں گے جن میں آپ کے کانوں میں موسیقی نہ جائے اور آپ کی آنکھیں کسی بے پردگی کا شکار نہ ہوں۔ مسلم معاشروں میں گناہوں کی اتنی تشہیر کا ایک عجیب آلہ 'ذرائع ابلاغ' کی صورت میں شیطان کے ہاتھ آ گیا ہے۔ افسوس کہ اس کے ذریعے آج ہر مسلم گھرانے میں گناہوں کا دروازہ کھل چکا ہے اور شیطان نے ہمارے دیندار حضرات کے گھروں تک بھی رسائی حاصل کر لی ہے۔

پھر معاشرتی سطح پر اس کے اثرات بھی کسی سے مخفی نہیں، اگر دل کی آنکھوں سے دیکھا جائے۔ سابقہ ایک دہائی میں ہمارے معاشروں میں فحاشی و عریانی حیران کن حد تک بڑھی ہے۔ نوجوان نسل میں عشق کا مرض عام ہے، عورتوں میں بے پردگی تیزی سے پھیل رہی ہے اور زنا جیسے گندے فعل کا تناسب دن بدن بڑھ رہا ہے۔ حتیٰ کہ اب ہمارے بعض شہر یورپ و امریکہ کے شہروں سے قطعاً مختلف نظر نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّـذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِیْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِیْ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النور: ۱۹)

''اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے، انھیں دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا، اور (اس امر پر تعجب کا اظہار مت کرو کیونکہ) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

اور یہ ذرائع ابلاغ ہی ہیں جو مسلمانوں میں فحاشی کو عام کر رہے ہیں تاکہ انھیں اللہ، اسلام اور صراطِ مستقیم سے دور کر دیں اور سبلِ شیاطین کا راہرو بنا دیں۔

شکوک وشبہات کا پھیلاؤ

ذرائع ابلاغ کا ایک اہم کردار یہ ہے کہ مسلمانوں میں اسلام اور اس کے احکامات کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں اور قرآن وحدیث کے صریح و محکم احکامات کو مسلمانوں کے اذہان میں مبہم و مشتبہ بنا دیا جائے۔ اس غرض سے ایسے ٹاک شوز نشر کئے جاتے ہیں جن میں مختلف احکاماتِ قرآنی کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے اور ان پر رویبضہ گفتگو کرتے ہیں۔ کبھی شراب کی حرمت پر بحث کی جاتی ہے اور اس کی حرمت کو مشکوک کیا جاتا ہے، کبھی 'نظریہء ارتقا' کو اسلام میں ٹھونس کر 'تخلیقِ آدم' کو رد کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود تک پر گفتگو کرتے ہیں اور مسلمانوں میں واضح الحاد کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ تمام باتیں محض خیالی نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ تو ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے، اور یہ تو محض چند مثالیں ہیں۔ ڈر تو اس بات کا ہے کہ آگے چل کر نجانے یہ ابلاغی ادارے کیا کچھ مزید کریں گے؟ ہمارے مسلمہ عقائد سے لے کر عبادات تک...... ہر ایک معاملے میں شکوک وشبہات پھیلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان شکوک وشبہات سے ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں، آمین!

﴿وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْا اٰيَاتِيْ وَمَا اُنْذِرُوْا هُزُوًا﴾(الکهف: ۵۶)

''اور کافر لوگ باطل (بات) سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو نیچا کر دکھائیں، اور انھوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے انھیں ڈرایا گیا تھا، دل لگی بنا رکھا ہے''۔

امام ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''......ثم أخبر عن الكفار بأنهم يجادلون بالباطل ﴿لِيُدْحِضُوْا بِهِ﴾ أي ليضعفوا به ﴿الْحَقَّ﴾ الذي جاء تهم به الرسل''.

''پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلّق خبر دی کہ وہ باطل (دلائل) کی مدد سے مجادلہ کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے اس حق کو کمزور کریں جو پیغمبر لے کر آئے ہیں''۔

(تفسير ابن كثير؛ سورة الكهف، آية ۵۶)

آج ذرائع ابلاغ بھی یہی کر رہے ہیں کہ حق کے روشن چہرے کو......دجل کی چادر اوڑھے ایسے باطل دلائل سے مسخ کر کے مسلمانوں کے اندر حق کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں، تاکہ حق کمزور ہو جائے اور باطل غالب آ جائے۔

کفر واسلام کی حالیہ جنگ میں کفار کی چاکری

عصرِ حاضر میں برپا کفر واسلام کی جنگ کا فکری محاذ بہت ہمہ پہلو ہے۔ اس کا ایک پہلو حالیہ جنگ کے عسکری میدانوں کے احوال سے تعلّق رکھتا ہے۔ آج جہاں جہاں مسلمان مجاہدین برسرِ پیکار ہیں، وہاں کے حالات اور صورتحال بھی جدید ذرائع ابلاغ کا ایک اہم موضوع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے امتِ مسلمہ پر بے انتہاء احسانات میں ایک احسانِ عظیم یہ ہے کہ غلامی کی قریباً ایک صدی کے بعد آج امت کے مجاہدین دوبارہ کفار کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور لحہ بہ لحہ اسلام کے

غلبے کی جانب گامزن ہیں۔ چاہے صومالیہ کا تذکرہ ہو یا افغانستان کا، سرزمینِ عراق کی بات کریں یا شیشان کی......مجاہدین اپنی محبوب امت کو فتح کی نوید سنا رہے ہیں۔حتیٰ کہ برصغیر میں بھی ڈیڑھ سو سالہ سالہ غلامی کے بعد آج مجاہدین امریکی غلاموں کے خلاف مضبوط و مستحکم ہو گئے ہیں اور ان کی بدولت مسلمانانِ برصغیر کی امیدیں انگڑائی لے رہی ہیں کہ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب دہلی کے لال قلعے پر اسلام کا علم لہرائے گا اور پورا برِصغیر خلافت کی برکات اور شریعت کے ثمرات سمیٹے گا۔

ایسے میں یہ ذرائع ابلاغ اصل حقائق کو عامۃ المسلمین کے سامنے لانے کی بجائے جھوٹ اور فریب کی داستانیں سناتے ہیں اور امت کو اپنے مجاہد بیٹوں سے برگشتہ کرتے ہیں تاکہ مسلمانانِ امت کبھی کفر کی غلامی سے نجات اور غلبہء اسلام کا سوچ نہ سکیں۔اور درحقیقت یہ بہت بڑی خدمت ہے جو یہ ادارے کفار کے لئے سرانجام دے رہے ہیں۔

سب سے پہلا کام ان اداروں نے یہ کیا ہے کہ جہاد جیسے مقدس فریضے کو ہی عوام المسلمین کے سامنے مشتبہ بنا دیا ہے۔آج امریکہ و مغرب کے خلاف جو بھی جہاد ہو رہا ہے، اسے یہ ادارے 'دہشت گردی' بنا کر مسلمانوں کو دکھاتے ہیں۔امریکہ جسے 'دہشت گردی' کہتا ہے (جو دراصل امریکہ کے خلاف ہونے والا مقدس جہاد ہے)، اسے یہ ذرائع ابلاغ بھی مسلمانوں کے سامنے 'دہشت گردی' کے طور پر پیش کرتے ہیں اور پھر اسے 'دہشت گردی' ثابت کرنے کے لئے زہریلا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔زیادہ دور نہ جایئے! پاکستان ہی کی مثال لے لیجئے۔وہ مجاہدین جنھوں نے امریکہ کے خلاف افغانستان میں جہاد کا علم بلند کیا، وہ مجاہدین جنھوں نے پاکستان میں شریعت کے نفاذ کا جھنڈا تھاما، وہ مجاہدین جنھوں نے مسلمانانِ پاکستان کو امریکہ اور اس کے آلہ کاروں کی غلامی سے نجات دلانے کا بیڑہ اٹھایا......انھیں ذرائع ابلاغ کبھی امریکہ و بھارت کا ایجنٹ کہتے ہیں، کبھی ان کے خلاف غیر مختون ہونے جیسے گھٹیا اور اخلاق سے گرے ہوئے الزامات لگاتے ہیں، اور اسے ایسے پیش کرتے ہیں جیسے یہی حقیقت ہے۔حالانکہ پاکستان کے قبائلی علاقے ایسے تو نہیں کہ پاکستان میں بسنے والے مسلمان وہاں کے باسیوں سے واقف نہ ہوں۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنھوں نے اس سے قبل برطانیہ کے خلاف سید احمد شہیدؒ کے جہاد کو کاندھا دیا، جنھوں نے اپی فقیر کی قیادت میں برطانیہ کے خلاف جہاد کیا اور ان کے جانے کے بعد شریعت کا علم بلند کیا اور جنھوں نے کشمیر کے کچھ حصّے کو آزاد کرایا۔آج جب یہی لوگ پاکستان میں شریعت کی بالادستی کی خاطر اٹھ

کھڑے ہوئے تو انھیں ذرائع ابلاغ 'دہشت گرد' قرار دے رہے ہیں تا کہ پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کو ان سے دور کر دیا جائے اور ان کا پشتیبان بننے سے روک دیا جائے۔

اسی غرض کی خاطر طالبان پر ڈرامے بنا کر نشر کیے جا رہے ہیں، ان میں ان پاکباز مجاہدین کو عجیب وغریب خوفناک مخلوق بنا کر اہلِ پاکستان کو دکھایا جا رہا ہے تا کہ وہ ان کی کبھی حمایت نہ کریں اور یوں پاکستان میں نفاذِ شریعت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو۔ اس کے علاوہ کبھی کوئی چینل کسی خودساختہ 'خودکش بمبار' کا انٹرویو نشر کر دیتا ہے جس کے ذریعے مسلمانوں میں جہاد اور مجاہدین کے خلاف نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ پھر تمام نشریاتی ادارے اور اخبارات مجاہدین کے خلاف مسلمانوں کے قتلِ عام کا جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ جب بھی مجاہدین کی قیادت کی جانب سے کوئی پیغام آتا ہے تو یہ دانستہ طور پر اسے نشر ہونے سے روک لیتے ہیں یا اس میں کتر وبیونت کر کے اسے غلط سیاق وسباق میں پیش کرتے ہیں تا کہ اصل حقائق مسلمانوں تک نہ پہنچ پائیں اور مسلمان اسی کو حقیقت سمجھیں جسے یہ ذرائع ابلاغ حقیقت کا روپ دیں۔

اس سب کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مسلمان ذہنی طور پر کبھی یکسو نہیں ہو پاتا ہے کہ یہ واقعی مجاہدین ہیں یا 'دہشت گرد'؟ اور کیا دنیا میں کہیں خالص جہاد ہو بھی رہا ہے یا ہر جگہ ایجنٹ ہی موجود ہیں؟

وسیع تناظر میں......

اب اگر وسیع تناظر میں دیکھیں تو ذرائع ابلاغ کی اس مکروہ مہم کا امت کو اتنا عظیم نقصان پہنچ رہا ہے کہ اسلام کی سربلندی کی منزل بعید سے بعید تر ہوتی چلی جا رہی ہے، غلامی کی ایک صدی کے بعد کفار کے خلاف اٹھنے والی جہادی بیداری رکاوٹوں کا شکار ہو رہی ہے اور کفار اپنے غلبے کو مزید طول دینے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

ابھی تک ہم نے عصرِ حاضر میں جدید ذرائع ابلاغ کے مکروہ کردار کی بابت جو کچھ پڑھا ہے، اسے چند مختصر نکات کی صورت میں بیان کیے دیتے ہیں تا کہ بات اچھی طرح خاطر نشیں ہو جائے۔

☆ اسلام وکفر کے معرکے میں جہاں زمانۂ قدیم میں مشرکین نے نضر بن حارث کے لھو الحدیث سے کام لیا تھا، آج کے دور میں کفار وہی کام جدید ذرائع ابلاغ سے لے رہے ہیں۔

☆ آج کے دور میں برپا اسلام اور کفر کی جنگ میں ذرائع ابلاغ کفار کا اہم ترین ہتھیار ہیں...... چاہے مقامی ذرائع ابلاغ ہوں یا بین الاقوامی، الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا، صحافتی ادارے ہوں یا ثقافتی، سرکاری ہوں یا غیر سرکاری۔ ان کا اہم ترین ہدف 'مسلمانوں کے دلوں میں سے اسلام کو کھرچ نکالنا اور دجل کا سہارا لیتے ہوئے دین وثقافتِ اسلام ہی کو بدل ڈالنا' ہے۔

☆ یہ ذرائع ابلاغ مسلمانوں میں مغربی تہذیب واقدار کو فروغ دے رہے ہیں اور مسلمانوں میں کفار کی مرعوبیت پیدا کر رہے ہیں۔

☆ آج یہ ذرائع ابلاغ مسلمانوں میں دین کا مصدر بنتے جا رہے ہیں اور انھی کو استعمال کرتے ہوئے کفار اپنے کارندوں کے ذریعے مسلمانوں میں دین کی جدید تعبیر اور 'ماڈریٹ اسلام' متعارف کروا رہے ہیں۔

☆ ان اداروں کے ذریعے شعائرِ اسلام اور حدود اللہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تاکہ مسلمان اپنے دین ہی کو اپنے لئے عیب سمجھنے لگیں اور اسے چھوڑ کر ذرائع ابلاغ کا نشر کردہ 'ماڈریٹ اسلام' قبول کر لیں۔

☆ یہ ابلاغی ادارے مسلم معاشروں میں گناہوں اور فحاشی کے پھیلاؤ کا اہم ترین ذریعہ ہیں اور ان کی بدولت ہمارے معاشرے بڑی حد تک مغربی معاشرے بنتے جا رہے ہیں۔

☆ ایک اہم کردار ذرائع ابلاغ یہ ادا کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے مسلمہ عقائد اور دین کے محکم احکامات میں شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں اور انھیں مشتبہ بنا رہے ہیں۔

☆ آج امت کو اسلام کی سربلندی اور کفار کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے مجاہدینِ اسلام نے جس مقدس جہاد کا آغاز کیا ہے، یہ ذرائع ابلاغ اسے مسلمانوں کے سامنے دہشت گردی بنا کر پیش کر رہے ہیں تاکہ مسلمانانِ امت کو اس جہاد کی پشتیبانی سے روک سکیں۔ اور یوں غلامی کفار کا پھندہ ہمارے گلوں میں پڑا رہے اور ''غلبۂ اسلام'' اور ''قیامِ خلافت علی منہاج النبوۃ'' کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔

ہماری ذمہ داریاں

جدید ذرائع ابلاغ کا مکروہ کردار جاننے کے بعد اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی بابت ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہئے تاکہ ان کے شر سے خود کو انفرادی حیثیت میں اور امتِ مسلمہ کو اجتماعی طور پر بچایا جا سکے۔

فقہائے اسلام نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکامات کے پس پردہ کارفرما کچھ مقاصد کی نشاندہی کی ہے جنھیں ''مقاصد الشريعة'' کہا جاتا ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اسلامی احکامات کا مقصد لوگوں کے مصالح کا خیال رکھنا، انھیں نفع بہم پہنچانا اور ان سے ہر قسم کے دنیوی واخروی ضرر وفساد کو دفع کرنا ہے تاکہ ان کی زندگیاں تمام شرور سے محفوظ انفرادی واجتماعی سطح پر سعادت کے ساتھ گزریں۔ گویا دین پر عمل ہی انسان کی دنیوی واخروی فلاح وسعادت کی واحد راہ ہے۔ انھی مقاصدِ شریعہ کے حصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فقہاء اور اصولیین نے چند قواعد بیان کئے ہیں مثلاً:

......**الضرر يدفع بقدر الإمكان** (نقصان وضرر کو حتی الامکان روکا جائے گا)

......**الضرر يزال** (لوگوں کو پہنچنے والے نقصان کو زائل کیا جائے گا)

......**درء المفاسد أولى من جلب المنافع** (مفاسد کا خاتمہ حصولِ منافع پر مقدم ہے)

ایک جانب ان اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جائے اور پھر ذرائع ابلاغ کے کردار کو دیکھا جائے تو ہم بخوبی جان سکتے ہیں کہ آج کے دور میں ہمیں ان ذرائع ابلاغ کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ کس طرح ان سے پرہیز کرنا چاہئے؟ اور کیونکر ان کے خلاف عملی میدان میں نکلنا چاہئے؟ کیونکہ ان کی وجہ سے امت کی زندگی انتہائی شر وضرر کا شکار ہو رہی ہے اور سعادت کی منزل سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اس ضمن میں ہم یہاں انتہائی مختصر نکات کی صورت میں چند باتیں اہلِ ایمان کے سامنے رکھیں گے کیونکہ تفصیل میں جانا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ تاہم ہر اہلِ ایمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ غور کرے کہ ان ذرائع ابلاغ سے امت کو پہنچنے والے شر کو کیسے روکا جائے، **وما التوفيق إلا بالله!**

☆ذرائع ابلاغ کی نشر کردہ خبروں پر قطعاً اعتبار نہ کیا جائے

یہ ذرائع ابلاغ مسلمانوں اور امت کے احوال کے متعلّق جو بھی خبریں نشر کریں، ان پر مسلمانوں کو قطعاً اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ...... جیسا کہ ہم نے پڑھا...... یہ ادارے اکثر وبیشتر حقیقت کو چھپا لیتے ہیں اور اس کے بالعکس جھوٹ کو حقیقت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ایک مثال سے سمجھئے کہ آج کل یہ ادارے ہمیں بتاتے ہیں کہ 'نائیجیریا' میں مسلم عیسائی فسادات ہو رہے ہیں، اس سے آگے مزید خبر نہیں دیتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہاں حکومتی سرپرستی میں نائیجیریا کی فوج بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہی ہے۔ انھیں گھروں سے نکال نکال کر قتل کیا جا رہا ہے اور ان کی نسل کشی کی جا رہی ہے۔ وہاں

کے مسلمان انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں دوسرے مسلمانوں کی راہ تک رہے ہیں مگر مسلمانوں کو خبر ہی نہیں کیونکہ وہ ان ذرائع ابلاغ پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے وگرنہ یہ ادارے اس سے قبل بھی اپنی نشر کردہ خبروں سے امت کو بے انتہا نقصان پہنچا چکے ہیں۔

قرآنی تعلیمات

یہ تو واقعاتی پہلو تھا، شریعت کی نظر سے دیکھیں تو مسلمانوں پر بدرجہ اولی لازم ہے کہ وہ ان کی خبروں پر اعتبار نہ کریں۔ اس ضمن میں قرآنِ مجید ہمیں یہ تعلیمات دیتا ہے کہ:

ا۔ کسی بھی فاسق کی بیان کردہ خبر کی تصدیق نہ کی جائے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (الحجرات: ۶)

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے''۔

اس آیت کی رو سے ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ جب بھی کوئی خبر دیں تو انھیں کبھی من وعن قبول نہ کریں اور نہ ہی ان کی تصدیق کریں کیونکہ یہ ادارے فسق کا گڑھ ہیں اور جھوٹ، فریب اور دجل کے اڈے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کی نشر کردہ خبروں کی اپنی تئیں تحقیق کریں۔ ان اداروں کی خبروں پر بلا تحقیق یقین کرنے کا نتیجہ ہے کہ امت آج اپنے محافظین کو پہچاننے سے ہی گریزاں ہے اور مجاہدین کو ہی دہشت گرد سمجھ رہی ہے۔ اس آیت کے ذیل میں تفسیرِ کبیر میں لکھا ہے:

''(هذا) لبيان وجوب الإحتراز عن الإعتماد على أقوالهم، فإنهم يريدون إلقاء الفتنة بينكم''.

''(یہ آیت) واضح کرتی ہے کہ ان کے اقوال پر اعتماد کرنے سے احتراز کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ لوگ (اے مسلمانو!) تمہارے درمیان فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں''۔

(التفسير الكبير؛ سورة الحجرات، آية ۶)

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان اداروں کی نشر کردہ خبروں پر قطعاً اعتماد نہ کریں۔ یہ محض کوئی مشورہ و

نصیحت نہیں، بلکہ اللہ جل جلالہ کا حکم ہے!

٢۔ان کی نشر کردہ خبروں کو دیگر مسلمانوں میں نہ پھیلایا جائے

اہلِ ایمان کو دوسری احتیاط یہ کرنی چاہیئے کہ یہ ذرائع ابلاغ مسلمانوں کی بابت جو بھی خبر دیں، انھیں دیگر مسلمانوں میں نہ پھیلایا جائے۔ ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ یہ فاسق و مجرم، بلکہ کفریہ ادارے ہیں، ان کی خبروں کا کوئی اعتبار نہیں، پھر یہ جھوٹی خبروں کے ذریعے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے اور انھیں دین سے گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے میں ان کی باتیں آگے نقل کرنا خود امت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں منافقین کی یہ صفت بیان کرتے ہیں کہ:

﴿وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ......﴾ (النسآء: ٨٣)

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے (پھیلا کر) مشہور کر دیتے ہیں''۔

اس آیت کے ذیل میں امام رازیؒ نے بہت مفید کلام کیا ہے، اختصار کے ساتھ ملاحظہ کیجئے اور عصرِ حاضر کے حالات میں ان سے سبق حاصل کیجئے:

''اعلم أنه تعالٰی حکی عن المنافقین في هذه الآية نوعًا آخر من الأعمال الفاسدة، وهو أنه إذا جاء هم الخبر بأمر من الأمور سواء کان ذلک الأمر من باب الأمن أو من باب الخوف أذاعوه وأفشوه، وکان ذلک سبب الضرر من الوجوه: الأول: أن مثل هذه الإرجافات لا تنفک عن الکذب الکثیر. والثاني: أنه إن کان ذلک الخبر في جانب الأمن زادوا فيه زيادات کثيرة، فإذا لم توجد تلک الزيادات أورث ذلک شبهة للضعفاء في صدق الرسول عليه السلام، لأن المنافقين کانوا يروون تلک الإرجافات عن الرسول، وإن کان ذلک في جانب الخوف تشوش الأمر بسببه على ضعفاء المسلمين، ووقعوا عنده في الحيرة والإضطراب، فکانت تلک الإرجافات سببا للفتنة من هذا الوجه. الوجه الثالث: وهو أن الإرجافات سبب لتوفير الدواعي على البحث الشديد والاستقصاء التام، وذلک سبب لظهور الأسرار، وذلک

مـمـا لا يـوافق مصلحة المدينة. الرابع: أن العداوة الشديدة كانت قائمة بين المـسـلـمـيـن وبيـن الـكـفـار، وكـان كل واحد من الفريقين في إعداد آلات الـحـرب وفـي انتهاز الفرصة فيه، فكل ما كان آمنًا لأحد الفريقين كان خوفًا لـلـفـريـق الثـانـي، فـإن وقـع خبر الأمن للمسلمين وحصول العسكر وآلات الـحـرب لهـم أرجف الـمـنـافـقـون بـذلك فوصل الخبر في أسرع مدة إلى الـكـفـار، فـأخـذوا فـي التحصن من المسلمين، وفي الإحتراز عن استيلائهم عـليهم، وإن وقع خبر الخوف للمسلمين بالغوا في ذلك، وزادوا فيه وألقوا الـرعـب فـي قـلـوب الـضعفة والمساكين، فظهر من هذا أن ذلك الإرجاف كـان مـنشـأ لـلـفتـن والآفات من كل وجوه، ولما كان الأمر كذلك ذم الله الإذاعة وذلك التشهير، ومنعهم منه".

''اللہ تعالیٰ اس آیت میں منافقین کے برے اعمال میں سے ایک اور عمل کی خبر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ ان منافقین کے پاس جب بھی کسی معاملے کی خبر پہنچتی ہے...... چاہے معاملہ امن سے متعلقہ ہو یا خوف سے...... تو یہ اسے پھیلاتے ہیں اور مشہور کرتے ہیں، اور یہ بات کئی اعتبار سے باعثِ نقصان ہوتی ہے۔ اولاً، ایسی افواہیں اکثر جھوٹ سے خالی نہیں ہوتیں۔ ثانیاً، اگر خبر کا تعلّق امن سے ہوتا تو منافقین اسے مبالغے کے ساتھ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے، اور جب بعد میں حقیقت اس کے برخلاف نکلتی تو یہ افواہیں کمزور مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلّق شک پیدا کرنے کا باعث بنتی تھیں کیونکہ منافقین یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے تھے۔ اور اگر خبر خوف سے متعلّق ہوتی تو اس سے کمزور مسلمان تشویش میں پڑ جاتے اور حیرت و پریشانی کا شکار ہوتے، اس طرح یہ افواہیں فتنے کا سبب بنتی تھیں۔ ثالثاً، یہ افواہیں کھوج اور تجسس کا سبب بنتی تھیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کے راز ظاہر ہو جاتے، اور یہ اس وقت مدینہ کی مصلحت کے خلاف تھا۔ رابعاً، مسلمانون اور کفار کے مابین شدید عداوت تھی اور دونوں فریقین سامانِ جنگ کی تیاری میں مصروف اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ چنانچہ جو خبر

ایک فریق کے حق میں موجبِ امن ہوتی، دوسرے کے حق میں موجبِ خوف ہوتی تھی۔ پس اگر مسلمانوں کے امن اور لشکر و سامانِ جنگ کی تیاری کی خبر ہوتی تو منافقین اس خبر کو پھیلا دیتے اور یہ خبر سرعت سے کافروں تک پہنچ جاتی، نتیجتاً کفار مسلمانوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہو جاتے اور ان کے غلبے سے محفوظ ہو جاتے تھے۔ اور اگر مسلمانوں کے لئے خوف کی خبر ہوتی تو منافقین اس میں مبالغہ کرتے اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے اور کمزور و مسکین مسلمانوں کے دلوں میں (کافروں کا) رعب بٹھاتے۔ اس پوری بات سے معلوم ہوا کہ یہ افواہیں ہر اعتبار سے مسلمانوں کے حق میں فتنے اور آفات کا باعث ہوتی ہیں، اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے افواہیں اڑانے اور خبروں کو ایسے پھیلانے کی مذمت بیان کی اور انھیں اس سے منع فرمایا''۔

(التفسير الكبير؛ سورة النسآء، آية ۸۳)

دیکھئے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی خبریں پھیلانے سے مسلمانوں کا کس قدر نقصان ہوتا تھا تو آج کے دورِ فتن میں ذرائع ابلاغ کی خبروں کو پھیلانے سے امت کو کتنا نقصان پہنچے گا، ہر صاحبِ فہم شخص کے لئے سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔

پھر جو فرد ہر سنی سنائی بات کو آگے پھیلا دے تو اس کے جھوٹے ہونے کی گواہی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے:

''كفى بالمرء كذبًا أن يحدث بكل ما سمع''.

''کسی شخص کے جھوٹے ہونے کو یہی کافی ہے کہ وہ جو سنے، اسے آگے بیان کر دے''۔

(صحيح المسلم؛ مقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع)

لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان ذرائع ابلاغ کی بیان کردہ خبروں کو مسلمانوں میں پھیلانے سے گریز کریں کیونکہ اس طرح پل دو پل میں ان اداروں کے جھوٹے پروپیگنڈے مسلمانوں میں پھیل جاتے ہیں اور یہ دینِ اسلام اور امتِ مسلمہ کے لئے شدید نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

۳۔ معاملاتِ مسلمین میں سے کسی معاملے کو ہلکا نہ سمجھا جائے اور ان میں بغیر علم کے بات نہ کی جائے

اس ضمن میں قرآن مجید ہماری ایک اور رہنمائی یہ کرتا ہے کہ ہم مسلمانوں کے کسی معاملے کو ہلکا نہ جانیں اور مسلمانوں کے امور میں بغیر علم کے بات نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ واقعہ ءِ افک میں منافقین کی پکڑ

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِاَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۵)

''جب تم اپنی زبانوں سے اس (جھوٹ) کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے، اور اپنی منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ علم نہ تھا، اور تم اسے ہلکی بات سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بہت بھاری بات تھی''۔

نیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله، لا يلقي لها بالًا، يهوي بها في جهنم''.

''بعض اوقات کوئی بندہ اللہ کی ناراضی کا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکال دیتا ہے، جسے وہ (غیر اہم سمجھ کر) سوچ میں بھی نہیں لاتا، (لیکن) اس کے سبب وہ جہنّم میں جا گرتا ہے''۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان)

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ کسی مسلمان فرد یا کسی گروہ کے متعلّق کوئی بھی معاملہ ہو تو اسے ہلکا نہ جانیں اور نہ اس میں بغیر علم کے کوئی بات کریں۔ آج کے ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے ہر ایک معاملے میں اپنی من گھڑت خبریں مسلمانوں میں پھیلاتے رہتے ہیں، لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ معاملہ کوئی بھی ہو ...... چاہے جہاد سے متعلقہ ہو یا کسی بھی دینی امر سے...... اسے ہلکا سمجھتے ہوئے ان اداروں کی بیان کردہ خبروں کی تصدیق نہ کریں اور نہ ان کی تشہیر کریں، اور نہ ان کے جھوٹ کو بغیر علم کے سچ کہہ بیٹھیں، مبادا یہ بات اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنی عظیم ہو کہ جنت کی بجائے جہنّم کے مستحق ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھیں، آمین!

۴۔ مسلمانوں سے متعلّق خبروں کی تصدیق کے لئے اولوا الامر سے رجوع کیا جائے

اللہ تعالیٰ ہمیں ایک اور حکم یہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں بالخصوص مجاہدین سے متعلّق گردش کرنے والی ہر خبر کی تصدیق کے لئے مسلمانوں کے اولوا الامر کی طرف رجوع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهِ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى

اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلاً﴾ (النسآء: ٨٣)

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے (پھیلا کر) مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر وہ اسے پیغمبر علیہ السلام اور اولوا الامر کے پاس پہنچا دیتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو بن جاتے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جب بھی کوئی خبر آئے...... خصوصاً جنگ و جہاد سے متعلّق خبر آئے تو اسے مسلمانوں کے اولوا الامر کی طرف پلٹائیں اور ان سے اس کی صداقت معلوم کریں کیونکہ وہی حقیقت کو جاننے والے ہیں۔ یہاں اولوا الامر سے مراد علمائے کرام اور جہادی امراء ہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں:

''في ﴿اولى الأمر﴾ قولان: أحدهما: إلى ذوي العلم والرأي منهم. والثاني: إلى أمراء السرايا''.

''اولوا الامر کے معنی میں دو اقوال (منقول) ہیں؛ ایک یہ کہ (خبر کو تصدیق کے لئے) اہلِ علم واصحابِ رائے حضرات کی جانب لوٹایا جائے، اور دوسرا یہ کہ جہادی امراء کی جانب لوٹایا جائے''۔

(التفسير الكبير؛ سورة النسآء، آية ٨٣)

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں 'اولوا الامر' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اختلف في تأويل أولى الأمر، فروي عن جابر بن عبداللّٰه وابن عباس رواية والحسن وعطاء ومجاهد: أنهم أولوا الفقه والعلم، وعن ابن عباس رواية وأبي هريرة: أنهم أمراء السرايا. ويجوز أن يكونوا جميعًا مرادين بالآية؛ لأن الاسم يتناولهم جميعًا؛ لأن الأمراء يلون أمر تدبير الجيوش والسرايا وقتال العدو، والعلماء يلون حفظ الشريعة وما يجوز مما لا يجوز، فأمر الناس بطاعتهم والقبول منهم ما عدل الأمراء والحكام وكان العلماء عدولا مرضيين موثوقا

بدينهم و أمانتهم فيما يؤ دو ن".

''اولوا الامر کے معانی میں (بظاہر) کچھ اختلاف نظر آتا ہے؛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حسن بصری، عطاء، مجاہد رحمہم اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت مروی ہے کہ اولوا الامر (سے مراد) علماء ہیں۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک دوسری روایت میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اولوا الامر (سے مراد) امرائے لشکر ہیں۔ اور (دراصل اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ) آیت سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ یہ لفظ اولوا الامر دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔ امراء کے ہاتھ میں لشکر کی تدابیر اور دشمن سے قتال کی ذمہ داری ہے اور علماء کے ہاتھ میں شریعت اور حلال وحرام کی حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان امراء و حکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو عادل ہوں، جبکہ علماء عادل اور دین وامانتداری کے معاملے میں قابلِ اعتماد ہی ہوتے ہیں''۔

(أحكام القرآن، سورة النساء، آية ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِي الْاَمْرِ مِنكُمْ﴾)

پس تمام مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھنی چاہیے کہ ''اولوا الامر'' سے مراد مسلمانوں کے سروں پر مسلط حکمران اور ان کے حواری قطعاً نہیں۔ یہ لوگ تو دین اسلام سے ہی بری ہیں اور اسلام ان سے بری ہے۔ اور نہ ہی اولوا الامر سے مراد وہ تجزیہ نگار ہیں جنھوں نے اسلام کے مقابلے میں کفارِ مغرب کی خدمت کو اپنا مقصدِ زندگی بنا رکھا ہے۔ یہاں اولوا الامر سے مراد وہ 'علمائے صادقین' ہیں جنھوں نے دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہے اور دین کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت اختیار نہیں کی۔ نیز اولوا الامر سے مراد وہ 'امرائے جہاد' ہیں جو آج کفر کے مقابلے میں امتِ مسلمہ کا سب سے مضبوط سہارا ہیں۔ وہ امرائے جہاد...... جنھیں مسلمانوں کے سروں پہ مسلط مرتد حکمران اور ان کی محافظ فوجیں لاکھ دہشت گرد کہیں اور ان کے خلاف بار بار لشکر کشی کریں...... آج بھی مسلمانوں کے حقیقی اولوا الامر ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ دینی امور اور بالخصوص جہاد سے متعلّق ہر وہ خبر جو ان تک پہنچے، اس کی تصدیق کے لئے علمائے صادقین اور امرائے جہاد کی طرف ہی رجوع کریں تا کہ فتنے کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں۔

☆ذرائع ابلاغ کی حقیقت سے آگاہ رہا جائے اور ان سے کامل پرہیز کیا جائے

اس مضمون میں ہم نے ذرائع ابلاغ کی حقیقت کے حوالے سے صرف چیدہ چیدہ چند نکات بیان کئے ہیں تاکہ یہ احساس بیدار کیا جائے کہ یہ ادارے آج مسلمانوں اور خود ان کے دین کے لئے کس قدر مہلک ہیں۔ وگرنہ ان کی حقیقت اس سے کہیں زیادہ کریہہ ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اوپر بیان کردہ نکات پر غور کرے، اور پھر خود تدبر کرے اور دیکھے کہ ان کی بدولت آج دین وامت کو کیا کچھ برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ اور مومن تو ہوتا ہی صاحبِ فراست ہے، جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور اللّٰه''.

''مومن کی فراست سے ڈرو، کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

ذرائع ابلاغ کی حقیقت جاننے کے بعد ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ خود کو، اپنے گھر کو اور امت کو ان سے بچانے اور ان کے شرور سے محفوظ رکھنے کی فکر کرے۔ ایک سادہ سا حل یہی ہے کہ وہ ان ذرائع ابلاغ سے کامل پرہیز کرے اور اپنے گھروں میں انھیں داخل ہی نہ ہونے دے۔ چند ایک مصالح کی خاطر بڑے بڑے مفاسد کو قبول نہ کرے اور یہی بات فقہاء کے بیان کردہ قاعدہ کا حاصل ہے جو اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس بات کا ادراک کرے کہ یہ ایک شرعی معاملہ ہے، جس کا جواب ہماری آزاد عقلوں پر نہیں چھوڑا گیا۔ اس ادراک کے ساتھ اس کے لئے ان سے کامل پرہیز کرنا آسان رہے گا۔

☆مسلمانوں میں اس آگہی کو پیدا کیا جائے

آج ان ذرائع ابلاغ کے خلاف آواز اٹھانا ایک انتہائی کٹھن بات ہے کیونکہ ہمارے معاشروں میں ان ذرائع ابلاغ کا اثر ورسوخ حیران کن حد تک بڑھ چکا ہے اور اب یہ ہمارے معاشروں کا جزو بنتے جا رہے ہیں......لیکن اگر آج ان کے آگے بند نہ باندھا گیا تو کل امتِ مسلمہ سیاسی میدان سے بڑھ کر فکری میدان میں بھی کفار کی غلام بن جائے گی، والعیاذ باللہ!

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے معاشروں میں ان ذرائع ابلاغ کے مکروہ کردار کو واضح کریں اور مسلمانوں کو ان سے بچاؤ کا شرعی فریضہ نبھانے کی ترغیب دیں۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس آگہی کو دوسرے مسلمانوں میں عام کرے کہ یہ ادارے......چاہے مسلمانوں کے نام منسوب ہوں یا آزاد صحافت

کے داعی ہوں......امتِ مسلمہ اور دینِ اسلام کے حق میں انتہائی مہلک ہیں اور ان کے شرور سے بچاؤ میں ہی دین وامت کی نجات ہے۔

☆ہر ممکن وسیلے سے عملی میدان میں ان کا مقابلہ کیا جائے

آخری بات ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ کہیں گے کہ ان ذرائع ابلاغ کی حقیقت جاننے کے بعد ان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ عملی میدان میں بھی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور ہر ممکن وسیلہ استعمال کرتے ہوئے انھیں اپنے معاشروں سے بے دخل کرنے کی سعی کریں۔

......ایسے صحافی ودانشور حضرات کو بالجبر روکا جائے جو باقاعدہ دینِ اسلام سے بغض رکھتے ہوئے جدید ذرائع ابلاغ کی خدمت کر رہے ہیں۔

......ایسے اداروں کو بند کروایا جائے جن کی وجہ سے مسلمان دین سے گمراہی اور دنیا کی سیادت وسعادت سے محروم ہو رہے ہیں۔انھیں مجبُور کیا جائے کہ یہ اپنی نشریات بند کریں اور مسلم معاشروں سے دفع ہو جائیں۔

......ایسے صحافی اور صحافتی ادارے جنھوں نے واضح کفر والحاد کو اپنا رکھا ہے اور مسلمانوں کو کھلم کھلا اس کی دعوت دے رہے ہیں، انھیں گردنوں سے پکڑ کر دبوچا جائے......تاکہ یا وہ واپس اسلام کی طرف پلٹ آئیں یا پھر اپنے کیفرِ کردار تک پہنچ جائیں اور مسلمان ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

......مجاہدینِ اسلام کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کفر والحاد پھیلانے والے ان بدبخت اداروں کو ڈرائیں دھمکائیں اور باز نہ آنے کی صورت میں کفار و مرتدین کی اس گستاخ زبان کو بڑھ کر کاٹ ڈالیں۔ بلاشبہ علمائے کرام سے فتاویٰ لینے اور امرائے جہاد سے مشاورت کرنے کے بعد نضر بن حارث کے ان چیلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا وقت کا ایک اہم فریضہ ہے۔ ذرائع ابلاغ کا رستے سے ہٹنا نہ صرف اس جہادی تحریک کی راہ کی اساسی رکاوٹ دور کر دے گا بلکہ معاشرے پر علماء واہلِ دین کی گرفت کو بحیثیت مجموعی بھی مضبوط کرے گا۔

یہ وہ چند نکات تھے جو جدید ذرائع ابلاغ کے مقابلے میں مسلمانوں کی ذمہ داریوں کے ذیل میں ہم نے بیان کئے۔ بلاشبہ اس موضوع کا ہم نے احاطہ نہیں کیا کیونکہ یہ ہمارا مقصود ہی نہ تھا۔ ہمارا مقصد صرف اتنا تھا کہ اس مضمون کے ذریعے تمام اہلِ ایمان کو ان ذرائع ابلاغ کے مکروہ کردار اور ان کی بابت عائد

ہونے والی شرعی ذمہ داریوں کی جانب فقط نشاندہی کردیں۔اب یہ تمام مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ خود کو اور پوری امت کو ان اداروں کے شرور سے محفوظ رکھنے کے لئے فکرمند ہو جائیں اور دل میں اٹھنے والے اس داعیہ کو عمل کے قالب میں لے آئیں۔یہی اس مضمون کا حاصل ہے۔

أللّٰهم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطًلا وارزقنا اجتنابه، أللّٰهم أرنا الأشياء كما هي.

أللّٰهم اغفرلي وللمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات.

وآخر دعوانا أن الحمدللّٰه رب العالمين.

موعظۃ حسنۃ

خلافت کن صفات کے حامل لوگوں کے ہاتھوں قائم ہوتی ہے؟

شیخ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ

ترجمہ: قاری عبدالہادی

یہ دین......اللہ کا دین ہے۔ اسی نے ہر حاسد کے حسد اور ہر شریر کے شر سے اسے محفوظ رکھنے کا ذمہ لیا ہے۔ اسی نے اعلان کیا ہے کہ یہ دین ہر دوسرے دین پر غالب آ کر رہے گا ''ولو کرہ الکافرون''! اسی کے بھیجے ہوئے نبی (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کی بشارت ہے کہ یہ دین شرق وغرب کے ہر کچے پکے گھر میں داخل ہو کر رہے گا خواہ اعدائے اسلام اس کے آگے کتنے ہی بند کیوں نہ باندھیں۔ اسی رب کریم نے بتایا ہے کہ ''وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ'' یعنی: ''اور جس نے جہاد کیا تو اس نے اپنے (بھلے ہی) کے لئے جہاد کیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے''۔ پس اللہ اور اللہ کے دین کو ہماری ادنیٰ سی بھی حاجت نہیں۔ ہم سب فنا ہو جائیں، یہ بڑی بڑی جہادی تنظیمات، مجموعے اور ترتیبات ختم ہو جائیں، نمایاں ترین قائدین اور سپہ سالار شہید یا گرفتار ہو جائیں......اللہ کی ذاتِ عالی کو، اس کی شان وشوکت اور قوت و جبروت کو تنکا برابر بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ چاہے تو ہواؤں اور فضاؤں کو حکم دے، سمندروں اور بادلوں کو، زمین اور پہاڑوں کو، سورج چاند ستاروں کو اشارہ کرے......اور آن کی آن میں کفر واہلِ کفر کی جھوٹی شان وشوکت پیوندِ خاک ہو جائے۔ اس ربِ قہار و جبار کا دین ہمارا محتاج نہیں! ہاں ہم یقیناً اس بات کے محتاج ہیں کہ اللہ ہم سے اپنے دین کا کام لے، ہمیں اپنے دین پر استقامت بخشے اور اپنی راہ میں جہاد وقتال کی توفیق دے۔ محتاج تو در اصل ہم ہیں اور وہ غنی وحمید...... ''يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ''! ہم جہاد کرتے ہیں تو اپنے نفع کے لئے، اپنی آخرت کے لئے، حصولِ جنت اور دیدارِ الٰہی کے لئے۔ اسی لئے ہمیں اصل فکر بھی اسی بات کی ہونی چاہیے کہ ہم اللہ کے یہاں قبول ومقبول ہو جائیں اور اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کر لیں جو اس کی رضا دلانے کا باعث ہوں۔ ہمیں ہر وقت یہ غم لاحق رہنا چاہیے کہ کہیں ہم رب کی ''سنتِ استبدال'' کی لپیٹ میں نہ آ جائیں اور ہماری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آیا جائے ''جن سے اللہ محبت کرے اور جو اللہ سے محبت کریں، مومنوں کے حق میں نہایت نرم ہوں اور کافروں پر نہایت شدید، اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کھائیں''۔

ذیل میں شیخ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ کا ایک آڈیو بیان (بعنوان: ''الخلافة، كيف ومتى؟'') کے ایک اہم حصّے کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس بیان میں آپؒ نے مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے یہ حقیقت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اقامت اور خلافت کے قیام کی عالی خدمت انہی لوگوں سے لیتے ہیں جو اپنے اندر مومنانہ اوصاف

اور اسلامی سیرت و کردار زندہ کریں۔ نیز آپؒ یہ حقیقت بھی واضح کرتے ہیں کہ مجاہدین کی دینی تربیت پر توجہ دینا نہ صرف جہاد بلکہ پوری امت کے مستقبل کے لئے کس قدر اہمیّت کا حامل ہے۔ چنانچہ مجاہدین کے ذمہ داران اور امت کے علماء و مربی حضرات کو مجاہدین کی دینی اور اخلاقی تربیت پر اپنی خاص توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اللہ کی رضا اور اس کی تائید و نصرت حاصل ہو سکے اور وہ نسل وجود میں آسکے جس میں آنے والے مراحل کا بوجھ سنبھالنے کی اہلیّت موجود ہو۔ (مدیر)

اس سے قبل کہ مجاہدینِ اسلام اس زمین پر اللہ کے احکامات نافذ کریں، لازم ہے کہ پہلے یہ اپنی زندگیوں میں ان احکامات کو زندہ کریں۔ اس سے قبل کہ دینِ اسلام اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھاری امانت انہیں دنیا میں قائم کرنے کے لئے تھمائی جائے، لازم ہے کہ یہ ان اموالِ مسلمین کے معاملے میں امانت داری کا ثبوت دیں جو آج اس دینی تحریک کے دوران ان کے زیرِ تصرف ہیں۔ اس سے قبل کہ انہیں اقتدار حاصل ہو اور یہ اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں بسنے والی کروڑوں مسلمان خواتین کی عزتوں پر امین بنائے جائیں، لازم ہے کہ یہ اپنے پڑوس میں رہنے والوں کی عزتوں کے معاملے میں حیاء اور امانت داری کا ثبوت دیں...... جب کہ یہ اپنے گھروں سے نکلے ہی ساری امت کی عزتوں کا دفاع کرنے ہیں۔ پس اگر ان مجاہدین کی تربیت اس درست نہج پر نہ ہو سکی تو اس امت کے ہاتھ بربادی کے سوا کچھ نہ آئے گا جس پر ان بنیادی ایمانی اوصاف سے محروم لوگ حکومت کریں گے!

میرے مجاہد بھائیو! اگر آپ واقعتاً یہ چاہتے ہیں کہ آپ دنیا بھر میں اللہ کے دین کو غالب کریں، تمام انسانیت تک اللہ کا دین پہنچائیں اور انسانیت اس دین میں داخل ہو...... تو لازم ہے کہ سب سے پہلے آپ اپنے اردگرد موجود مسلمان بھائیوں کو محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھیں، ان کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کریں اور خوب سمجھ لیں کہ ان میں سے ہر ایک کی جان، مال اور عزت آپ پر حرام ہے اور یہ سب آپ کے حسنِ معاملہ اور نیکی و بھلائی کے مستحق ہیں۔ اسلحے کے حامل لوگوں کا اس بنیادی دینی تربیت سے عاری ہونا سب سے پہلے خود ان کے اپنے لئے خسارے کا باعث ہے۔ پھر ایسے لوگوں کا قوت واقتدار پا لینا پوری امت کے لئے تباہی کی وعید ہے کیونکہ دینی تربیت سے عاری لوگوں کا قوت و اقتدار پا لینا لامحالہ ناحق خون بہنے، اموال چھننے اور عزتیں لٹنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ چنانچہ تمام تر قربانیوں کے بعد بھی نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ ایک پرانے ''قیصر'' کی جگہ ایک نیا ''قیصر'' آ جاتا ہے...... ہاں اس نئے قیصر کی حکومت بظاہر دینی نعروں اور اسلامی دعووں میں ملفوف ہوتی ہے۔

اگر آج آپ کے ساتھ موجود آپ کا مجاہد بھائی جو اس سفر میں آپ کے ساتھ پوری طرح شریک ہے...... آپ بھی جان ہتھیلی پر لے کر نکلے ہیں اور وہ بھی؛ آپ کو بھی تعاقب، گرفتاری، تعذیب، ہجرت اور شہادت کا سامنا ہے اور اسے بھی؛ آپ کا اور اس کا مقصد بھی ایک ہے اور انجام بھی ایک...... اگر یہ مجاہد بھائی بھی اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ آپ اس کی عزت نہیں اچھالیں گے، اس کی غیبت کر کے اس کا گوشت نہیں کھائیں گے، ناحق ذرائع سے اس کا مال نہیں ہتھیائیں گے، اس کی جان نہیں لیں گے...... اگر اس کے ساتھ آپ کا یہ معاملہ ہے تو کل آپ ان یہود و نصاریٰ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے جن پر آپ کو مکمل غلبہ حاصل ہوگا؟ ان عامۃ المسلمین کے ساتھ، ان دینی اعمال میں کمزور مسلمانوں کے ساتھ آپ کیسا سلوک کریں گے جب اقامتِ دینِ حق کے سفر میں شریک مجاہد بھائی بھی آپ کے شر سے محفوظ نہیں؟ اگر ایک مجاہد بھائی کے ساتھ آپ کا یہ معاملہ ہو کہ بظاہر تو آپ اس کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے ملیں، اسے چوم کر گلے لگائیں اور گرمجوشی سے بغل گیر ہوں، لیکن اسے آپ سے جدا ہوئے چند لمحے بھی نہ گزریں اور آپ اس کا گوشت کھانے لگیں، اس کی عزت اچھالنے لگیں...... تو بتایئے کہ بھلا یہ کونسی شریعت ہے جسے آپ اس دنیا میں نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ یہ کونسا دین ہے جس کی طرف آپ دوسروں کو دعوت دیتے ہیں؟

اگر آج جبکہ آپ کی تعداد بھی نسبتاً تھوڑی ہے، آپ باہم محبت، الفت اور وحدت سے نہیں رہ سکتے، ایک مسلمان کا بنیادی حق...... یعنی اس کے پیٹھ پیچھے اس کی حفاظت و نصرت کا حق...... نہیں ادا کر سکتے تو کل جب آپ کی تعداد بھی بڑھ جائے گی اور پوری امت سے واسطہ درپیش ہوگا تو آپ کیا حرکتیں کریں گے؟ ہمارا دین تو ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ان کے سامنے نصیحت و خیر خواہی کا تعلّق رکھیں اور ان کے پیٹھ پیچھے ان کی حمایت و نصرت کریں۔ لیکن آج ہمارے اندر وہ مذموم اوصاف پیدا ہو گئے ہیں جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو کہا:

''میں نے ایک ایسا زمانہ پایا تھا جب ہم سب کے سب ظاہر میں بھی ایک دوسرے کے بھائی تھے اور باطن میں بھی ایک دوسرے کے بھائی۔ لیکن پھر ہم پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا جب ہم نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے جو ظاہر میں تو بھائی بھائی تھے لیکن باطن میں ایک دوسرے کے سخت

دشمن''۔

(مجھے بعینہٖ ان الفاظ کے ساتھ تو کوئی روایت نہیں مل سکی، البتہ تقریباً انہی معانی پر مشتمل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک فرمانِ نبوی کئی کتبِ حدیث، مثلاً مسند احمد اور طبرانی وغیرہ میں موجود ہے کہ: ''یكون في آخر الزمان أقوام إخوان العلانية أعداء السريرة'' یعنی ''آخری زمانے میں بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں تو بھائی بھائی ہوں گے لیکن باطن میں ایک دوسرے کے دشمن''۔[مترجم])

اس کی عملی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ایک شخص بظاہر مجالس میں تو ماشاء اللہ ایک نیک، پرہیزگار، مومن، مجاہد نظر آئے، لیکن اس کے مسلمان بھائی کو اس سے جدا ہوئے ابھی چند لمحے بھی نہ گزریں تو وہ اس پر تہمت، بہتان اور الزامات کی بوچھاڑ کر کے اس کی کمر توڑ ڈالے...... یہ ہے ظاہر میں بھائی اور باطن میں دشمن!

پس یہیں سے دینی تربیت کی اہمیّت واضح ہوتی ہے! بلاشبہ (مجاہدین کی) دینی تربیت خلافتِ اسلامیہ کے قیام کی طرف اٹھنے والے اہم ترین اقدامات میں سے ہے۔ اس دینی تربیت ہی کے ذریعے وہ ''مضبوط بنیاد'' تیار ہوتی ہے جس پر کل کو پورا اسلامی معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور جس پر ایک شرعی خلافت کا ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ ''مضبوط بنیاد'' سبقت لے جانے والے اور نصرتِ دین اور ادائے فریضۂ جہاد میں پہل کرنے والے مہاجرین و انصار کا وہ طبقہ ہے ہے جو اگر درست شرعی تربیت حاصل کر لے تو ان کی تعداد تھوڑی ہونے کے باوجود ان کے اعمال نہایت عظیم الشان اور وزنی ہوتے ہیں! ہمیں آج اگلے مراحل کے لئے یہی مضبوط بنیاد تیار کرنی ہے! ہمیں ایسے اوصاف والے لوگ درکار ہیں جنہیں دشمن کے خلاف جنگ کے لئے پکارا جائے تو وہ سب بجلی کی سی سرعت کے ساتھ آ پہنچیں اور غنیمت اکٹھی کرنے کا مرحلہ آئے تو ان میں سے کم ہی کوئی موجود پایا جائے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ایسے لوگ بہت ڈھونڈنے ہی سے ملتے ہیں، جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''تجدون الناس كإبل مئة لا يجد الرجل فيها راحلة''.

''تم انسانوں کو ان سو (۱۰۰) اونٹوں کی طرح پاؤ گے جن میں سے سواری کا بوجھ اٹھانے کے قابل کوئی ایک اونٹ بھی نہیں ملتا''۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابةؓ، باب قوله صلی اللہ علیه و سلم :تجدون الناس كإبل مئة......)

پورے سو اونٹوں میں کوئی ایک بھی سواری کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ملتا! آج بھی ہمیں کسی جمِ غفیر

کی تلاش نہیں، ہمیں تو ان چنیدہ لوگوں ہی کی تلاش ہے جو لاکھوں میں ایک ہیں، لیکن اپنے کندھوں پر امت کے غموں کا بوجھ اٹھانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ وہ جن کے قلوب اس دین کی فکر میں گھلتے ہیں، جو مسلمانوں کی حالتِ زار سے بے چین ہوکر اپنے بستروں پر کروٹیں بدلتے ہیں، جو یہ سوچ کر ہی تڑپ اٹھتے ہیں کہ آج دنیا کے کتنے مختلف خطوں میں کتنی مسلمان بہنوں کی عصمتیں پامال کی جارہی ہیں...... جو ان سب امور پر سوچنے اور ان غموں کا مداوا کرنے کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے میدانِ عمل کا رخ کرتے ہیں۔ مجھے یہ حدیث کبھی پوری طرح سمجھ نہیں آئی تھی کہ: ''تم انسانوں کو ان سو(۱۰۰) اونٹوں کی طرح پاؤ گے جن میں سے سواری کا بوجھ اٹھانے کے قابل کوئی ایک اونٹ بھی نہیں ملتا'' ...... یہاں تک کہ میں فلسطین اور افغانستان کے جہاد میں شریک ہوا اور اس حدیث کی عملی تشریح اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ واقعتاً سینکڑوں انسانوں میں سے محض چند رجالِ کار اور مٹھی بھر مردِ میدان ہی برآمد ہوتے ہیں۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنی تمنا بیان کرے۔ تو ان میں سے ایک نے یہ تمنا کی کہ انہیں اتنا سونا مل جائے جس سے پورا گھر بھر جائے اور وہ اسے اللہ کے رستے میں خرچ کریں۔ جبکہ دوسرے صحابیؓ نے یہ تمنا کی کہ انہیں اتنے غلام مل جائیں جن سے پورا گھر بھر جائے اور وہ انہیں اللہ کی راہ میں آزاد کریں۔ یوں ان میں سے ہر ایک نے اپنی تمنا بیان کی۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: اے امیر المومنین! آپ اپنی تمنا بھی بیان فرمائیں۔ عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''أتمنى أن يكون لي مل ء هذا البيت مثل أبي عبيدة''.

''میری تمنا ہے کہ مجھے ابوعبیدہؓ جیسے اتنے رجالِ کار مل جائیں جن سے یہ پورا گھر بھر جائے''۔

(بغية الطالب في تاريخ الحلب، لإبن العديم)

(جبکہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ''تهذيب التهذيب'' کی آٹھویں جلد میں مذکور روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ: ''أتمنى أن يكون لي رجال مثل عمير أستعين بهم على أمور المسلمين'' یعنی ''میری تمنا ہے کہ مجھے عمیرؓ جیسے رجالِ کار مل جائیں جن سے میں مسلمانوں کے (اجتماعی) امور میں مدد لوں''۔)

اسی سے تربیت یافتہ رجالِ کار کی اہمیّت واضح ہوتی ہے۔ بلاشبہ تربیت کے مرحلے سے گزر کر تیار ہونے والی مضبوط بنیاد ہی آئندہ مراحل میں پورے دین کی اقامت اور پوری امت کے احیاء کا بوجھ اٹھاتی ہے۔ زمنِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مضبوط بنیاد مدینہ میں موجود سابقون الاولون انصار و مہاجر

صحابہؓ تھے۔ اسی مضبوط بنیاد سے اسلام آگے پھیلنا شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا جزیرۂ عرب مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گیا۔ پھر جب عراق، فارس اور روم کی فتوحات کے مراحل آئے، جب کبھی دعوتی وفود یا جنگی لشکر بھیجے گئے تو بنیاد کا کام دینے والے اسی مبارک طبقے سے قائدین و رہنما چنے گئے۔ قاضی بھی انہی میں سے نکلے، مفتی، سپہ سالار اور قائدین بھی انہی سے! یہ تربیت یافتہ حضرات ہی اس امت کا مرکز و محور اور اسلامی معاشرے کی روح ثابت ہوئے۔ یہی لوگ امت کی قوت کو دو چند کرنے، اس کے افراد میں بجلیاں بھرنے، دین کی سرحدات کو محفوظ کرنے اور محاذوں کو آباد رکھنے کا باعث بنتے ہیں۔ یہی اپنی سرفروشی سے باقی سب کے جذبے جوان کرتے ہیں...... ان میں سے کتنے ہی اپنے پاکیزہ لہو سے اسلام کی عمارت کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں اور جو پیچھے رہ جاتے ہیں وہ اس امت کو دین پر قائم رکھنے اور جہاد و قتال پر استقامت بخشنے کا باعث بنتے ہیں۔ پھر یہی وہ خوش بخت ہیں جن کو اللہ رب العزت زمین میں غلبہ و تمکین بخشتے ہیں اور انہیں اپنے دین کے نفاذ کی بھاری امانت تھماتے ہیں...... کیونکہ یہ ثابت کر چکے ہوتے ہیں کہ یہ اپنی ذاتی و اجتماعی زندگیوں میں احکاماتِ الٰہی کے پابند اور شریعت کے امین ہیں، لہٰذا اللہ رب العزت زمین پر اپنے دین کے نفاذ کی مبارک امانت بھی انہی کے کندھوں پر ڈالتے ہیں...... انہی کو اس عظیم خدمت کے لئے چنتے ہیں!

فاعتبروا یا أولی الأبصار

اور دنیا بھی ہاتھوں سے جاتی رہی!

شیخ ابو مصعب سوری فک اللہ أسرہ

مترجم: حافظ صلاح الدین

(اس مضمون کے مطالعے کے دوران یہ امر ذہن نشین رہے کہ مصنف نے یہ مضمون اپنی گرفتاری سے قبل سن ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۴ء میں لکھا تھا۔ مضمون میں دیئے گئے اعداد وشمار اسی وقت کے ہیں۔)

آج امتِ مسلمہ نہ صرف اپنے رب سے دوری اور دین سے محرومی کا شکار ہے بلکہ دنیا بھی اس کے ہاتھوں سے جاتی رہی ہے۔ آج مسلمانوں کی غالب اکثریت...... جو کہ کروڑوں تک جا پہنچتی ہے...... تنگ وترش زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ خستہ حالی ان کا مقدر بنی ہوئی ہے اوران کی معیشت تباہی کا شکار ہے۔ قریب ہے کہ ان کی حالت اس حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو جائے جسے حضرت ابوسعید خدریؓ روایات کرتے ہیں کہ:

''إن أشقى الأشقياء من اجتمع عليه فقر الدنيا وعذاب الأخرة''.

''بلاشبہ بدبخت وبدنصیب ترین آدمی ہے وہ جس پر فقرِ دنیا اور عذابِ آخرت جمع ہو جائیں''۔

(رواہ ابن ماجہ وصححہ الحاکم)

آج مسلمانوں کی اکثریت اسی حالت کو جا پہنچی ہے، **إلا من رحم اللہ** ! آئندہ سطور میں ہم ان اہم وجوہات واسباب کا جائزہ لیں گے جن کے سبب مسلمان آج اپنی دنیا بھی کھو بیٹھے ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کے اموال اوران کے قیمتی سرمایہ جات کی وسیع پیمانے پر چوری

امتِ مسلمہ کے تمام علاقے طرح طرح کے قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں جن میں سرفہرست پٹرول ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ آج اگر دنیا میں بڑے پیمانے پر پٹرول کا ذخیرہ کہیں پایا جاتا ہے تو وہ خلیجِ عرب میں ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق زمین میں پٹرول کا پہلا ڈیم بھی یہی ہے۔ اس کے علاوہ بحر قزوین سے قوقاز تک پھیلے ہوئے علاقے اور عراق وشام میں بھی پٹرول وافر مقدار میں موجود ہے۔ وسطی ایشیا کے یہ ذخائر عالمی سطح پر نہایت اہمیّت کے حامل ہیں۔ اسی طرح جنوبی سوڈان، افریقہ کی چوٹیوں اور

مصر سے الجزائر تک پھیلے ہوئے طویل علاقے میں بھی پٹرول کے متعدد ذخائر پائے جاتے ہیں جن کی اہمیّت بھی محتاجِ بیان نہیں۔ یہ تمام علاقے جدید دنیا میں دولت کے اساسی ذخائر ہیں اور یہی وہ ذخائر ہیں جو ہر میدان میں...... چاہے سیاسی ہو، اقتصادی یا تزویراتی...... قوت وطاقت کا سرچشمہ ہیں۔

پھر اِنھی کے ساتھ عالم اسلام کا وہ حصّہ بھی واقع ہے جو مشرق میں افغانستان، پاکستان، مشرقی فلپائن سے لے کر بحر اطلس کے کنارے تک اور مغرب کی سمت مغربی ساحلوں سے ملتا ہوا موریطانیا اور مغربی سینگال تک پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ شمال میں یہی علاقہ وسطی ایشیاء، قوقاز، بلقان اور شمالی افریقہ تک اور جنوب میں جنوبی ایشیا، انڈونیشیا اور وسطی افریقہ تک کے وسیع وعریض علاقے پر محیط ہے۔ ان تمام علاقوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ اسلام مختلف قدرتی معدنیات کی عظیم دولت سے مالا مال ہے جو تزویراتی اعتبار سے بے پناہ اہمیّت کی حامل ہے۔ ان ممالک میں سے اکثر نہ صرف اہم صنعتی معدنیات کا ذخیرہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ وہ سامانِ خورد ونوش اور زرعی پیداوار میں بھی متمول ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ یہ اسلامی ممالک اہم ترین بحری، بری اور فضائی آمدورفت کے راستوں پر وسیع اختیارات رکھتے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ چار اہم ترین مختصر بحری راستے: (۱) ہرمز، (۲) باب مندب، (۳) نہر سویس، اور (۴) جبل طارق...... جن پر عالمی معیشت کا کلی انحصار ہے...... امتِ مسلمہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ چاروں مختصر بحری راستے ایسی فضائی شکل بناتے ہیں جو دنیا کے نظامِ مواصلات کو چہار اطراف سے باہم ملائے ہوئے ہے۔

لیکن انتہائی تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان تمام انعامات واحسانات کے باوجود مسلمانوں کے بیشتر ممالک بھوک وافلاس اور جہالت و پسماندگی کے شکار ممالک کی فہرست میں شامل ہیں۔ پٹرول کی دولت سے مالا مال ان ممالک میں سے بیشتر عالمی ادارہ 'اوپیک' کے ممبر بھی ہیں، تاہم اس کے باوجود ان ممالک کی اکثریت خطِ غربت سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہی ہے۔ مسلمانوں کے وسائل کی بہتات کا اندازہ کرنے کے لئے یہ ایک مثال ہی کافی ہے کہ یورپ کی '۶۵ فیصد' قدرتی گیس کی کھپت الجزائر سے آتی ہے۔ یہ بھی جانتے چلئے کہ اسلام کے آنگن اور اس کے گھر جزیرۂ عرب میں...... جو مسلمانوں کے سب سے اہم قدرتی سرمایہ کا حامل ہے...... دنیا کے '۵۷ فیصد' پٹرول کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ وہاں ایک

کروڑ ساٹھ لاکھ (۱۶،۰۰۰۰۰۰) بیرل پٹرول یومیہ نکالا جاتا ہے۔علاوہ ازیں جو ذخائر جنوبی عراق میں پائے جاتے ہیں، وہ پانچ ملین (۵،۰۰۰۰۰۰) بیرل پٹرول ایک دن میں نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ گیس کا استخراج اس کے علاوہ ہے۔ نیز پٹرول وگیس کے محفوظ ذخائر جو ایران، الجزائر، شام اور سوڈان میں پائے جاتے ہیں، وہ بھی مشہور ومعروف ہیں۔ایسے ہی پٹرول کا دوسرا بڑا ذخیرہ بحرِ قزوین کے گردوپیش میں پایا جاتا ہے۔

سبحان اللہ، کیسا تعجب خیز اتفاق ہے کہ خطہء ارض کی امیر ترین قوم آج دنیا کی فقیر ترین قوم بن چکی ہے!!!

ہمارے صلیبی صہیونی دشمن ہمارے ہی مال کے ذریعے ہمارے خلاف لڑ رہے ہیں

اس سے بھی تعجب خیز بات کفارِ مغرب (جن کا سرغنہ امریکہ ہے) کی وہ تاریخ ساز چوریاں ہیں، جن کا تجربہ وہ مختلف اسلامی ممالک میں کر چکے ہیں۔ یہ ہمارے وہی صلیبی صہیونی دشمن ہیں جنھوں نے آج ہم پر چہار اطراف سے چڑھائی کر رکھی ہے۔افسوس! یہ لوگ ہمارے ہی مال سے ہمیں ہلاک کرتے ہیں، بہت سہولت و بے تکلفی سے ہمارا مال لے جاتے ہیں، پھر اسے ہمیں ہی نیست ونابود کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ دشمن اپنے جنگی جہازوں، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کو چلانے کیلئے ہم ہی سے پٹرول لیتے ہیں، پھر اس کے ذریعے ہمارے ہی بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے ہیں۔آج مسلمانوں کے اس پٹرول سے مسلمانوں کی بجائے خود اسلام کے صلیبی صہیونی دشمنوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے......اور وہ اسے اپنی تعیشات میں اور ہمیں برباد کرنے میں کھپا رہے ہیں۔

ہمارا سرمایہ تو مصادر ہی سے چوری ہو جاتا ہے

دراصل ہمارا قیمتی سرمایہ ہمارے مصادر ہی سے چوری ہو جاتا ہے۔ یہ اس طرح کہ ہمارے صلیبی دشمن مختلف کمپنیوں کی صورت میں تیل اور پٹرول کے استخراج، خرید وفروخت، تجارت...... اور تمام چھوٹے بڑے مراحل کی خودنگرانی کرتے ہیں، اور پھر اس کی آمدنی ملکی بینکوں کا چکر کاٹتے ہوئے انہی کے بینک کھاتوں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ ذیل میں ہم اس تاریخی چوری کے اہم مراحل پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

چوری کا پہلا مرحلہ

چوری کا پہلا مرحلہ تیل نکالنے والی مغربی کمپنیوں کے ساتھ ہماری چور اور خائن حکومتوں کے معاہدوں کی صورت میں شروع ہوتا ہے۔ یہ بد بخت حکومتیں ان معاہدات کے ذریعے ۴۰ سے ۶۰ فیصد آمدنی اپنے کھاتے میں لے جاتی ہیں اور بقایا منافع ان کمپنیوں کے حصّے میں آتے ہیں...... جبکہ یہ بیچاری امت خالی ہاتھ بیٹھے تماشہ دیکھتی ہے۔

چوری کا دوسرا مرحلہ

چوری کا دوسرا مرحلہ خارج شدہ کیمیکل میں دھاندلی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ چونکہ ان تمام مراحل کی نگرانی یہ کمپنیاں خود ہی کرتی ہیں لہٰذا ان کے لئے اپنے انجینئر اور ماہرین کے ذریعے دھاندلی کرنا نہایت آسان ہوتا ہے۔ نیز اگر کہیں نگرانی پر مامور ماہرین مقامی حکومتوں میں سے ہوں تو انہیں رشوت کے ذریعے خاموش کرالیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ کمپنیاں متعدد ممالک میں جعل سازی کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔

چوری کا تیسرا مرحلہ

اب آتا ہے چوری کا تیسرا مرحلہ، جس میں اس مواد کی حد بندی، اس کی قیمت کا تعیّن اور عالمی سطح پر اس کی خرید وفروخت کی جاتی ہے۔ اس مرحلے پر اس مواد کی انتہائی کم قیمت لگائی جاتی ہے (جو بذاتِ خود وسائل چوری کرنے کا ایک جدید انداز ہے)۔ سمجھنے کے لئے بس ایک مثال ہی کافی ہے کہ خود مغرب کے ۲۶ عالمی اقتصادی تعلیمی اداروں کے مطابق ایک بیرل خام پٹرول اور اس سے نکلنے والے صنعتی مواد کی اصل تصور شدہ قیمت کم از کم ۲۶۰ ڈالر فی بیرل ہونا ضروری ہے۔ جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اب تلک پوری تاریخ میں کبھی بھی یہ قیمت ۴۵ ڈالر سے تجاوز نہیں کر سکی۔ اکثر اوقات تو اس کی قیمت ۲۰ ڈالر کے ہی ارد گرد رہی، حتیٰ کہ بسا اوقات یہ قیمت ۱۰ ڈالر تک بھی جا گری ہے!!!

یہ سارا مکروہ کھیل ہمارے ممالک پر قابض صلیبی سرمایہ دار اور عالمی تجارتی منڈی کے یہودی ساہوکار کھیلتے ہیں۔ ہمارے قیمتی سرمایوں اور ہمارے ممالک کی کرنسیوں کی قدر یہی گھٹاتے بڑھاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی المناک حادثہ یہ ہے کہ ہم پر قابض چور حکمران، ان کے حکام وخدام، ان کے بھائی بیٹے اور معاونین ومصاحبین چند ٹکوں اور محدود ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر اس قیمتی دولت کو عالمی سطح پر مقرر

کردہ حصص کے مقابلے میں بھی انتہائی ارزاں قیمت، مثلاً ۳ ڈالر فی بیرل تک میں بیچ دیتے ہیں۔ یوں نصف ملین بیرل پٹرول سے محض **ڈیڑھ ملین ڈالر (۱۵۰،۰۰۰،۰۰۰)** کی آمدنی حاصل ہوتی ہے جو اس حکمران طبقے کی آوارگی، بدکاریوں، زناکاریوں اور جوئے بازیوں کے چند ہفتوں کے اخراجات ہی کو کفایت کرپاتی ہے۔

یہ تو ہمارے قیمتی سرمایوں میں سے صرف پٹرول کے ساتھ ہونے والے سلوک کی ایک مثال ہے۔ اسی سے آپ مسلم علاقوں میں پائے جانے والے باقی تمام قیمتی سرمایوں اور اثاثوں کی چوری کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں۔

چوری کا چوتھا مرحلہ

بات یہاں بھی ختم نہیں ہوتی، آگے چوری کا چوتھا مرحلہ آتا ہے۔ اس مرحلے میں اس حاصل شدہ آمدنی کو ہماری خائن حکومتیں ہمارے بینک کھاتوں کے نام پر صلیبی بینکوں میں منتقل کردیتی ہیں...... جو ہمارے لئے محض الیکٹرونک حساب و کتاب میں اعداد و شمار اور صفروں کی تعداد میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے حکمرانوں کو بھی اس کی اجازت نہیں ہوتی کہ ان بینکوں سے اپنی ہی رقم ایک مقرر شدہ حصّے سے زائد نکلواسکیں تا آنکہ وہ اس رقم کا اکثر حصّہ مغرب ہی کی صنعتی مصنوعات اور انہی کا بنایا ہوا اسلحہ خریدنے میں لگادیں۔

پھر یہ سامان بھی اربابِ مغرب اپنی من پسند قیمت پر بیچتے ہیں۔ اس نکتے کو واضح کرنے کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ کویتی قومی اسمبلی کے ایک رکن کے امریکہ میں صرف کھانے کے اخراجات کروڑوں ڈالر تک پہنچتے تھے...... جہاں مصارفِ طعام میں ۳۰ ڈالر تو صرف ان چند پتوں کی قیمت تھی جو بطورِ سلاد استعمال کئے جاتے ہیں۔

جو تھوڑا بہت حاصل ہوتا ہے، وہ بھی ہمارے خائن حکمران اُڑا دیتے ہیں

اب آخر میں دیکھئے کہ ہمارے قیمتی وسائل میں سے خود ہمارے ہاتھ کیا آتا ہے...... حقیقی آمدنی کی مضحکہ خیز حد تک قلیل نسبت! اور اس کا بھی بیشتر حصّہ ہمارے حکمران سوئٹزرلینڈ، امریکہ و یورپی ممالک کے بنکوں میں موجود اپنے خفیہ کھاتوں میں جمع کروادیتے ہیں، جو حقیقت میں یہود ہی کے ادارے ہیں۔ یوں ہمارے 'بے حد و حساب وسائل' سے حاصل شدہ 'انتہائی کم آمدنی' ان حکمرانوں کے اپنے اخراجات اور

بعض بنیادی منصوبوں کو ہی بمشکل پورا کر پاتی ہے......اورعوام کے ہاتھ عملاً کچھ بھی نہیں لگتا۔

محض پٹرول ہی نہیں، تمام معدنی وسائل چوری کئے جاتے ہیں

جہاں تک ہمارے دیگر معدنی وسائل کا تعلّق ہے تو وہ بھی ایسے ہی ہتھکنڈوں سے بھاری مقداروں میں چوری کر لئے جاتے ہیں اور بالعموم دھاتوں، پتھروں اور خام مال کی صورت میں ہی برآمد کر دیئے جاتے ہیں۔ نہ ہی انہیں اپنے یہاں صنعت میں لگایا جاتا ہے اور نہ اپنے علاقوں کے لئے ان سے کوئی خاص فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ بیشتر مسلم ممالک مقامی ماہرین کو استعمال کرتے ہوئے یہ معدنیات اپنے یہاں ہی صنعتی استعمال میں لا سکتے ہیں، لیکن ہماری خائن حکومتوں کو......سوائے ان قیمتی معدنیات کو کانوں سے نکالنے اور برآمد کر دینے کے......کچھ نہیں سوجھتا۔

سرزمینِ حرمین پر ظلم کی انتہا!

چوری ڈکیتی کی انہی تاریخ ساز وارداتوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو قدرتی وسائل اور عظیم نعمتیں عطا کی تھیں وہ ان سے چھنتی چلی جا رہی ہیں۔ آج مسلم سرزمینوں کی صورتحال یہ ہو چکی ہے کہ وہاں حکومت کے حصول، وسائل کی لوٹ مار اور صلیبی آقاؤں کو ان وسائل کی حوالگی کے لئے ہر دم ایک سیاسی وعسکری کشمکش جاری رہتی ہے! (ہر خائن حکومت یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ امت کے وسائل لوٹنے اور ان وسائل کو کفار کے حوالے کرنے میں سابقہ حکومتوں سے زیادہ مخلص اور چاق و چوبند ہے!!) پھر آخر یہی کشمکش کفار کے حملوں، حرص و ہوس پر مبنی خونی جنگوں، ہلاکتوں، خوف، بھوک اور افلاس کا سبب بنتی ہے۔ پھر اس ظلم کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ امریکہ ہماری ہی سرزمینوں، بالخصوص اسلام کے آنگن اور امت کے قلب 'جزیرۂ عرب' پر چڑھائی کرتا ہے اور حملہ آور لشکر کو 'امن فوج' اور حملے کے مقصد کو 'عسکری امداد' کا نام دیتا ہے۔ دورِ حاضر کا استعمار اپنے صلیبی عزائم کو ان خوش نما ناموں میں ملفوف کر کے ہم پر حملہ کرتا ہے اور پھر اس مکروہ مہم کے مصارف و اخراجات بھی ہماری ہی حکومتوں سے وصول کرتا ہے۔ چنانچہ امریکہ نے "**عاصفة الصحراء**" (آپریشن ڈیزرٹ سٹارم) کے اخراجات **یعنی پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ (٥،٦٠،٠٠٠٠٠) ڈالر** بھی سعودی حکومت پر تھوپے۔ اس خطیر رقم کی ادائیگی کے سبب سعودی بجٹ خسارے میں پڑ گیا اور سعودی حکومت سودی قرضے لینے پر مجبُور ہو گئی۔ جی ہاں! دنیا میں پٹرول کا سب سے بڑا ذخیرہ رکھنے والا ملک **مقروض** ہو گیا!!! بلدِ نبویؐ عالمی سودی امداد لینے پر مجبُور ہو گیا...... فیـــــا

للأسف!!

یہ تو انہی کے ذرائع ابلاغ کے چند انکشافات تھے۔ باقی جو کچھ ابھی تک مخفی ہے، وہ تو اور بھی تکلیف دہ اور نا قابلِ بیان ہوگا۔

۲۔ مسلم ممالک میں اموال کی غیر منصفانہ تقسیم

عامۃ المسلمین کی غربت اور مرتد حکمرانوں کی ثروت

یہ داستانِ غم، مسلمانوں کے بیت المال اور ان کے وسائل و سرمایہ کی چوری تک محدود نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمارے سروں پر مسلط مرتد حکام، ان کے مصاحبین وخدام، بہت سے بڑے بڑے تجار اور اس طاغوتی نظام کو سہارا دینے اور قائم رکھنے والے کارندے مسلمانوں کی بچی کھچی آمدنی میں ناحق تصرفات کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ خلیجی ممالک کی گیس اور پٹرول کی یومیہ آمدنی کروڑوں ڈالر سے بھی متجاوز ہے، جسے یہ حکام......جن کی تعداد بعض ممالک میں بیس سے زائد نہیں......اپنی عیاشیوں میں اڑا دیتے ہیں۔ اس طرح ان تمام ممالک پر قابض حکام......جو مجموعی طور پر چند سو سے زائد نہیں......امت کا مال جو کہ شرعاً تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے، آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔

ایک مثال ملاحظہ فرمائیے! ان حکام کی زندگیوں پر تحقیق کرنے والے اداروں کے مطابق سلطان بن عبدالعزیز (نائبِ ثانی مملکتِ سعودیہ) کا صرف ایک دن کا خرچہ **تیس لاکھ ڈالر (یعنی تقریباً ۱۹ کروڑ روپے)** تک پہنچتا ہے۔ یہ خطیر رقم اس کے ان محلات کے روزمرہ مصارف پر خرچ ہوتی ہے جو امریکہ، مختلف یورپی ممالک اور مشرقی ساحلوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ نیز اسی رقم سے ان محلات میں ہونے والے لہو ولعب، آوارگیوں، بدکاریوں، جوئے بازیوں اور فسادات کے اخراجات بھی پورے کئے جاتے ہیں۔ اسی ایک مثال پر آپ دیگر حکام کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ پر نشر ہونے والی ایسی ہی ایک دلسوز خبر سعودیہ کے شہزادے فیصل بن فہد کی تھی جس نے جوئے کی ایک میز پر **۱۰ کھرب ڈالر (یعنی تقریباً چھ سو کھرب روپے)** ہارے اور پھر اسی صدمے کی وجہ سے اس کی حرکتِ قلب بند ہوگئی اور وہ مر گیا۔

[قارئین کے فائدے کے لئے ہم ایسی چند مزید مثالیں بھی پیش کئے دیتے ہیں:

دبئی، متحدہ عرب امارات کی ذیلی ریاستوں میں سے ایک اہم ریاست ہے۔ اس ریاست کے اقتصادی معاملات کو یہاں کا حاکم 'مکتوم خاندان' اپنے ذاتی کاروبار کے طور پر چلاتا ہے، یعنی دبئی بطور ''دبئی کارپوریشن لمیٹڈ'' (Dubai Inc.) کام کرتا ہے۔ یہاں کا سربراہ محمد بن راشد المکتوم دبئی کو سرمایہ کاروں اور سیاحوں کی جنت بنانے اور اپنی دولت بڑھانے کی خواہش میں کروڑوں اربوں ڈالر کی لاگت سے نت نئے تعمیراتی منصوبے شروع کرتا رہتا ہے۔ دبئی میں محمد بن راشد کی خاص فرمائش پر تعمیر کردہ مشہور 'برج العرب' ہوٹل پایا جاتا ہے جو دنیا کا واحد 'سیون سٹار' ہوٹل ہے۔ اس ہوٹل کی تعمیر سے قبل ساحل سے ذرا ہٹ کر پانی میں ایک چھوٹا سا مصنوعی جزیرہ بنایا گیا اور اس جزیرے پر ہوٹل کی عمارت کھڑی کی گئی۔ اس ہوٹل میں کوئی کمرہ کرایہ پر لینا ممکن نہیں، کیونکہ یہاں اکیلے کمرے کا تصور ہی نہیں ہے۔ اس میں تو دو دو منزلہ رہائش گاہیں ہی دستیاب ہیں جن میں ہر قسم کی عیاشی کا سامان میسر ہے۔ ان میں سے سستی ترین رہائش گاہ کا کرایہ بھی آج سے دو سال قبل ۵،۴ ہزار ڈالر (یعنی تین سے ۴ لاکھ روپے) یومیہ سے شروع ہوتا تھا؛ جبکہ خصوصی رہائش گاہوں کا کرایہ ۱۳ ہزار ڈالر (یعنی ۹ لاکھ روپے سے زائد) یومیہ تھا۔ اس ہوٹل میں آنے والوں کی خدمت کے لئے سربراہِ دبئی کی خاص فرمائش پر ۱۶ 'رولز رائس' گاڑیاں کمپنی سے خصوصی طور پر تیار کروائی گئیں جن سب کا رنگ باہر سے سفید ہے اور گاڑیوں کے اندر ہر شے نیلی رنگ کی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ہوٹل مکتوم خاندان کی ذاتی ملکیت ہے۔

پھر سربراہِ دبئی کو ایک نیا شوق سوجھا۔ اس نے دبئی میں دنیا کی سب سے اونچی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ چند سال قبل 'برجِ دبئی' پر کام شروع کیا گیا جو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) منزلوں پر مشتمل ۷۰۰ میٹر بلند عمارت ہے اور جس کی تعمیر پر دو سو کھرب ڈالر (یعنی ۱۴ ہزار کھرب روپے) سے زائد لاگت آئی ہے۔ نیز اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس کی تعمیر اس انداز سے کی گئی ہے کہ ضرورت پڑنے پہ اس میں مزید منزلوں کا اضافہ کیا جا سکے...... تا کہ اگر کوئی دوسرا ملک اس سے اونچی عمارت بنالے تو پھر بھی اسے پیچھے چھوڑ ناممکن ہو۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق سعودی حکمرانوں سے یہ برداشت نہیں ہوا کہ دبئی کو آگے نکلتا دیکھیں، چنانچہ وہ برجِ دبئی سے بھی اونچی عمارت بنانے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ احمقوں کے اس مقابلے میں کون زیادہ آگے نکلتا ہے!

دبئی کے سربراہ کا ایک اور ذاتی منصوبہ 'دبئی شاپنگ مال' ہے...... یعنی ۱۲ ملین مربع فٹ پر محیط ایک بازار اور تجارتی مرکز، جس نے دبئی میں پہلے سے موجود ۳۰ سے زائد وسیع و عریض بازاروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح سیاحوں کی تفریح کے انتظام کے لئے دنیا کی سب سے بڑی زیرِ چھت برف کی مصنوعی پہاڑی بنانے کا منصوبہ بھی شروع ہو چکا ہے، جس کا درجۂ حرارت ہر وقت منفی ۲ درجہ سینٹی گریڈ سے کم رہے گا چاہے باہر کی دنیا میں ۶۰ درجے سینٹی گریڈ گرمی ہو۔ انہی دیو ہیکل تعمیراتی منصوبوں کے سبب دبئی جیسے چھوٹے سے جزیرے میں دنیا بھر کی تعمیراتی مشینوں کا پانچواں حصّہ مصروفِ عمل ہے۔ پھر سیاحوں ہی کو دبئی کی طرف کھینچنے کی خاطر دبئی میں گھڑ دوڑ کے عالمی مقابلے (world cup) کا انعقاد کیا گیا۔ یہ مقابلہ جیتنے والے کو ساٹھ لاکھ ڈالر (یعنی ۴ ارب روپے سے زائد) انعام دیا گیا...... اور یہ جیتنے والا بھی محمد بن راشد المکتوم کا سگا بھائی ہی نکلا۔ دبئی کے سربراہ کا گھوڑے پالنے کا شوق تو ویسے بھی معروف ہے۔ اس کے پاس ۴۰۰ ذاتی گھوڑے ہیں اور اس مقابلے

کے انعقاد سے قبل اس نے امریکہ سے چار کھرب ڈالر (یعنی تقریباً ۲۸۰ کھرب روپے) کے ستائیس (۲۷) اعلیٰ نسل کے گھوڑے خریدے!! (دیکھئے کہ امت کا سرمایہ کیسے لٹایا جا رہا ہے!)

متحدہ عرب امارات کی معروف ہوائی جہاز کمپنی ''یو اے ای ایئر لائنز'' بھی مکتوم خاندان کی ذاتی ملکیت ہے۔ یہ کمپنی حاکمِ دبئی کے چچا، احمد بن سعید المکتوم کی زیرِ سرپرستی چلتی ہے۔ چند سال قبل سیاحت کو مزید فروغ دینے اور دبئی آمد و رفت آسان بنانے کی نیت سے اس کمپنی نے 'بوئنگ' طیارہ ساز کمپنی کو ۷ء۹ کھرب ڈالر کی ادائیگی کر کے بیالیس (۴۲) عدد 'بوئنگ ۷۷۷' مسافر طیارے خریدے۔ نیز اس خرید کے ساتھ ہی ۴۵ عدد 'ایئر بس ۳۸۰' طیارے خریدنے کا معاہدہ بھی کر لیا گیا، جن کی کل لاگت ۱۲ کھرب ڈالر سے زائد بنتی تھی۔ پھر اتنے جہازوں کو سنبھالنے اور اہلِ دنیا پر اپنی برتری جتانے کے لئے دبئی میں دنیا کے سب سے بڑے ہوائی اڈے کی تعمیر بھی شروع کر دی گئی جس میں ایک ارب چار کروڑ پچاس لاکھ مسافر سالانہ سنبھالنے کی گنجائش رکھی گئی...... حالانکہ دنیا کا بڑے سے بڑا ہوائی اڈہ بھی ایک ارب مسافر سالانہ سے زائد بوجھ اٹھانے کا تصور نہیں کر سکتا۔

دوسری طرف سربراہِ دبئی کے بھتیجے، ۲۹ سالہ مکتوم ہاشم مکتوم المکتوم نے اپنے پسندیدہ مشغلے، یعنی گاڑیاں چلانے اور گاڑیوں کی دوڑ میں شریک ہونے کو ایک باقاعدہ کاروبار کی شکل دینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے دبئی میں دنیا کا پہلا 'گاڑیوں کی دوڑ کا ورلڈ کپ' (Motor Sport Grand Prix A1 Series) منعقد کروایا جس میں دنیا کے ۲۵ ممالک کے ۲۵ ڈرائیور شریک ہوئے۔ اس مقابلے کے انعقاد پر (امت کے اموال میں سے) چار کھرب ڈالر (یعنی قریباً دو سو اسی کھرب روپے) کی لاگت آئی۔ مکتوم ہاشم نے محض اپنی ذاتی گاڑیوں کو کھڑا کرنے کے لئے دنیا کی مہنگی ترین زمین پر ایک عالی شان گھر تعمیر کروایا جو کہ دو سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔

متحدہ عرب امارات ہی کی ایک اور ریاست ابوظہبی کے شاہی خاندان سے تعلّق رکھنے والے حماد بن حمدان النہیان کے پاس بھی (امت کی) وافر دولت اور انوکھے شوق ہیں۔ اس کے خاندان کی کل دولت بیس (۲۰) کھرب ڈالر کے قریب پہنچتی ہے۔ یہ شخص عوام میں ''Rainbow شیخ'' (رنگین شیخ) کے طور پر بھی جانا جاتا ہے کیونکہ اس نے ۱۹۸۴ میں اپنی شادی کے موقع پر خصوصی فرمائش سے ہفتے کے سات دنوں کے لئے سات مختلف رنگوں کی گاڑیاں بنوائیں۔ گاڑیوں کے شوق میں یہ بھی کسی سے پیچھے نہیں۔ اس نے ۲۰۰ کے قریب نادر و نایاب، قدیم و جدید گاڑیاں اکٹھی کر رکھی ہیں اور انہیں کھڑا کرنے کے لئے ابوظہبی کے صحرا میں اہرامِ مصر کے طرز پر دنیا کا مہنگا ترین گیراج بنایا ہے۔ لیکن اس کی پسندیدہ ترین گاڑی مشہور امریکی فوجی گاڑی 'ہمر' (Hummer) کا 'ایلفا' ماڈل ہے جو کل ۳۰۰ عدد بنائی گئی تھیں اور ان میں سے صرف دو امریکہ سے باہر نکلی ہیں...... جن میں سے ایک اس کے استعمال میں ہے۔ اس گاڑی کو ابوظہبی کا یہ شیخ صحرا کی سیر کے لئے استعمال کرتا ہے اور اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ ڈالر (یعنی ایک کروڑ روپے سے زائد) ہے۔

حماد بن حمدان کو ایک اور انوکھا شوق بھی ہے...... گاڑیوں کو کشتیوں میں تبدیل کرنا! اس کی پسندیدہ کشتی کے بیچوں بیچ ایک گاڑی نصب کی گئی ہے اور بظاہر انسان گاڑی کی سیٹ پر بیٹھ کر بعینہٖ گاڑی ہی چلا رہا ہوتا ہے، لیکن عملاً سمندر میں کشتی چل

رہی ہوتی ہے۔اسی گاڑی نما کشتی میں سوار ہوکر حماد اپنے ذاتی جزیرے تک جاتا ہے جہاں اس کا عظیم الشان محل ہےاور دوسو خدام ہر وقت اس کی خدمت کوموجود ہوتے ہیں۔ پھر جب حماد کا دل چاہے کہ وہ اپنے اہل وعیال سمیت صحرا کی سیر کو نکلے تو اس کے لئے بھی ایک علیحدہ انتظام کرلیا گیا ہے۔ایک تو حماد نے ایک بڑے سے ٹرک میں دومنزلہ متحرک گھر بنوایا ہے، جس میں دو تین خواب گاہیں، ایک مطبخ، بیت الخلاء، صحن اور ہیلی کاپٹر کے اترنے کی جگہ بھی موجود ہے۔ پھر یہ سوچ کر کہ میرا خاندان تو بڑا ہےاور یہ کمرے ناکافی ......حماد نے ایک اور اہتمام کرنے کا فیصلہ کیا۔اس نے کرۂ ارض کی طرز پر ایک گول ۵۰ ٹن وزنی گیند نما گھر بنوایا جسے سات لاکھ ڈالر(تقریباً پانچ کروڑ روپے)مالیت کا حامل ۲۰ٹن وزنی ٹرک کھینچتا ہے۔اس گیند نما گھر کے نیچے جو پہیے لگوائے گئے ان میں سے ہر ایک کی قیمت ۱۷ہزار ڈالر(بارہ لاکھ روپے)ہے۔اس گیند کے اندر موجود چارمنزلہ گھر میں ۹ عدد خواب گاہیں ہیں جن میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک بیت الخلاء اور حمام ہے۔جبکہ مہمانوں کا کمرہ ان کے علاوہ ہے۔ اس گیند میں ۲۴ ٹن پانی اٹھانے کی ٹینکی بھی موجود ہے۔ یہ متحرک گھر دنیا میں اپنی طرز کا واحد عجوبہ ہے۔(مترجم)]

ایک طرف حکام اوران کے چیلوں کا یہ حال ہے، اور دوسری طرف تحقیقی اداروں کی رپورٹ کے مطابق اکثر اسلامی ممالک کے مسلمان خطِ غربت سے بھی نیچے کی زندگی بسر کرنے پر مجبُور ہیں۔ بلاشبہ یہ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہےاور سینہ پارہ پارہ ہوجاتا ہے کہ اموال کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے امت کو کس حال تک پہنچا دیا ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ!

بلادِاسلامیہ میں امیر اور غریب ممالک کی تفریق

اسی طرح سامراج کی کوششوں کی بدولت خود بلادِ اسلامیہ میں بھی دولت مند اور غریب وپسماندہ ممالک کی تفریق پیدا ہوچکی ہے۔بعض اسلامی ممالک......مثلاً بنگلہ دیش، افغانستان اور افریقہ کے بعض مسلم ممالک...... میں فی کس سالانہ آمدنی اوسطاً ۱۰۰ ڈالر، یعنی یومیہ ایک ڈالر کا چوتھائی حصّہ ہے، جبکہ دوسری جانب خلیجی ممالک میں عام فرد کی اوسط آمدنی بیسیوں ہزار ڈالر سالانہ ہے۔حتیٰ کہ کویت وقطر جیسے بعض ممالک میں عام فرد کی مالی خوشحالی کی سطح دنیائے کفر کے مقابلے میں بھی نہایت اعلیٰ ہے۔

پھر بعض مسلم ممالک کی عمومی غربت کے باوجود، ان پر قابض طبقے کی حالت یہ ہے کہ محض ان کے گھر ہی کروڑوں ڈالر مالیت کے ہیں، جبکہ بعض گھروں کی قیمتیں اس سے بھی تجاوز کر جاتی ہیں۔ان کے گھروں کا شمار دنیا کے مہنگے ترین گھروں میں ہوتا ہے جبکہ ان کی رعایا کی اکثریت بے روزگار اور بھوکوں مر رہی ہے۔افسوس صد افسوس!

امت کے مال میں تمام مسلمانوں کا حق ہے

امتِ مسلمہ کے سرمایہ میں تمام مسلمان حصّہ دار ہیں۔ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ ہمارے دین کی اساسی تعلیمات اوراس کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ امتِ مسلمہ ایک امت ہے، اس کی حفاظت وعہد کا ذمہ ایک ہے، پوری امت جسدِ واحد کی طرح ہے۔آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ:

''ليس المؤمن الذي يشبع وجاره جائع''.

''وہ مومن ہی نہیں جس نے خود تو سیر ہو کر رات گزاری جبکہ اس کا ہمسایہ بھوکا رہا''۔

(الأدب المفرد للبخاري)

اس امت کی ثروت، اثاثہ جات اور سرمایہ......تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوتے ہیں، یعنی امتِ مسلمہ کی دولت اور سرمایہ جات کسی خاص طبقے کے لئے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے ہیں۔ لیکن آج مغربی سامراج نے ہمیں ۵۷ ملکوں کی صورت میں تقسیم کر دیا ہے اوران ممالک کے حکمران مسلمانوں کے ثروت وسرمایہ کو لوٹنے اور غربت عام کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔دیکھئے کہ اسلام کے قرونِ اولیٰ کی نسبت آج امت کا حال کیا ہو چکا ہے؟!!!

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔جب عراق کی فتح کے بعد مال وغنائم کی کثرت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے زمین کی وسعت وآسودگی کو دیکھتے ہوئے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ لیا کہ میرے خیال میں عراق کے اطراف کی زمین مسلمانوں کے بیت المال کے لئے چھوڑ دینی چاہیئے تاکہ بعد میں آنے والوں کیلئے بھی کچھ سرمایہ بچ جائے۔باوجودیکہ بعض صحابہ نے اس سے اختلاف کیا اور یہ رائے دی کہ اس زمین کو مجاہدین میں تقسیم کر دینا چاہیئے، اوران کے پاس اس بارے میں کتاب وسنت سے دلائل بھی تھے، تاہم حضرت عمرؓ کا موقف کچھ اور تھا۔اس کے بارے میں درج ذیل آثار ملاحظہ کیجئے:

عن أسلم قال، سمعت عمرؓ يقول: ''اجمعوا لهذا المال، فانظروا لمن ترونه وإني قد قرأت آيات من كتاب الله. سمعت الله يقول: ﴿مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ إلى قوله ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ والله! ما من

أحد من المسلمين إلا وله حق في هذا المال أعطي منه أو منع حتیٰ راع بِعدن''.

...... فقد فكّر رضي اللّٰه عنه في ﴿وَالَّذِيْنَ جَاؤُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾، وقال رضي اللّٰه عنه: ''واللّٰه لئن بقيت لهم ليأتين الراعي بجبل من صنعاء حظه من هذا المال وهو يرعى مكانه''.

...... وقال رضي اللّٰه عنه: ''ما على وجه الأرض مسلم إلا وله في هذا الفيء حق أعطيه أو منعه إلا ما ملكت أيمانكم''.

حضرت اسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ: ''(آؤ!) اس مال (کی تقسیم) کے حوالے سے اکھٹے ہو جاؤ اور اپنی رائے دو کہ اسے کن میں تقسیم کرنا چاہئے۔ اور میں نے تو کتاب اللہ کی وہ آیات پڑھ رکھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿جو (مال بطورِ فے) اللہ بستی والوں سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے﴾ سے لے کر ﴿اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے (ان کا بھی اس مالِ فے میں حق ہے)﴾۔ اللہ کی قسم! اس مال میں ہر ایک مسلمان کا حق ہے، حتیٰ کہ اس چرواہے کا بھی جو عدن (یمن) میں رہتا ہے...... چاہے اسے دیا جائے یا اس سے روک لیا جائے''۔

...... آپؓ نے آیت کے ٹکڑے ﴿اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے﴾ کے بارے میں سوچا اور پھر فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر میں باقی رہا تو صنعاء کے پہاڑوں سے میرے پاس ایک چرواہا آئے گا اور اس مال میں اس کا بھی حق ہوگا چاہے وہ محض اُنہی (دور دراز) پہاڑیوں میں بکریاں ہی چراتا ہو (اور جہاد وغیرہ میں شرکت نہ کرتا ہو)''۔

......اور آپؓ نے کہا: ''قطعہ زمین پر رہنے والے ہر مسلمان کا اس مالِ فے میں حق ہے، چاہے اسے دیا جائے یا روک لیا جائے، سوائے غلاموں اور لونڈیوں کے''۔

(کنز العمال)

حضرت عمرؓ نے بطورِ مثال فتحِ عراق سے حاصل شدہ مال میں یمن کے رہنے والے فقیر کا بھی حق بیان کیا حالانکہ یمن مفتوحہ عراق سے بہت دور تھا۔ آپؓ نے بیت المال میں داخل کردہ دولت حتیٰ کہ اطرافِ

عراق کی زمینوں میں سے بھی اہلِ یمن کے لیے حصّہ مقرر کیا۔شریعت کی اسی تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے بتائیے کہ زیرِ زمین پائی جانے والی اس وافر دولت اور قدرتی وسائل کے اس عظیم ذخیرے کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیئے؟ کیا پوری امت ان وسائل پر حق نہیں رکھتی؟

افسوس ناک نتیجہ

لیکن افسوس کہ اہلِ مغرب کی استعماری سیاست نے ہمیں وطنی ریاستوں میں تقسیم کر کے پہلے اس امت کو کمزور کیا۔پھر انھوں نے چوریوں ڈاکوں کے ذریعے اس نحیف و ناتواں امت کے سرمایہ کے بڑے حصّے پر قبضہ کرلیا اور بچے کھچے مال پر رسہ کشی کرنے کے لئے مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں کو آزاد چھوڑ دیا۔یقیناً یہ تاریخِ انسانی میں غیر منصفانہ تقسیمِ اموال کی بدترین مثال ہے۔

اللہ رب العزت کے عطا کردہ یہ بیش بہا وسائل ہم سے ضائع ہونے کے نہایت خطرناک نتائج برآمد ہوئے۔ہمیں اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی سبھی میدانوں میں انتہائی تباہ کن اثرات کا سامنا کرنا پڑا؛ اور بلاشبہ یہ ان اہم اسباب میں سے ہے جس کے سبب ہم نے خلافت کھوئی۔پھر خلافت سے محرومی کے سبب ہماری دنیا بھی ہاتھوں سے جاتی رہی اور ہر میدان میں زندگی اجیرن ہوگئی...... یہاں تک کہ مسلمان بالعموم ظلم وجبر، ذلت ونکبت، خوف وافلاس اور طرح طرح کی بیماریوں میں گھر کر رہ گئے۔

(وإلى الله المشتكى!)

قائدینِ جہاد کے اقوال

امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ فرماتے ہیں......

کیا یہ شرمناک تاریخی شکست ان کے لیے کافی نہیں ہے؟

''صلیبی قوتوں کو چاہیے کہ وہ افغانستان پر سکندری حملوں سے لے کر چنگیزی شورشوں تک کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور اس سے سبق حاصل کریں۔ اگر وہ تاریخ کو نظرانداز کرنے پر ہی تلے ہوئے ہیں تو انھیں کم از کم گزشتہ آٹھ سالوں میں رونما ہونے والے واقعات ہی کو دیکھ لینا چاہیے۔ ان آٹھ سالوں میں کیا انھوں نے کچھ حاصل کیا ہے؟ اور اگر وہ ان برسوں میں ہونے والے اپنے نقصانات کا جائزہ لینے کو بھی تیار نہیں تو کم از کم انھیں اپنے حالیہ آپریشنز ہی کے نتائج کو دیکھ لینا چاہیے کہ انھیں ان مہمات کی کیا قیمت چکانی پڑی ہے اور اس سے انھیں کیا حاصل ہوا ہے؟ کیا یہ شرمناک تاریخی شکست ان کے لیے کافی نہیں ہے؟''

شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ فرماتے ہیں......

ہم کبھی مسجدِ اقصیٰ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے

''ہم ان شاء اللہ اپنی ارضِ مقدس کو آزاد کرانے کے راستے پر رواں دواں ہیں۔ صبر ہمارا ہتھیار ہے اور ہم اپنے رب ہی سے نصرت کے طلبگار ہیں۔ اور ہم کبھی مسجدِ اقصیٰ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے کیونکہ فلسطین ہمیں اپنی جانوں سے بڑھ کر عزیز ہے۔ سو (اے کافرو!) تم جتنا چاہو جنگ کو طول دے لو لیکن اللہ کی قسم! ہم اس پر ذرہ بھر سمجھوتہ نہیں کریں گے''۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ فرماتے ہیں......

ان نو سالوں نے جہاد و رباط میں مصروف دستوں کو فاتح ثابت کیا ہے

’’میری محبُوب امتِ مسلمہ! افغانستان اور عراق میں صلیبی حملہ آوروں کی آمد کے نو سال بعد آج آپ کے صالح مجاہد بیٹوں نے مار مار کر صلیبیوں کو زخموں سے چور کر رکھا ہے۔ وہ شدید جانی و مالی نقصان اٹھانے کے بعد اپنے ہوش کھو بیٹھے ہیں اور مکمل تباہی سے بچنے کے لیے راہِ فرار ڈھونڈ رہے ہیں۔ سوائے میری محبُوب امت! یہ (راہِ جہاد ہی) اصل راستہ ہے، اس پر عمل پیرا ہو جایئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ان سے (خوب) لڑو، اللہ انھیں تمہارے ہاتھوں عذاب میں مبتلا کرے گا اور رسوا کرے گا، اور تمہیں ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ اور ان کے دلوں سے غصہ دور کر دے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا۔ اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے‘‘۔

میں اپنی پوری امت کو بالعموم اور جہاد و رباط میں مصروف دستوں کو بالخصوص صلیبی جنگ کے کامیاب نو سال پورے ہونے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ان نو سالوں نے جہاد و رباط میں مصروف دستوں کو فاتح ثابت کیا ہے اور حملہ آور صلیبی افواج شکست و ذلت کے داغ دامن پہ سجائے شدید جانی و مالی خساروں سے ہلکان ہیں‘‘۔

شیخ مصطفیٰ ابو یزید شہید رحمہ اللہ نے فرمایا تھا......

یہ جنگ پوری زندگی پر محیط جنگ ہے!

’’مجرموں اور دشمنوں کے خلاف ہماری جنگ ایک یا دو دن کی جنگ نہیں۔ یہ جنگ تو باطل گمراہیوں کے خلاف عقیدۂ توحید کی جنگ ہے، اور سبلِ شیاطین کے خلاف سبیلِ ھدیٰ کی جنگ ہے، اور ’طاغوت کے لیے لڑنے والوں‘ کے خلاف ’راہِ خدا میں لڑنے والوں‘ کی جنگ ہے۔ پس یہ تو پوری زندگی پر محیط جنگ ہے۔

نحن الذین بایعوا محمدًا

علی الجھاد ما بقینا ابدًا

(ہم لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ جب

تک زندہ رہے، جہاد کرتے رہیں گے)

امیر القاعدہ (جزیرۂ عرب) شیخ ابو بصیر حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں......

اے مسلمانو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی خاطر اٹھ کھڑے ہو!

''اے مسلمانو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی خاطر اٹھ کھڑے ہو! جس شخص کے پاس چھری ہے وہ اسے لے کر نکلے، جس کے پاس بندوق ہے وہ اسے اٹھائے آگے بڑھے، جس کے پاس پستول ہے وہ اسے تھامے ہوئے کفار پر لپکے اور ہر فرد بارود استعمال کرنا سیکھے تاکہ اس کے ذریعے ان کی عمارتوں اور ان کے جنگلات میں آگ لگا دی جائے، اور گاڑیوں ٹرکوں کے ذریعے ان پر شہیدی حملے کیے جائیں۔ ان کفار کو زک پہنچانے کے بے شمار ذرائع ہیں۔ پس اے مسلمانو! کمزوری مت دکھاؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو، تم ضرور راستہ پاؤ گے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر بے انتہا حقوق ہیں اور اگر ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیں، تب بھی کم ہے''۔

امیر القاعدہ (مغربِ اسلامی) شیخ ابو مصعب عبد الودود حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں......

تمہارے ساتھ ہماری جنگ عقیدۂ توحید کی بنیاد پر ہے

''اے مرتدین! تمہیں جان لینا چاہیے کہ تمہارے ساتھ ہماری جنگ عقیدۂ توحید کی بنیاد پر ہے۔ ہم تم سے اس لیے لڑتے ہیں کہ تم نے دینِ اسلام سے ارتداد اختیار کیا اور اللہ کی شریعت کو بدل ڈالا، یہود و نصاریٰ سے دوستی اختیار کی اور مسلمانوں کے خلاف جاری اُن کی جنگ میں ان کا ساتھ دیا۔ اور اگر تم اپنے ان کرتوتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں۔ اور ہم تمہارے سروں پر اس وقت تک تلوار لٹکائے رکھیں گے جب تک کہ تم توبہ نہ کر لو اور دین کی جانب واپس پلٹ نہ آؤ''۔

امیر امارتِ اسلامیہ قوقاز شیخ دوکو عمروف حفظہ اللہ فرماتے ہیں......

سیاست اور دین میں کوئی تفریق نہیں، اور اسلام ایک مکمل دین ہے

''گزشتہ تین چار صدیوں سے قوقاز کے مسلمانوں کو نیند کی گولیاں کھلا کر گہری نیند سلا دیا گیا تھا، مگر اب الحمدللہ ان میں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور وہ خوف و دہشت کی فضا سے باہر نکل رہے ہیں۔ اب وہ سمجھنے لگے ہیں کہ سیاست اور دین میں کوئی تفریق نہیں اور اسلام ایک مکمل دین ہے''۔

مصاحبہ

شیخ ابو یحییٰ اللیبی حفظہ اللہ
کے ساتھ
ادارۂ حطین کی گفتگو

(عربی سے ترجمہ شدہ، حصّہ دوم)

حطین: محترم شیخ! آپ کب، کس طرح اور کن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور کتنا عرصہ قید میں رہے؟ نیز یہ بتایئے کہ کفار و مرتدین کی قید میں موجود ہمارے بھائی بہنوں کی بابت ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

شیخ ابو یحییٰ: جہاں تک اس سوال کا تعلّق ہے کہ میں کب گرفتار ہوا، تو میں ۲۸ مئی ۲۰۰۲ء کو شہرِ کراچی میں گرفتار ہوا۔ پاکستان کے خفیہ اداروں اور آئی ایس آئی نے مجھے گرفتار کیا اور چوبیس گھنٹوں کے اندر مجھے کراچی میں موجود امریکیوں کے حوالے کر دیا۔ شروع میں مجھے کراچی میں موجود امریکی جیل میں رکھا گیا اور پھر بگرام جیل منتقل کر دیا گیا۔ میں تین سال اور دو ماہ تک ان کی قید میں رہا۔

دوسرا سوال آپ نے پوچھا کہ صلیبیوں اور مرتدین کی قید میں موجود ہمارے بھائیوں اور بہنوں کی بابت ہماری کیا ذمہ داری ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں واضح طور پر فرماتے ہیں:

﴿وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُولُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا......﴾ (النسآء: ۷۵)

''اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لیے جس کے رہنے والے ظالم ہیں''۔

یعنی کیا وجہ ہے کہ تم ناچار و کمزور عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو چھڑوانے کے لئے نہیں لڑتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”فکّوا العاني“ یعنی ”قیدی کو چھڑاؤ“۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الجهاد، باب فكاك الأسير)

آج کا دور تو ہے ہی ’قیدیوں کا دور‘۔ آج کفار کے قید خانے مسلمان مردوں، عورتوں، نیک و صالح لوگوں اور علمائے کرام سے بھرے پڑے ہیں۔ ایسا نہ صرف پاکستان میں ہے بلکہ دیگر تمام مسلم ممالک میں بھی مسلمانوں کو ایسی ہی صورت حال سے سابقہ ہے۔ پس تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان قیدیوں کو چھڑوائیں۔ یہ معاملہ نوافل میں سے نہیں کہ مسلمانوں کو اختیار حاصل ہے؛ چاہے تو ادا کریں اور چاہے تو چھوڑ دیں، بلکہ یہ کام شرعی فرائض میں سے ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

”يجب على المسلمين أن يفدوا الأسراء بأموالهم ولو أتى عليها كلها“.

”مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے مال کے ذریعے قیدیوں کو چھڑوائیں، چاہے اس کی خاطر تمام تر مال ہی کیوں نہ خرچ کرنا پڑے“۔

اس فرض کی تاکید سمجھنے کے لئے امام مالکؒ کے اس جملے پر غور کیجئے کہ ”چاہے اس کی خاطر مسلمانوں کا تمام تر مال ہی کیوں نہ خرچ کرنا پڑے“۔ علمائے احناف کے یہاں اس فرض کی اہمیّت جاننے کے لئے ”بزّازية“ کا یہ ایک جملہ ہی کافی ہے:

”امراة أسرت بالمشرق وجب على أهل المغرب استنقاذها“.

”اگر کوئی مسلمان عورت مشرق میں قید ہو جائے تو مغرب کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے چھڑوائیں“۔

یہ اس لئے کہ تمام مسلمان علاقے ایک ملک کی مانند ہوتے ہیں۔ دورِ حاضر سے پہلے مسلمانوں میں اس قسم کی تقسیمات نہیں ہوا کرتی تھیں جیسی آج متعارف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سرحدوں کی بابت کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ پس اقصائے مغرب یعنی اندلس سے لے کر اقصائے مشرق یعنی چین تک ایک ہی مسلم مملکت تھی۔ سو اگر کمزور و ناتواں مسلمان عورت اقصائے مشرق میں قید کر دی جائے تو مغرب میں رہنے والے مسلمانوں پر اس کا چھڑانا فرض ہو جاتا ہے۔ اس کے بالعکس آج مسلمانوں کے قید خانے

پاکباز مسلمان بہنوں، علماء، طلبائے علم اور صالح و نیک مسلمانوں سے بھرے پڑے ہیں، لیکن اس کے باوجود نہ کبھی ہم نے ان کے بارے میں سوچا اور نہ ہی یہ احساس ہمارے دلوں میں بیدار ہوا کہ مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کا فرض ہمارے کندھوں پر عائد ہوتا ہے۔

حطین: ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے بزازیہ سے احناف کا فتویٰ نقل کیا، اس کی روشنی میں ہم آپ سے پوچھنا چاہیں گے کہ آج ان سرحدات کی پاسداری کرتے ہوئے ''مقامی'' اور ''غیر ملکی'' مسلمانوں کی جو تفریق کی جاتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

شیخ ابو یحییٰ: جیسا کہ کچھ دیر پہلے ہم نے عرض کیا کہ مسلمانوں کے تمام ممالک ایک ہی مملکت ہیں اور مسلمانوں کی پہچان صرف 'اسلام' ہے۔ ان کے درمیان فضیلت کا معیار صرف اور صرف 'ایمان' اور 'تقویٰ' ہے۔ شریعت نے تو یہی قواعد بیان کئے ہیں جن کی بنیاد پر انسانوں کو پرکھا جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِندَ اللّٰهِ اَتۡقَاكُمۡ﴾ (الحجرات: ۱۳)

''بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہے''۔

دوسری جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے گزشتہ طبقات کا تذکرہ فرما کر ہم سے فرمایا:

﴿اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَاحِدَةً وَاَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُونِ﴾ (الأنبیاء: ۹۲)

''بے شک یہی تمہاری امت ہے جو (دراصل) ایک ہی امت ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں، پس میری ہی عبادت کرو''۔

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُونِ﴾ (المؤمنون: ۵۲)

''اور میں ہی تمہارا رب ہوں، پس میرا ہی تقویٰ اختیار کرو''۔

نیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا فضل لعربي على أعجمي إلا بالتقوى والعمل الصالح''.

''کسی عربی کو عجمی پر سوائے تقویٰ اور عملِ صالح کے کوئی فضیلت نہیں''۔

اب اگر کوئی شخص انسانوں کو اس کے علاوہ کسی دوسری بنیاد پر تقسیم کرنا چاہے تو یقیناً یہ جاہلیّت کی

پکار ہوگی۔ پس لوگوں کی تقسیم اس لحاظ سے کرنا کہ یہ ''مقامی'' ہے اور یہ ''غیر ملکی''......قطعاً اسلامی تعلیمات پر مبنی نہیں۔ مسلمان تو ہر حال میں قابلِ تعظیم و اکرام ہے چاہے وہ کسی بھی علاقے کا رہنے والا ہو، اور چاہے وہ اپنے علاقے میں موجود ہو یا کسی دوسرے علاقے میں چلا جائے۔ اگر ہم اس جدید جاہلی کسوٹی کو اپنا معیار تسلیم کر لیں تو مہاجرین صحابہؓ کے بارے میں کیا کہیں گے......اور نعوذ باللہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس تقسیم میں رکھیں گے؟ کیا وہ ''مقامی'' کہلائیں گے یا ''غیر ملکی'' اور ''اجنبی''؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے، وہیں زندگی گزاری اور انھی میں مبعوث فرمائے گئے۔ پھر آپ اپنے اس آبائی علاقے سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور وہاں آپؐ نے دینِ اسلام اور شریعت کی حاکمیت کو قائم کیا۔ اور پھر یہی مدینہ دیگر تمام علاقوں کی فتوحات کا محور بنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہی رہے یہاں تک کہ آپ انصار کی اسی سرزمین، اس دارِ ہجرت میں وفات پا گئے۔

پس وہاں یہ تقسیم قطعاً موجود نہ تھی کہ انصار ''مقامی'' ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین ''غیر ملکی''۔ بلکہ وہاں تقسیم نصرتِ دین کے شرف کی بنیاد پر تھی، اسی بنیاد پر ''انصار'' اور ''مہاجرین'' کے لقب دیئے گئے۔ یہ تو شرعی صفات ہیں جو مسلمانوں کے لیے شرف کا باعث ہیں۔

ہم کسی بھی دوسرے معیار پر لوگوں کو تقسیم کر کے ان کی تذلیل نہیں کرتے، یعنی ہم کسی کو غیر ملکی کہہ کر اس کے حقوق سلب نہیں کرتے اور اس کی نسبت اللہ کے عائد کردہ فرائض سے روگردانی نہیں کرتے۔ اور نہ ہی فقط 'ہم وطن و ملکی' ہونے کی بنا پر ہم کسی کی تعظیم کرتے ہیں، چاہے وہ فاسق و زندیق ہی ہو۔ یہ تو جاہلی تقسیمات ہیں جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

حطین: مسلم ممالک میں کیئے جانے والے شہیدی حملوں کا شرعی حکم کیا ہے؟

شیخ ابو یحییٰ: جیسا کہ ہم جانتے ہیں، شہیدی حملہ عصر حاضر میں ایک جدید ہتھیار ہے جس کے ذریعے مجاہدین اللہ کے دشمنوں پر قہر بن کر برستے ہیں۔ اللہ کے فضل سے یہ ہتھیار دشمنوں کے حق میں انتہائی مہلک ثابت ہوا ہے، جس کے ثبوت کے لئے ہم سرزمینِ عراق کو دیکھ سکتے ہیں، اور اب الحمدللہ افغانستان کا محاذ بھی اس پر شاہد ہے۔ جہاں تک اس کے جواز کا تعلّق ہے تو شریعت میں وارد بے شمار نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔ علمائے کرام نے اس کے متعلّق تفصیلی مباحث لکھے ہیں جن میں اس کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس امر پر تمام علماء کا اتفاق ہے، تاہم چند علماء

نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے۔

اب آپ کے سوال کی جانب آتے ہیں کہ مسلم ممالک میں کئے جانے والے شہیدی حملوں کا حکم؟ یہ ایک عمومی سوال ہے اور مجھے اس کا جواب دینے میں سخت تأمل ہے۔ پہلے تو یہ بات وضاحت طلب ہے کہ ''مسلم ممالک'' سے آپ کی کیا مراد ہے۔

یقیناً مسلم ممالک سے آپ کی مراد وہ علاقے ہیں جہاں کے باسی اہل قبلہ مسلمان ہیں۔ان علاقوں میں سے بعض وہ ہیں جن پر کفارِ اصلی نے حملہ کر کے قبضہ کر رکھا ہے مثلاً عراق و افغانستان وغیرہ، جبکہ دیگر مسلم علاقوں پر مرتدین نے اپنا تسلط جمایا ہوا ہے۔ یہ تمام کے تمام ممالک وہ ہیں جہاں مسلمان بستے ہیں، چاہے وہاں کفارِ اصلی قابض ہوں یا مرتدین۔

اب اگر آپ کا سوال یہ ہے کہ اُن مسلم ممالک میں شہیدی حملوں کا کیا حکم ہے جہاں کفارِ اصلی نے قبضہ نہیں کر رکھا تو سنئے کہ ہم کفارِ اصلی کے زیرِ قبضہ مسلم ممالک اور اور دیگر مسلم ممالک (جو مرتدین کے زیرِ تسلط ہیں،) میں کوئی فرق نہیں دیکھتے۔ کیونکہ اگر صرف مسلمانوں کی موجودگی شہیدی حملوں میں مانع ہے تو مسلمان تو وہاں بھی موجود ہیں جہاں کفارِ اصلی کا قبضہ ہے، مثلاً افغانستان، فلسطین، عراق۔اور اگر شہیدی حملوں کے جواز میں یہ امر مانع ہے کہ یہ حملے کس کے خلاف ہو رہے ہیں......یعنی کفار کے خلاف یا ان ارتدادی لشکروں کے خلاف جو نظامِ کفر کا دفاع کرتے ہیں؟ تو ہمارے نزدیک ان دونوں دشمنوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ شریعت ایسی کوئی تفریق روا نہیں رکھتی۔

مسلمانوں کے قتل کے حوالے سے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ بلا شک وشبہ مجاہدین تو اس درجہ احتیاط کرتے ہیں کہ کہیں ان کی وجہ سے کسی ایک مسلمان کو بھی اذیت نہ پہنچے۔ یہ کہاں ممکن ہے کہ مجاہدین قصداً مسلمانوں کو اذیت پہنچائیں جبکہ وہ گھروں سے نکلے ہی اس لئے ہیں کہ مسلمانوں پر سے ظلم وعدوان کو رفع کریں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ مسلمانوں کو تکلیف میں مبتلا کریں جبکہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں ہی کے دفاع میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ یقیناً کوئی صاحبِ عقل شخص ایسا نہیں سوچ سکتا۔

سو (یہ بات واضح رکھئے کہ) مسلم ممالک میں شہیدی حملے چاہے مرتدین اور ان کے مراکز پر ہوں یا وہاں قابض کفارِ اصلی پر ہوں، ان میں کوئی فرق نہیں۔اور جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں کہ 'مسلمانوں کی موجودگی' کو اگر مانع تسلیم کیا جائے تو مسلمان وہاں پر بھی موجود ہیں اور یہاں بھی۔اور اگر مانع حریفِ

مخالف کی قومی شناخت ہے، یعنی وہ لوگ ہمارے ہم وطن ہیں تو سنئے کہ شریعت کی نظر میں خطہءِ زمین کسی کو تقدس نہیں دیتا بلکہ انسان کے عمل کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی جناب میں کفر کا ارتکاب کرتا ہے؛ اگر وہ اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کا دشمن ہے؛ اور اگر وہ اللہ کے دین کے خلاف لڑ رہا ہے تو شریعت کی رو سے اسے اس کی یہ قومیت کوئی فائدہ نہیں دیتی کہ وہ پاکستانی ہے یا افغانی، عراقی ہے یا فلسطینی۔ پس کسی کا پاکستانی ہونا یا افغانی ہونا اس بات میں قطعاً مانع نہیں کہ اس کے خلاف لڑا جائے...... چاہے اس کے خلاف شہیدی حملے کئے جائیں یا کسی اور طریقے سے لڑا جائے۔

حطین: حکومتِ پاکستان اور ذرائع ابلاغ مجاہدین پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ عوامی مقامات اور مساجد پر حملے کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خون کی پرواہ نہیں کرتے۔ آپ اس الزام کے جواب میں کیا کہیں گے اور قتلِ مسلم کے حوالے سے مجاہدین کا کیا مؤقف ہے؟

شیخ ابو یحییٰ: آپ کے اس سوال کا جواب کسی حد تک ہم پچھلے جواب میں دے چکے ہیں۔ مزید ہم یہ کہتے ہیں کہ مجاہدین سب سے بڑھ کر خونِ مسلم کی بابت حساس ہیں اور وہ تمام دیگر مسلمانوں کی نسبت خونِ مسلم کے تحفظ کے حریص ہیں۔ اس کی دلیل کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی جانوں کی حفاظت ہی کی خاطر خود اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مجاہد جو آخرت کے گھر کا طلب گار ہے، جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرے گا۔ سو مجاہدین پر حکومتِ پاکستان کی یہ تہمت انتہائی کھوکھلی اور احمقانہ ہے۔ یہ حجت تو خود ان کے خلاف قائم ہوتی ہے۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ لال مسجد میں کس نے دو ہزار سے زائد سجدہ ریز طلبہ و طالبات کو شہید کیا؟ کیا ایسا مجاہدین نے کیا؟ کس نے جان بوجھ کر قبائل میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا، ان کے گھروں کو مسمار کیا اور ان کے بازاروں پر بم برسائے؟ کیا یہ سب مجاہدین نے کیا؟ کس نے سوات میں سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کیا...... کیا وہ مجاہدین تھے؟ نہیں! بلاشبہ یہ سب جرائم حکومتِ پاکستان نے ہی کئے ہیں۔

اس پوری بات سے مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ مجاہدین ایسی تمام تہمتوں سے بری ہیں۔ مجاہدین کا جہاد تو خود اس مقصد کی خاطر ہے کہ مسلمانوں کا خون، ان کے اموال اور ان کی عزتوں کی حفاظت کی جائے۔ چنانچہ یہ بات ناممکن ہے کہ مجاہدین خود اپنے بھائیوں کو نشانہ بنائیں۔

حطین: محترم شیخ! ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کی اصطلاح کے حوالے سے آپ کیا کہتے

ہیں، اور دہشتگردی کے خلاف عالمی اتحاد میں شمولیت اختیار کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

شیخ ابو یحییٰ: جہاں تک 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کا تعلّق ہے تو سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس جنگ کا آغاز کس نے کیا۔ 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کا آغاز امریکی صدر بش نے کیا اور درپردہ یہ جنگ 'اسلام کے خلاف جنگ' ہے۔ 'دہشت گردی' کی اصطلاح تو مغرب صرف دھوکہ دہی کے لئے استعمال کرتا ہے، وگرنہ اپنی دانست میں وہ لوگ اسلام کے خلاف ہی جنگ لڑ رہے ہیں۔

اسلام کی رو سے ارھــــاب یعنی دہشت گردی ہر حال میں مذموم نہیں۔ بلکہ ایک قسم کی دہشت گردی تو قابلِ مدح ومحمود ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الأنفال: ٦٠)

''تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت اور گھوڑے تیار رکھو، تا کہ اس کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں کو 'دہشت زدہ' رکھ سکو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسے رعب اور قوت سے نوازا تھا جو آپ کو سابقہ انبیاء علیہم السلام سے ممتاز کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نصرت بالرعب مسيرة شهر''.

''میری ایسے رعب سے مدد کی گئی جو ایک مہینے کی مسافت سے (دشمنوں پر) طاری ہوتا ہے''۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الجهاد، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم نصرت بالرعب)

یہ بات ان مناقب میں سے ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے اور آپ کی امت کو دیگر امتوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ پس دہشت گردی ہر حال میں مذموم نہیں۔ یہ دہشت گردی تو قابلِ ستائش ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس کے لئے کوشش کرے، اس کے حصول کے لئے اپنی صلاحیتوں کو صرف کرے اور دشمن کے خلاف جس حد تک دہشت میں اضافہ کرنا ممکن ہو، اضافہ کرے۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کے متعلّق فرماتے ہیں:

﴿وَلاَ يَطَؤُوْنَ مَوْطِئاً يَغِيْظُ الْكُفَّارَ﴾ (التوبة: ١٢٠)

''اور وہ کوئی قدم ایسا نہیں اٹھاتے جو کفار کو غضب ناک کرے (مگر اس کے بدلے ان کے لئے

عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے)''۔

پس یہ ان اعمالِ صالحہ میں سے ہے جن کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

اب جبکہ بش نے دہشت گردی کے خلاف نعرہ بلند کیا تو سمجھئے کہ درحقیقت یہ اسلام کے خلاف جنگ ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ایک زمانہ آئے گا، خود امت میں سے ایسے لوگ اٹھیں گے جو شراب تو پئیں گے مگر اس کے لئے کوئی اور نام استعمال کریں گے......لیکن شراب، شراب ہی ہے۔ پس بش اور دیگر صلیبیوں کی دانست میں دہشت گردی اسلام ہے اور اسلام دہشت گردی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے حکمِ شرعی میں تبدیلی نہیں آسکتی۔

یہ (لفظوں کی ہیر پھیر) تو ابلیسی چال ہے۔ بش کے سردار ابلیس کا طریقہ ہے، جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکانا چاہا تو کہنے لگا:

﴿هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْکٍ لَّا يَبْلٰی﴾ (طٰهٰ: ۱۲۰)

''بھلا میں تمہیں (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ) اور لازوال بادشاہت (دے)''۔

یہاں تک آپ کے سوال کے پہلے جزو کا جواب ہوا۔

اب سوال کے دوسرے جزو کی طرف آتے ہیں۔ شریعت کی رو سے جو کوئی 'دہشت گردی' کے خلاف عالمی اتحاد کا حصّہ بنے اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کا معین و مددگار بنے تو بلا شبہ وہ ارتداد کا مرتکب ہوا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ﴾ (المآئدة: ۵۱)

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست (یعنی مددگار) مت بناؤ''۔

غزوۂ بدر کے قصے سے ہم سب ہی واقف ہیں، جب حضرت عباسؓ......حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا......مشرکینِ مکہ کی صف میں شامل ہوئے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے۔ جب انھیں گرفتار کیا گیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کہا کہ میں تو مسلمان ہوں اور بحالتِ مجبوری ان کے ساتھ نکل کھڑا ہوا تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب دیکھا اور پھر فرمانے لگے:

''أما ظاهرک فقد کان علینا و أما سریرتک فإلی اللّٰه''.

''ہم پر (لازم) تمہارے ظاہر (کے مطابق فیصلہ کرنا) ہے، اور تمہارا باطن اللہ کے حوالے''۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لقد خاصمت فقد خصمت''.

یعنی تم نے ان لوگوں میں شامل ہو کر ہمارے خلاف جنگ کی اور تمہارے خلاف اسی بنا پر حجت قائم ہو گئی۔ہم کہتے ہیں کہ جس کسی نے اس عالمی شیطانی اتحاد......جس نے دہشت گردی کے خلاف علم بلند کیا ہے......میں شمولیت اختیار کی، ان کے ساتھ کھڑا ہوا، ان کا پشتیبان بنا اور اپنے جان و مال سے ان کی مدد کی تو یقیناً وہ نواقض ایمان میں سے ایک ناقض کا مرتکب ہوا، جس پر تمام علما کا اتفاق ہے۔ اور ہم یہ بھی بیان کرتے چلیں کہ یہ کام چاہے کوئی فرد کرے یا پوری کی پوری ریاست یا حکومت اس کام کی مرتکب ہو، حکم ایک سا رہے گا، ہرگز مختلف نہ ہوگا۔

حطین: ہم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا میدانِ جہاد میں علمائے کرام موجود ہیں جو مجاہدین کی رہنمائی کرتے ہوں اور جہاد کو شرعی ضوابط پر قائم کرتے ہوں، یا پھر جہاد کی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو قتال کرنا تو جانتے ہیں لیکن دینِ اسلام سے بہت ہی کم واقف ہیں؟

شیخ ابو یحییٰ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلاَ نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِيْ الدِّيْنِ وَلِيُنذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبة: ١٢٢)

''اور مسلمانوں پر ضروری نہ تھا کہ وہ سب کے سب (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہوں۔ سو کیوں نہ ایسا ہوا کہ ہر حصّہء آبادی میں سے کچھ لوگ نکل جاتے تا کہ (باقی لوگ) دین (کا علم سیکھتے اور اس) کی سمجھ پیدا کرتے، اور جب ان کی قوم ان کے پاس آتی تو انھیں ڈراتے تا کہ وہ بچ جائیں''۔

یہ آیت......جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں......اہلِ ایمان کو دو قسموں میں تقسیم کرتی ہے؛ ایک قسم ان اہلِ ایمان کی جو تحصیلِ علم میں اپنے آپ کو کھپاتے ہیں، اور دوسری قسم ان اہلِ ایمان کی جو راہ خدا میں قتال کو

نکلتے ہیں۔

جب سے ہم مجاہدین کو جانتے ہیں اور ہمیں جس قدر ان کے درمیان رہنے کا موقع ملا ہے، تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ مجاہدین حتی المقدور کوشش کر کے علمِ شرعی کی کمی کو پورا کرتے ہیں۔ وہ علمِ شرعی جس کی بنیاد پر خود فریضہ جہاد کی ادائیگی کا انحصار ہے۔

مجاہدین نے اس میدان میں اپنی استطاعت سے بڑھ کر کام کیا۔ مجاہدین نے اپنی معتد بہ تعداد کو تحصیلِ علم کے لئے فارغ کیا اور سالوں ان کے اخراجات برداشت کئے...... یہاں تک کہ الحمداللہ اب میدانِ جہاد میں کافی تعداد میں علماء اور طلباء موجود ہیں جنھوں نے بیک وقت علم اور جہاد کی برکات کو سمیٹا ہے۔

تاہم جیسا کہ ہم جانتے ہیں، جہاد کا راستہ ابتلاء اور آزمائش سے پُر ہے، اور شہادتوں کا ہونا اس راستے کا ایک حصّہ ہے۔ سو علمائے جہاد کی ایک کثیر تعداد میدانِ جہاد میں شہید ہوئی اور بہت سے دیگر علماء گرفتار بھی ہوئے مگر اس سب کے باوجود، صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، میدانِ جہاد کبھی بھی مشائخِ عظام اور طلبائے علم سے خالی نہیں رہا۔

اس سب سے بڑھ کر ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مجاہدین اپنے آپ کو امت سے کوئی علیحدہ چیز تصور نہیں کرتے...... ان معنوں میں کہ امت کے علماء ایک کشتی میں سوار ہوں اور مجاہدین کسی دوسری کشتی میں۔ علمائے امت میں سے ایک بڑی تعداد مجاہدین کے ساتھ مستقل رابطے میں ہے اور مجاہدین ان سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ البتہ مجاہدین اور علمائے امت کے مابین رابطے میں ممکنہ اسباب کی فراہمی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہتی ہے کہ کہیں خفیہ ایجنسیاں اور دیگر اہلِ شر وفساد ان علماء کو ضرر نہ پہنچائیں اور وہ ان کے شر سے محفوظ رہیں۔

پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب سے ہم مجاہدین کو جانتے ہیں، ان میدانوں میں جہاد و علماء کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹا۔ زمانے کے جھونکوں سے علمائے جہاد کی تعداد گھٹتی بھی رہی اور بڑھتی بھی رہی، اور اسی کا نام تو جہاد ہے۔ وہ واقعہ تو ہم سب جانتے ہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں سے ستر افراد کو ایک قوم کی طرف بھیجا کہ وہ انہیں دین سکھائیں (لیکن اس قوم کے غدر سے) یہ ستر علماء ایک ہی وقت میں شہید کر دیئے گئے۔ (اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غمگین ہوئے کہ) آپ نے ایک ماہ تک مسلسل

ان قاتلوں کے خلاف قنوتِ نازلہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہادتیں اور گرفتاریاں تو اس معرکۂ جہاد کا جزوِلاینفک ہیں۔ تاہم میں پھر دہراتا چلوں کہ میدانِ جہاد علمائے کرام اور طلبائے علم سے خالی نہیں ہے اور مجاہدین علمائے کرام سے مستقل رابطے میں ہیں۔

سوال کے دوسرے جزو کی بابت میں یہ کہوں گا کہ الحمد اللہ میدانِ جہاد میں موجود علمائے عظام اور طلبائے کرام اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جہاد کو شرعی بنیادوں پر قائم کرنے اور شرعی ضوابط کا پابند کرنے میں ہر دم کوشاں ہیں۔ علمائے کرام کے لکھے ہوئے مقالے اور مدوّن فتاویٰ اس بات کا بیّن ثبوت ہیں۔ ہم صرف آج کے دور میں جہاد کی بات نہیں کر رہے بلکہ یہ جہاد دو دہائیوں سے قائم ہے۔ روس کے خلاف دورِ جہاد میں علماء کی ایک بڑی تعداد نے خود بڑھ کر میدانِ کارزار میں مجاہدین کی قیادت کی۔ انھوں نے فتاویٰ جات مرتب کئے، کتابیں تصنیف کیں اور مقالات لکھے۔ انھی میں سے ایک شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ تھے، جنھوں نے میدانِ جہاد میں رہتے ہوئے عظیم علمی جدوجہد کی اور ان کی لکھی ہوئی کتب آج بھی مجاہدین کے لئے رہنمائی کا باعث ہیں۔ پھر اسی میدان میں آپ شہید کر دیئے گئے۔ آپ کے علاوہ بہت سے دیگر علماء بھی جہاد میں شامل رہے اور انھوں نے بھی نمایاں علمی کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کے کارناموں میں جہاد کے حوالے سے فقہی وفکری مباحث کے ساتھ ساتھ احکامات کی تشریح وتبیین بھی شامل ہے۔

سو مجاہدین فقط اپنی خواہشات کے مطابق جہاد کے راستے پر گامزن نہیں ہیں، بلکہ وہ ہر اس معاملے میں جس میں انہیں مشکل پیش آتی ہے، قریب وبعید کے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ الحمد اللہ ہم جہاد کو علمی بنیادوں پر ہی لے کر چل رہے ہیں، اپنی خواہشات وافتراضات کی بنیاد پر نہیں۔

حطین: محترم شیخ! پاکستان کے علماء کے لئے آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے۔ نیز آپ کو چونکہ پاکستان میں موجود علماء کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو ان کے بارے میں اور ان کی علمی ثقاہت کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

شیخ ابو یحییٰ: الحمد للہ مجھے کراچی میں ساڑھے تین سال رہنے کا موقع ملا، اور اس دوران میں کراچی کے بہت سے جید علمائے کرام سے متعارف ہوا۔ ان میں سرِ فہرست شیخ نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ تھے۔ ان کے ساتھ میرا خاص تعلّق تھا اور میں اکثر ان کی زیارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ انھوں نے مجھے علم

میں سند اور اجازت دی۔ ان کے علاوہ بہت سے دیگر علمائے کرام سے بھی میرا خصوصی تعلّق تھا مگر احتیاط کے پیشِ نظر میں یہاں ان کے نام نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بھی پاکستان بھر کے علمائے کرام سے ہمارے پس پردہ تعلقات ہیں۔ ان میں علمائے احناف بھی شامل ہیں، ہم ان کی عزت وتکریم کرتے ہیں، اوران کے علاوہ علمائے اہل حدیث بھی شامل ہیں، ہم ان کا بھی احترام کرتے ہیں اور ان کی علمی کاوشوں کی دل سے قدر کرتے ہیں۔ الحمد اللہ، ان علمائے کرام کے ساتھ آج بھی ہماری وابستگی اور تعلّق قائم ہے۔

جہاں تک پیغام کی بات ہے، تو میں ان علمائے کرام کو مخاطب کر کے یہی کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے خیر کے ابواب میں سے ایک عظیم باب کھولا ہے، پس خدارا! اسے اپنے ہاتھوں بند نہ کر دیجئے گا۔ اللہ عزوجل نے علماء کے کندھوں پر ایک عظیم 'امانت' اتاری ہے اور یہ امانت حق کو کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی امانت ہے۔ یہ بارِامانت وہی لوگ ادا کر سکتے ہیں جو صدق واخلاص کے پیکر اور خوف وخشیتِ الٰہی کے خوگر ہوں۔ اور یہی لوگ ابلاغِ حق کے بارِامانت کو ادا کرتے ہوئے ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں گھبراتے۔

پس علمائے پاکستان کے سامنے جہاد کے میدان ان کے قرب وجوار میں ہی سجے ہیں۔ قبائلی علاقے، وزیرستان، پشاور اور سوات ان کی رسائی میں ہیں۔ ان علمائے کرام پر لازم ہے کہ خود ان علاقوں میں جائیں اور دیکھیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ محض مجاہدین کے دشمن ذرائع ابلاغ کی فراہم کردہ خبروں پر اعتماد کرنے کی بجائے خود اپنی آنکھوں سے حقیقت کا مشاہدہ کریں۔ ان قبائل میں جاری جہاد نہ صرف پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے فتح اور نصرت کا پیغام ہے۔

علمائے پاکستان کو چاہیے کہ اس بارِامانت کو اپنے کندھوں پر محسوس کریں، ان حالات کی اہمیّت کا...... جن سے وہ گزر رہے ہیں...... ادراک کریں، اس بھاری ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں اور اہلِ جہاد میں شامل ہو جائیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ علماء جہاد کے لئے نہیں نکلتے؟ کیا چیز ایک عالم کو مجاہد بننے سے روکتی ہے؟ کیا چیز اسے راہِ خدا میں اپنے پاؤں غبار آلود کرنے سے روکتی ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"العلماء ورثة الأنبياء وإن الأنبياء لم يورّثوا دينارًا ولا درهمًا، ورّثوا العلم".

''علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء نے درہم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انبیاء نے تو علم کا ورثہ چھوڑا ہے''۔

(الجامع الترمذي؛ كتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، وسنن أبي داود وغيرهما)

پس اے محترم عالم! آپ علم دین، اس کی تبلیغ، اس کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر اور اس کی خاطر قتال کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ اور یہ تمام کام کر کے ہی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث بن سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف بلانے والے داعی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ مجاہد و مقاتل بھی تھے۔ آخر کیا چیز کسی عالم کو میدانِ جہاد میں نکلنے سے روکتی ہے؟ شاید کوئی عالم یہ کہے کہ میں مدرسہ چھوڑنے اور حلقہء علم ختم کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ میں اس سے کہوں گا کہ حلقہء علم میدانِ جہاد میں ہی کیوں شروع نہیں کر لیتے، آپ کو کیا چیز اس سے روکتی ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ اکثر آیاتِ احکام کا جہاد ہی سے تعلّق ہے کیونکہ ان میں سے اکثر آیات کسی لشکر کی واپسی کے دوران نازل ہوئیں یا لشکر کی روانگی کے وقت نازل ہوئیں، مثلاً آیتِ تیمّم ہی کو لے لیں۔ اگر کوئی عالم میدانِ جہاد میں نکلے اور مجاہدین میں علمِ دین کی تبلیغ کرے تو اسے فہمِ دین کے معاملے میں ایسا انبساط و انشراح حاصل ہوگا کہ اگر وہ مدرسے میں پوری زندگی بھی گزار دے تو نہ حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت: ۶۹)

''اور جو لوگ ہماری راہ میں جد و جہد کرتے ہیں تو ہم ضرور انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے''۔

ہم کہتے ہیں کہ جو کوئی دین میں امامت چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ میدانِ جہاد میں نکلے۔ یہیں اسے یہ امامت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُونَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوا بِاٰيٰتِنَا يُوقِنُونَ﴾ (السجدة: ۲۴)

''اور ہم نے ان میں سے پیشوا و امام بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے جبکہ انھوں نے صبر سے کام لیا، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔

اور جہاد کی عبادت صبر کی متقاضی ہوتی ہے کیونکہ اس میں مشقت و کراہت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ (البقرۃ: ۲۱۶)

''تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے''۔

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ﴾ (اٰل عمران: ۱۴۲)

''کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم یونہی جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا (اور پرکھا) ہی نہیں کہ تم میں کون جہاد کرنے والے ہیں اور کون صبر کرنے والے''۔

پس اے علمائے کرام! اللہ تعالیٰ نے جو فرض آپ کے کندھوں پر عائد کیا ہے، اس کی قدر پہچانئے۔ آپ ہی امت کی قیادت ہیں۔ آپ ہی نے تو مسلمانوں کو جہاد کی طرف بلانا ہے۔ یہ کیا کہ خود علماء کو جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ علماء میدانِ جہاد میں کھڑے ہوں، پھر لوگوں کو بلائیں کہ ہماری طرف آؤ! ہماری طرف نکلو! ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرو! پھر ان شاء اللہ انھی کلمات سے امت میں جہادی بیداری بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور انھیں حق پر ثابت قدم رکھے، آمین۔

حطین: پاکستان میں برسرِ جہاد طالبان کے نام آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

شیخ ابو یحییٰ: ہم ان سے کہتے ہیں کہ اس راستے پر ثابت قدم رہیں اور اپنے جہاد کو جاری رکھیں، اور جو نعمت اللہ نے انھیں عطا کی ہے، اس کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (اٰل عمران: ۲۰۰)

''اے ایمان والو! تم صبر کرو، (کفار کے مقابلے میں) ثابت قدم رہو اور (مورچوں پر) جمے رہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاجاؤ''۔

اے مجاہدینِ پاکستان! آپ کو چاہیے کہ اس بات کو اپنے ذہنوں میں اچھی طرح راسخ کرلیں کہ آپ کا جہاد صرف اور صرف ایک مقصد کی خاطر ہے، اور وہ مقصد یہ ہے کہ زمین پر اللہ کا کلمہ بلند ہوجائے، یعنی زمین پر شریعتِ الٰہیہ کی حاکمیت قائم ہوجائے۔

ہم پاکستان میں موجود طالبان کو یہی کہیں گے کہ آپ اپنے اعمال میں اخلاص کو لازم پکڑیں۔ آپ کا جہاد کسی جاہلی عصبیت کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی وطنیت وقومیت آپ کے قتال کا مقصد ہو۔ بلکہ آپ کے پیشِ نظر صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہونا چاہئے اور وہ یہ کہ زمین پر اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ اور یہ بات سمجھئے کہ اخلاص ہی فتح کی کنجی ہے اور اسی سے نصرت وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِن تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ﴾ (محمد: ۷)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا''۔

یہ تو پہلی بات ہوئی۔

دوسری بات جس کی میں مجاہدین کو نصیحت کرنا چاہوں گا، وہ یہ ہے کہ آپس میں یکجان ویک زبان ہو جائیں اور ایک مضبوط صف کی طرح ہو جائیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (الصف: ۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ تفرقہ واختلاف سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَاَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہُ وَلاَ تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ﴾ (الأنفال: ٤٦)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ (اگر تم ایسا کرو گے) تو تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن اللّٰہ یرضی لکم ثلاثۃ: أن تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا، وأن تناصحوا ما ولاہ أمرکم، وأن تعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا''۔

''بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین باتوں کو پسند فرماتا ہے: (پہلی یہ) کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، (دوسری یہ) کہ جنھیں تمہارے امور سونپے جائیں ان کے ساتھ ہمدردی کرو، اور (تیسری یہ) کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو''۔

فتح و نصرت اور نزولِ برکات کا ایک اہم سبب آپس میں یک زبان اور دلوں کا آپس میں ایک ہونا ہے۔

تیسری بات میں ان سے یہ کہوں گا کہ ان کے جہاد کے مقاصد و اہداف واضح ہونے چاہیے ہیں، یعنی ان کے پیشِ نظر یہ مقصدِ جلیلہ ہونا چاہئے کہ اس خطے میں ایسی اسلامی سلطنت قائم کی جائے جس میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی حاکمیت ہو...... جو مشرق و مغرب کے نظاموں سے یکسر اثر پذیر نہ ہو۔ ایسی مملکت جس میں مرجع و مصدر صرف اور صرف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔

چوتھی نصیحت میں مجاہدین کو یہ کروں گا کہ وہ جہاد کے ثمرات کو محفوظ رکھنے کا تہیہ کریں اور اہلِ مکر و فریب کی تمام چالوں سے خبردار رہیں۔ کیونکہ یہ فریبی لوگ دن رات اس کوشش میں مصروف ہیں کہ جہاد کو اس کے حقیقی راستے سے ہٹا دیں اور اس کے ثمرات چرالیں، اور مجاہدین اپنے مقصدِ حقیقی یعنی امامت کے حصول میں ناکام رہیں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ مجاہدین اقامتِ دین کے مقصد کے ساتھ مضبوطی سے جڑ جائیں اور اس وقت تک جہاد کرتے رہیں جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو جائے۔ خصوصاً میں سوات کے مجاہدین کو نصیحت کروں گا کہ اس بات کو دانتوں سے پکڑ لیں اور اس فریبی حکومت سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ قطعاً نہ کریں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ حکومت جو ساٹھ سال سے نہ صرف نفاذِ شریعت کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے بلکہ ایسی ہر کوشش کو بزورِ قوت بڑھ کر کچل دیتی ہے...... کیونکر آپ کو شریعت نافذ کر کے دے گی۔ یہ لوگ آپ کے دشمن ہیں اور آپ کے بارے میں گردشِ ایام کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ پس اگر آپ شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں تو اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے جہاد اور قوت کے ذریعے ہی اسے نافذ کریں۔

حطین: آپ پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کے نام کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

شیخ ابو یحییٰ: پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کو میں نصیحت کروں گا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، اپنی

آخرت کے بارے میں متفکر ہو جائیں، اور دنیا کی رنگینیوں اور لہولعب سے اپنے دلوں کو دور رکھیں کیونکہ یہ سب کچھ زائل ہونے والا ہے۔

مسلمانانِ پاکستان کو چاہیئے کہ وہ ایمان و اسلام کی حلاوت چکھیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ پاکستان میں قیامِ خلافت کے لئے کوشش کریں گے۔ جب سے مسلم علاقوں پر مجرم مرتدین کا تسلط ہوا ہے، مسلمان عوام خلافتِ اسلامیہ کے جھنڈے تلے رہنے کی رحمت سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ (الأنبياء: ١٠٧)

''اور (اے محمدﷺ!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

وہ رحمت جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، اس کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہمارے معاشروں میں دینِ اسلام غالب نہ ہو جائے۔

میں مسلمانانِ پاکستان کو دوسری نصیحت یہ کروں گا کہ وہ اپنے آپ کو ان مجاہدین سے علیحدہ نہ رکھیں جو اسی مقصد کے حصول کی خاطر برسرِ جہاد ہیں۔ مجاہدین تو آپ ہی کے بیٹے، آپ ہی کے بھائی ہیں اور آپ ہی میں سے ہیں۔ یہ لوگ تو اس فریضہء جہاد کی ادائیگی کے لئے نکلے ہیں جو صرف انھی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام مسلمانوں پر عائد فرض ہے۔ چنانچہ آپ سب کو چاہیئے کہ ان مجاہدین کے حامی و مددگار بنئے، ان کی نصرت و پشتیبانی کیجیئے، ان کی صف میں شامل ہو جائیے، ان کا دفاع کیجیئے، اور ان کے رازوں کی حفاظت کیجیئے، اور جس فریضے کی ادائیگی کے لئے یہ نکلے ہیں، آپ بھی اس کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

حطین: محترم شیخ! ہم تہہِ دل سے آپ کے مشکور ہیں کہ آپ نے اپنی علمی و جہادی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکالا اور ہمارے ساتھ گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے آپ کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا سے نوازیں اور آپ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس گفتگو کو تمام مسلمانوں اور بالخصوص اہلِ برصغیر کے لئے 'دنیا و آخرت کی بھلائی' کا باعث بنا دیں، آمین!

ھی أسرع فیھم من نضح النبل

جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

مسلمانو! اٹھو باطل سے ٹکرانے کا وقت آیا
سرِ میداں تڑپنے اور تڑپانے کا وقت آیا

جہادِ فی سبیل اللہ، رسول اللہؐ کی سنت ہے
صحابہؓ کی جلی تاریخ دہرانے کا وقت آیا

اٹھو! فاروقِ اعظمؓ کے جواں، شہ زور فرزندو!
بساطِ جنگ پر قوت سے چھا جانے کا وقت آیا

خدا کے نیک بندو! اپنے حجروں سے نکل آؤ
کمر باندھو، محاذِ جنگ پر جانے کا وقت آیا

مسلح غازیو، شیرو، دلیرو، تند طوفانو!
عدو کے مورچوں پر آگ برسانے کا وقت آیا

مجاہد! باندھ لے سر سے کفن اور سربکف ہوجا
شہادت کا مقدس مرتبہ پانے کا وقت آیا

تمھیں یہ جنگ کا میداں ہے گویا کھیل کا میداں
کہ توپوں کی گرج سے زیست بہلانے کا وقت آیا

تمہارے بازوؤں میں جان ہے، ایماں کی طاقت ہے
نہتے ہو کے بھی دشمن سے بھڑ جانے کا وقت آیا

فرنگی شاطروں نے ظلمتیں بانٹی ہیں دنیا میں
خدا کی سرزمیں میں نور پھیلانے کا وقت آیا

نظامِ مصطفیٰ نافذ کریں گے، کر کے دم لیں گے
نظامِ قیصر وکسریٰ کو ٹھکرانے کا وقت آیا

نفیس اب طالباں کو نصرتِ باری مبارک ہو
جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا وقت آیا

وجاهدوا في الله حق جهاده

جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت وتعاون کے چالیس طریقے

مرکز للدّراسات الإسلامية

(چوتھی قسط)

۱۴۔ قلم سے جہاد کی دعوت دینا

قلم دعوت پہنچانے کا ایک اساسی ذریعہ ہے۔ علم ہم تک یا تو سینہ بہ سینہ منتقل ہوا ہے یا بذریعہ کتب و تالیفات۔ پس دعوتِ جہاد پھیلانے کے لیے زبان کے ساتھ ساتھ قلم کا بھی مؤثر استعمال ناگزیر ہے۔ آج اردو زبان میں تقریباً تمام ہی دینی وغیر دینی موضوعات پر کتابوں کی ایک لامتناہی فہرست نظر آتی ہے۔ ابوابِ شریعت کے فروعی واختلافی مسائل اور بعض اوقات مجرد نظری مسائل پر بھی سینکڑوں کتابیں مل جاتی ہیں۔ امت کو باہمی تعصّبات وتفرقے کا شکار کر کے اپنی اصل ذمہ داریوں سے پھیرنے والی تصنیفات کی بھی کمی نہیں۔ نوجوانانِ ملت کے اوقات ضائع کرنے کے لیے لکھی گئی بے مقصد کہانیوں، ناولوں اور افسانوں کی بہتات ہے۔ پیسے کمانے کی خاطر اخباری مضامین لکھ لکھ کر حکامِ وقت کی مدح وثناء کرنے اور گمراہ کن ملحدانہ نظریات اور کفری جمہوری عقائد کو ترویج دینے والوں کی بھی قلت نہیں۔ حقائق کو مسخ کر کے عالمی ومقامی طواغیت کی خدمت کرنے والے اخبارات وجرائد بھی بہت ہیں۔ ایمانی بصیرت سے یکسر محروم اور دینی فہم سے کلیتاً عاری 'تجزیہ نگاروں'، 'مبصرین' اور 'ماہرین' کی مضحکہ خیز 'تحقیقات' پر مشتمل تصانیف ہر کتب خانے میں دستیاب ہیں۔ بے حیائی وفحاشی کو فروغ دینے والے رسائل بھی بآسانی میسر ہیں۔ ہاں! اگر کمی ہے تو دین سے محبت رکھنے والے مضمون نویسوں کی، غیرتِ دینی کے پیکر افسانہ نگاروں کی، کلمۂ حق کہنے والے اہلِ صحافت کی، اسلام کی خاطر جینے ومرنے والے اہلِ قلم کی، احکاماتِ جہاد تحریر میں لانے والے علماء کی، دوستی ودشمنی اور محبت ونفرت کے ایمانی پیمانے بیان کرنے والے اہلِ علم کی، نظامِ حکومت کا کفر واضح کرنے والے اصحابِ عزیمت کی، بتانِ عصرِ حاضر کی معرفت دینے والے اربابِ مدارس کی، فریضۂ قتال پر تحریض دینے والے رسائل وجرائد کی، حقائق بیان کرنے والے

اخبارات کی اور مومنانہ بصیرت کی روشنی میں حالات کا تجزیہ کرنے والے ماہرین کی۔

بلاشبہ لائقِ تحسین ہیں وہ شہسوارانِ میدانِ قلم جو اس نازک وقت میں بھی کلمۂ حق کا علم بلند کیے ثابت قدمی سے کھڑے ہیں۔ان شاء اللہ ان کے قلم سے نکلنے والے ہر کلمۂ خیر پر اللہ کے یہاں ان کی نیکیاں محفوظ ہو رہی ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من دعا الی هدًى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه ، لا ينقص ذلک من أجورهم شيئًا."

''جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی اسے اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا، بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو۔''

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة أو سيّئة)

۱۵۔دشمن کے خلاف زبان وبیان سے جنگ کرنا

گزشتہ دو نکات میں ہم نے زبان وقلم کو دعوتِ جہاد کے لئے استعمال کرنے کا ذکر کیا،لیکن زبان وبیان محض 'آلہء دعوت' ہی نہیں بلکہ جنگ میں مستقل 'ہتھیار' کی حیثیت رکھتے ہیں۔کفار اس ہتھیار کو استعمال کرتے ہوئے ہر دور میں اسلام واہلِ اسلام کے خلاف جھوٹ، بہتان، دغا اور مکر وفریب پر مشتمل پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں تاکہ وہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں، مسلمانوں کے حوصلے پست کریں، ان کے عزائم توڑیں، ان کے کم علم لوگوں کو گمراہ کریں، کمزور ایمان والوں کے قدم پھسلائیں اور ان کو نفسیاتی طور پہ شکست دے کر فتح حاصل کرلیں۔ یہ اسی منظّم 'پروپیگنڈہ جنگ' کی تاثیر ہے کہ مسلمانوں کی کتنی ہی بڑی تعداد ان محسنین کو 'دہشت گرد' اور 'انتہا پسند' جیسے ناموں سے پکارتی ہے جو انہی کے دفاع کی خاطر محاذوں پر جانیں دے رہے ہیں۔کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں جو جھوٹ کے اس طوفان سے متاثر ہو کر آج تک یہی معمہ نہیں حل کر سکے کہ گیارہ ستمبر کی مبارک کارروائی تائیدِ الٰہی سے انجام پانے والا عظیم جہادی کارنامہ تھی یا ایک یہودی سازش؟ شیخ اسامہ بن لادن سلّمہٗ اللہ ملتِ اسلامیہ کے ایک عظیم قائد ورہبر ہیں یا محض کوئی فرضی کردار؟ امیر المومنین ملا محمد عمر سلّمہٗ اللہ نے ایک شرعی اسلامی امارت قائم کی تھی یا نعوذ باللہ کوئی دقیانوسی قسم کا ظالمانہ قبائلی نظامِ حکومت؟ پھر یہ بھی کفر کی اسی مکروہ مہم کا نتیجہ ہے کہ مغرب میں بسنے والے کفار کی ایک عظیم تعداد اس 'تبادلہء معلومات کے دور' میں جینے کے باوجود اسلام کے بارے میں اتنی

بنیادی معلومات بھی نہیں رکھتی کہ حضرات عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی ورسول مانے بغیر اور توحیدِ باری تعالیٰ پر یقین رکھے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ البتہ ان میں سے ہر فرد کو یہ بات ضرور بتائی گئی ہے کہ مسلمان 'دہشت گرد' ہوتا ہے، 'معصوموں' کو قتل و ذبح کرتا ہے، عورتوں کو جبراً برقعہ پہناتا ہے، چار شادیاں کرکے عورتوں پر (نعوذ باللہ) ظلم کرتا ہے اور خواتین کی تعلیم کا دشمن ہوتا ہے۔

یہ 'پروپیگنڈہ جنگ'...... جنگ کی ایک مستقل قسم ہے۔ شریعت نے جنگ کے اس میدان میں بھی زبان و بیان سے کفار کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے، بلکہ ان کے وار کرنے سے پہلے بھی ان کو زبان سے چرکے لگانے پر ابھارا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم".

"مشرکین کے خلاف اپنے اموال، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو"۔

(أبو داود، كتاب السير، باب كراهية ترك الغزو)

صاحبِ "**بذل المجهود**" اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"ويدخل في الجهاد اللساني إقامة الحجة عليهم، والمناظرة معهم، والرد عليهم بالبيان وباللسان وبالكتابة وبالقلم."

"زبان سے جہاد میں یہ سب بھی شامل ہے کہ مشرکین پر (دلائل سے) حجت تمام کی جائے، ان سے مناظرہ کیا جائے اور ان کے زبانی حملوں کے جواب بیان ولسان اور کتابت وقلم سے دیئے جائیں۔"

(بذل المجهود في حل أبي داود، كتاب الجهاد)

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اسی حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"((وألسنتكم)): بأن تخوفوهم وتوعدّوهم بالقتل والأخذ والنهب ونحو ذلك، وبأن تذموهم وتسبوهم إذا لم يؤد ذلك إلى سبّ الله سبحانه و تعالىٰ......".

"((اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو)): یعنی انہیں خوفزدہ کرو، قتل اور لوٹ مار وغیرہ کی دھمکیاں دو، ان کی مذمت کرو اور انہیں برا بھلا کہو...... بشرطیکہ اس کا امکان نہ ہو کہ وہ جواباً اللہ سبحانہ و

تعالیٰ کی شان میں برے کلمات کہیں گے۔''

(التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجهاد)

پس مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کفار کے پروپیگنڈے اور زبانی حملوں کا مقابلہ کریں، قرآنِ کریم اور رسولِ مبینؐ کے خلاف مغرب کی مکروہ منظّم مہم کا منہ توڑ جواب دیں، بین المذاہب مکالمے اور تقاربِ ادیان کے نام پر اسلامی عقائد میں تحریف کی کوششوں کے آگے بند باندھیں، عبادات اور بالخصوص عبادتِ جہاد سے متعلّق کفار کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کا ابطال کریں، مجاہدین اور قائدینِ جہاد پر لگائے جانے والے جھوٹے الزامات کی مدلل اور پرزور نفی کریں، ان کے نفسیاتی حملوں کا توڑ کریں، ان کے ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والی جھوٹی خبروں کا پول کھولیں اور امت میں پھوٹ ڈالنے اور مجاہدین کو امتِ مسلمہ سے کاٹنے کی ہر سازش کو ناکام بنائیں۔

نیز آج اس 'جہاد باللسان' کو دفاعی مؤقف سے آگے بڑھا کر کفار پر اقدامی حملے کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس زوال پذیر عالمی کفری نظام کی بوسیدہ عمارت جلد از جلد ڈھائی جاسکے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ کفار کے بلند بانگ دعووں کی قلعی کھولی جائے، ان کی ناکامیوں اور نقصانات پر سے پردہ اٹھایا جائے، ان کے خوشنما ظاہر کے پیچھے مستور مکروہ چہرے کو بے نقاب کیا جائے، ان کے 'معصومانہ' نعروں میں ملفوف کفریہ عقائد کو سامنے لایا جائے، ان کے 'فلاحی' منصوبوں میں چھپے خطرناک عزائم بیان کیے جائیں، ان کا ضعف عیاں کر کے ان کی جھوٹی شان وشوکت پر کاری ضرب لگائی جائے، اہلِ ایمان کے سینوں میں ان کی ذلت وحقارت بٹھائی جائے، ان سے نفرت و برأت کا عقیدہ دلوں میں راسخ کیا جائے، ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں پورے اعتماد سے للکارا جائے، انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا جائے، دنیا میں مجاہدین کے ہاتھوں ذبح ہونے کا خوف دلایا جائے، دہشت زدہ کیا جائے، دھمکایا جائے، الغرض ایک ہمہ جہت زبانی ونفسیاتی حملہ کر کے انہیں ہر سمت سے گھیر لیا جائے۔

کفار ومرتدین کے وہ تمام عیوب بیان کرنا جو ان کی قدر گھٹانے، انہیں ذلیل ورسوا کرنے اور ان کا 'اسفل السافلین' ہونا واضح کرنے کا باعث بنیں شرعاً جائز ہے، بلکہ اگر دفاعِ دین کی خاطر ایسا کیا جائے تو عین موجبِ ثواب ہوگا۔ جس کافر کی جان ومال ہمارے لئے مباح قرار دیئے گئے، اس کو رسوا کرنا اور اس کی جھوٹی عزت خاک میں ملانا بھی ہمارے لئے مباح ہے۔ قرآنِ عظیم الشان کی نگاہ سے دیکھا جائے تو

''عزت تو صرف اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسولؐ کے لئے اور اہلِ ایمان کے لئے''۔ رب کا باغی کافر تو کسی عزت کا مالک ہی نہیں کہ اسے بے عزت کرنے کا سوال پیدا ہو! چنانچہ علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی رحمہ اللہ مسلم شریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الکافر لا حرمة لعرضه كما أنه لا حرمة لماله ولا لدمه، وأنه يتعرض لنكايتهم بكل ما يؤلمهم من القول والفعل''.

''جس طرح کافر کے جان و مال کی کوئی حرمت نہیں اسی طرح اس کی عزت خاک میں ملانا بھی ممنوع نہیں؛ اور اس پر قول وفعل سمیت ہر اس ذریعے سے حملہ کیا جائے گا جس سے اسے اذیت پہنچتی ہو''۔

(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، من باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه)

اسی طرح تفسیر مفاتیح الغیب میں لکھا ہے:

''وأما الكافر فيعلن ويذكر بما فيه، وكيف لا والفاسق يجوز أن يذكر بما فيه عند الحاجة. قوله تعالىٰ: ﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ دليل على أن الإغتياب الممنوع إغتياب المؤمن لا ذكر الكافر''.

''اور جہاں تک کافر کا معاملہ ہے تو اس کے عیوب اعلانیہ بیان کئے جائیں گے، اور ایسا کرنا کیونکر نا جائز ہوسکتا ہے جب کہ ضرورت پڑنے پر فاسق کی غیبت کرنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ: ﴿کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے﴾ خود اس بات کی دلیل ہے کہ مومن (بھائی) کی غیبت ممنوع ہے، کافر کی نہیں''۔

(تفسير مفاتيح الغيب، سورة الحجرات: ١٢)

البتہ یہاں یہ امر ضرور ملحوظ رہنا چاہیے کہ مسلمان اپنی اخلاقی برتری اور امتیازی شان برقرار رکھتے ہوئے لسان و بیان کے میدان میں اترتے ہیں اور ان کی ہر بات شریعت کے مقرر کردہ دائرے ہی میں ہوتی ہے۔ کفار تو جانوروں کی مانند ہر حد پار اور ہر حرمت پامال کر سکتے ہیں۔ ان کی زبان درازیوں سے تو خود وہ جلیل القدر انبیاء (علیہم صلوات اللہ وتسلیمہ) محفوظ نہیں رہتے جن کی طرف یہ خود کو منسوب

کرتے ہیں۔لیکن ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہم ان کی اخلاقی گراوٹ کا مقابلہ بھی اسی گھٹیا سطح پر اتر کر کریں۔ہم تو اس نبیؐ کے امتی ہیں جس سے اعلیٰ اخلاق والا زمین وآسمان نے نہیں دیکھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلوب اخلاقی معیار صحیحین میں مروی ایک حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ یہود کے ایک گروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور (’السلام علیکم‘ کہنے کی بجائے)’’**السّام علیکم**‘‘ (یعنی تم پر موت ہو) کہا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور کے ہمراہ موجود تھیں۔آپؓ نے غصّے سے فرمایا:

’’**بل عليكم السّام و اللعنة**‘‘!

’’بلکہ تم پر موت ولعنت ہو‘‘!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’**يا عائشة! إن اللّٰه يحب الرفق في الأمر كله**‘‘.

’’اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمام امور میں نرمی پسند کرتے ہیں‘‘۔

جبکہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’**يا عائشة! لا تكوني فاحشة**‘‘!

’’اے عائشہ! بری (زبان استعمال کرنے والی) مت بنو‘‘!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’**قد قلت و عليكم**‘‘.

’’میں نے بھی تو جواب میں ’وعلیکم‘ کہہ دیا ہے‘‘۔

(مسلم: كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے یہ پسند نہیں کیا کہ یہود جیسے بدترین دشمنانِ دین کی بدزبانی کے جواب میں بھی انہی جیسی زبان استعمال کی جائے۔پھر آپ نے جواب دینے کا مناسب طریقہ بھی سکھا دیا، جس سے جواب بھی پوری طرح ادا ہو گیا اور زبان بھی ناپسندیدہ الفاظ سے محفوظ رہی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً صرف ’’وعلیکم‘‘ فرمایا، یعنی ’’تم پر بھی‘‘......جوان گستاخ یہودیوں کو جواب دینے کا ایک

بھرپور مگر نہایت شائستہ طریقہ تھا۔اسی حدیث کی تشریح میں علامہ ابنِ بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والفحش والذام مذموم كله وليس من أخلاق المؤمنين. وقد روى مالك عن يحيى بن سعيد أن عيسى ابن مريم لقي خنزيرًا في الطريق فقال له: انفذ بسلام، فقيل له: تقول هذا لخنزيرًا؟ فقال عيسى ابن مريم: إني أخاف أن أعوّد لساني المنطق السوء. فينبغي لمن ألهمه الله الرشد أن يجتنبه ويعوّد لسانه طيب القول ويقتدي في ذلك بالأنبياء عليهم السلام، فهم الأسوة الحسنة".

"فحش گوئی و بدزبانی سب کی سب مذموم اور مومنانہ اخلاق کے برخلاف ہے۔ امام مالکؒ روایت کرتے ہیں یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا راستے میں ایک خنزیر سے سامنا ہوگیا تو آپ نے اسے کہا: ((سلامتی کے ساتھ چلتے جاؤ!)) عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے خنزیر کے ساتھ بھی اتنی شائستگی سے بات کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ((میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اپنی زبان کو بری گفتگو کا عادی بنالوں!)) پس ہر صاحبِ فہم شخص کو بدزبانی سے بچنا چاہیے، اپنی زبان کو پاکیزہ باتوں کا عادی بنانا چاہیے اور اس معاملے میں انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنی چاہیے کیونکہ وہی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں"۔

(شرح صحيح البخاري لابن بطال: كتاب الأدب، باب لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفحشا)

پس مجاہدین کی تقاریر و بیانات، رسائل و جرائد، افلام اور ویب سائٹیں......سب بلند مومنانہ اخلاق کی عکاس ہونی چاہیے ہیں اور انہیں کبھی بھی اشتعال میں آکر ناشائستہ اور خلافِ ادب الفاظ نہیں استعمال کرنے چاہئیں، نہ ہی مروجہ صحافتی روایات سے متاثر ہوکر جھوٹ بولنے اور مبالغہ آرائی کرنے کو اپنا وطیرہ بنانا چاہیے۔ آخر انہی مذموم اخلاق سے اجتناب تو انہیں کفار سے ممتاز کرتا ہے، واللہ اعلم!

۱٦۔اپنے اشعار سے جہاد کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں شعراء کا ذکر بنیادی طور پر مذمت کے پیرائے میں فرمایا ہے۔ سورۂ شعراء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ. وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ﴾ (الشعراء: ٢٢٤. ٢٢٦)

''اور رہے شعراء تو ان کی پیروی تو بہکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور بلاشبہ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں''۔

اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعروشاعری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

''لأن يمتلئ جوف أحدكم قيحًا خير له من أن يمتلئ شعرًا''.

''تم میں سے کسی کے سینے کا پیپ سے بھرا ہونا اس سے بہتر ہے کہ اس کا سینہ اشعار سے بھرا ہو''۔

(بخاري: كتاب الأدب، باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر حتى يصده عن ذكر الله......)

لیکن اللہ تعالیٰ نے شعراء کی عمومی مذمت فرمانے کے بعد اگلی ہی آیت میں کچھ شعراء کو اس سے مستثنیٰ ٹھہرایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿اِلَّا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ (الشعراء: ٢٢٤. ٢٢٦)

''سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور بدلہ لیا اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا اور عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں''۔

علامہ ابوسعود رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''استثناء للشعراء المؤمنين الصالحين الذين يكثرون ذكر اللّٰه عز وجل ويكون أكثر أشعارهم في التوحيد، والثناء على اللّٰه تعالىٰ، والحث على طاعته، والحكمة، والموعظة، والزهد في الدنيا، والترغيب عن الركون إليها، والزجر عن الإغترار بزخارفها، والإفتتان بملاذها القلبية، ولو وقع منهم في بعض الأوقات الهجو وقع على سبيل الإنتصار ممن هجاهم''.

''یہاں ان شعراء کو مذمت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو مومن ہوں، صالح ہوں، کثرت سے

اللہ کا ذکر کرنے والے ہوں؛ اوران کے بیشتر اشعار توحید، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، اطاعتِ الٰہی کی تلقین، حکمت وعمدہ نصیحت، زہد، دنیا سے بے رغبتی، دنیاوی چکاچوند اور عارضی لذتوں سے دھوکہ کھانے کی مذمت جیسے مضامین پر مشتمل ہوں۔ اور اگر وہ کبھی 'ہجو' (یعنی کسی شخص کی مذمت میں اشعار) کہیں تو (محض عزتیں اچھالنے کی غرض سے نہیں بلکہ) ان لوگوں سے بدلہ لینے کی خاطر جنہوں نے پہلے ان کی مذمت میں اشعار کہے ہوں''۔

(تفسير إرشاد العقل السليم إلى مزايا كتاب الكريم، سورة الشعراء:۲۲۷)

اسی طرح بخاری شریف کی مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''هو عندنا على الشعر الذي يملأ الجوف، فلا يكون فيه قرآن ولا تسبيح ولا غيره. فأما ما كان في جوفه القرآن والشعر مع ذلك فليس ممن امتلأ جوفه شعرًا، فهو خارج من قول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ((لأن يمتلئ جوف أحدكم قيحًا خير له من أن يمتلئ شعرًا))''.

''ہمارے نزدیک (اس حدیث میں) اس شخص کی مذمت فرمائی گئی ہے جس کا سینہ محض اشعار سے بھرا ہوا ہو اور اس میں قرآن اور اذکار وغیرہ موجود نہ ہوں۔ لیکن جس شخص کے سینے میں قرآن کے ساتھ ساتھ اشعار موجود ہوں تو وہ ان میں سے نہیں 'جن کا سینہ اشعار سے بھرا ہے' اور اسی لئے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی زد میں بھی نہیں آتا کہ: ((تم میں سے کسی کے سینے کا پیپ سے بھرا ہونا اس سے بہتر ہے کہ اس کا سینہ اشعار سے بھرا ہو))''۔

(شرح معاني الآثار: باب رواية الشعر هل هي مكروهة أم لا؟)

پس یہ بات تو واضح ہے کہ جو شعراء حضرات بامقصد دینی اشعار کہیں، شاعری کے دوران شرعی حدود کا پاس کریں اور شعر وشاعری سے شغف انہیں کتابُ اللہ اور یادِ الٰہی سے غافل نہ کرے تو شرعاً ایسی شاعری کہنا جائز ہے۔ تبھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ جیسے محترم اصحابِ نبی ﷺ بھی شاعری کیا کرتے تھے اور خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی

محفل میں، بلکہ مساجد تک میں اشعار پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مسکرا دیا کرتے تھے۔ پھر بالخصوص جب معاملہ جہاد وقتال، دفاعِ دین اور دفاعِ مومنین کا ہو...... تو یہ شاعری محض جائز ہی نہیں رہتی، بلکہ نہایت افضل عبادت بن جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا کہ:

''من يحمي أعراض المؤمنين''؟

''کون اہلِ ایمان کی عزتوں کا دفاع کرے گا''؟

یعنی کون اپنے اشعار کے ذریعے کفار کی زبان درازی کا مقابلہ اور اہلِ ایمان کی عزتوں کی حفاظت کرے گا؟ تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نعم، أهجهم أنت، فسيعينك عليهم روح القدس''.

''ہاں! تم ان کے خلاف ہجو یہ اشعار کہو! اور روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) ان کفار کے مقابلے میں تمہاری مدد کریں گے''۔

(تهذيب الآثار للطبري واللفظ له، وشرح معاني الآثار للطحاوي، وفتح الباري لابن حجر)

امام مسلم رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أهجوا قريشا، فإنه أشد عليها من رشق بالنبل''.

''قریش کی مذمت میں اشعار کہو کیونکہ یہ ہجو یہ اشعار ان پر تیروں کے برسنے سے زیادہ بھاری گزرتے ہیں''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہی پیغام بھیجا۔ چنانچہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے خلاف ہجو یہ اشعار کہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مطمئن نہ ہوئے۔ پھر آپؐ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا۔ پھر آپؐ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کو پیغام بھیجا۔ پس جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوئے تو آپؓ نے عرض کیا:

’’قد آن لكم أن ترسلوا إلى هذا الأسد الضارب بذَنَبِه‘‘.

’’اب وقت آ گیا ہے کہ آپ اس غصّے سے دُم ہلاتے (غضبناک) شیر کو (میدان میں) بلائیں‘‘۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ: یہ کہہ کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان باہر نکالی اور اسے (یوں) حرکت دینے لگے (جیسے غصّے سے بھرا شیر اپنی دُم اپنے جسم پر مارتا ہے)۔ پھر فرمایا:

’’والذي بعثک بالحق! لأفرِيَنَّهُم بلِساني فَرْيَ الأدِيم‘‘!

’’اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں اپنی زبان سے انہیں یوں چیر پھاڑ ڈالوں گا جیسے چمڑے کو (اشیائے ضرورت بنانے کے لئے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ہے‘‘۔

پھر اسی روایت کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے قریش کے خلاف ہجویہ اشعار کہہ لئے، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’هجاهم حسان، فشفى واستشفى‘‘.

’’حسانؓ نے ایسے (عمدہ) ہجویہ اشعار کہے کہ اہلِ ایمان کے سینے بھی ٹھنڈے کر گیا اور اپنا سینہ بھی ٹھنڈا کر لیا‘‘۔

(صحيح مسلم، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه)

اسی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے ہمارے خلاف ہجویہ اشعار کہے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ:

’’قولوا لهم كما يقولون لنا‘‘.

’’تم بھی ان کے خلاف اسی طرح کہو جیسے وہ تمہارے خلاف کہتے ہیں‘‘۔

(مسند أحمد: حديث عمار بن ياسر رضي الله عنه)

نیز ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ عمرۂ قضاء کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (جبکہ دیگر روایات کے مطابق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار آپ کی زبان پر جاری تھے

کہ:

خلّوا بني الكفارِ عن سبيله ....اليوم نضربكم على تنزيله

ضربًا يزيلُ الهامَ عن مقيله................. و يُذهل الخليلَ عن خليله

یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ٹوکنا چاہا اور فرمایا:

"يا ابن رواحة! بين يدي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وفي حرم اللّٰه تقول الشعر"؟

"اے ابنِ رواحہ! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور وہ بھی حرمِ الٰہی میں اشعار کہتے ہو"؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خلِّ عنه يا عمر! فلهي أسرع فيهم من نضح النبل".

"عمر! اسے چھوڑ دو! کیونکہ یہ اشعار تو کفار پر تیروں کی بارش سے بھی زیادہ بھاری گزرتے ہیں"۔

(جامع الترمذي، كتاب الأدب، باب ما جاء في إنشاد الشعر)

ایک اور حدیث میں...... جسے امام احمد، طبرانی، بیہقی اور ابنِ حبان رحمہم اللہ وغیرہ روایت کرتے ہیں، اور شیخ البانیؒ اسے صحیح قرار دیتے ہیں...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک مروی ہے کہ:

"إن المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه، والذي نفسي بيده لكأن ما ترمونهم به نضح النبل".

"بلاشبہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تمہاری باتیں ان پر تیروں کی مانند برستی ہیں"۔

(سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث رقم: ١٦٣١)

امام ابولیث سمرقندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الحرب تكون بالسيف وباللسان، فأذن <u>القتال بالشعر</u> كما أذن بالسيف إذ فيه قهرهم".

"جنگ تلوار سے بھی ہوتی ہے اور زبان سے بھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے **<u>'اشعار کے ذریعے قتال'</u>**

کی اجازت بھی اسی طرح دی جیسے تلوار سے قتال کی اجازت دی، کیونکہ شعر بھی کفار کا زور توڑنے کا باعث بنتے ہیں''۔

(تفسیر بحر العلوم، سورة الشعراء: ۲۲۷)

گویا''**قتال بالشعر**'' یعنی''اشعار کے ذریعے قتال'' بھی جہاد کی ایک مستقل صورت ہے۔ دعوتِ دین اور دفاعِ دین کی خاطر اشعار کہنا بذاتِ خود ایک عبادت ہے اور علامہ ابن حجر، علامہ نووی اور علامہ آلوسی رحمہم اللہ نے ایسے اشعار کہنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ جبکہ علامہ ابنِ بطال رحمہ اللہ نے تو اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے کفار کے ہجویہ اشعار کے جواب میں ہجویہ شعر کہنے کو افضل ترین عبادات میں شمار کیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''**هجاء المشركين أهل الحرب وسبهم جائز بهذه الأحاديث وأنه لا حرمة لهم إذا سبّوا المسلمين، والإنتصار منهم بذمهم وذكر كفرهم وقبيح أفعالهم من أفضل الأعمال عند الله تعالٰى، ألا ترى قوله عليه السلام لحسانؓ: ((أهجهم وجبريل معک)) وقوله: ((أللّٰهم أيده بروح القدس)) وكفٰى بهذا فضلاً وشرفاً للعمل والعامل به**''.

''احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حربی مشرکوں کی مذمت میں اشعار کہنا اور انہیں برا بھلا کہنا جائز ہے اور جب وہ مسلمانوں کو برا بھلا کہیں تو پھر وہ بھی کسی عزت وحرمت کے مستحق نہیں رہتے۔ **پس ان سے بدلہ لینے کی خاطر ان کی مذمت کرنا، ان کے کفر کو عیاں کرنا اور ان کے قبیح افعال کا تذکرہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین اعمال میں سے ہے۔** کیا آپ دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو کیا بشارت دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((ان کی مذمت میں اشعار کہو! اور جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں)) اور آپ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو یہ دعا بھی دی کہ: ((اے اللہ! روحِ قدس کے ذریعے اس کی مدد فرمائیں))۔ پس اس کام کی اور یہ کام کرنے والے کی فضیلت وشرف ثابت کرنے کے لئے یہی فرامینِ نبوی ﷺ بہت ہیں!''

(شرح صحيح البخاري لإبن بطال، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين)

پس آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے شعراء، شعر وشاعری کو محض ایک مشغلے کے طور پر اختیار کرنے کی بجائے ایک عبادت اور کفار کے خلاف جہاد میں ایک اساسی ہتھیار جان کر قربِ الٰہی کی خاطر اختیار کریں اور اپنی شاعری کے ذریعے اس خوابیدہ امت میں روحِ جہاد، حبِ شہادت، ایمانی غیرت، جذبۂ ایثار وقربانی، طاغوت سے بغاوت اور کفر واہلِ کفر سے نفرت کے جذبات بیدار کریں۔ مسلمان شعراء فیض اور غالب جیسی بہکی ہوئی شاعری کرنے کی بجائے حضراتِ حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم جیسی ایمانی شاعری کریں۔ وقت آ گیا ہے کہ یہ صالح مومن شعراء دینی غیرت کے جذبے میں ڈوب کر بھوکے شیروں کی طرح کفار پر ٹوٹ پڑیں اور اللہ کی آخری کتاب، اللہ کے محبُوب رسولؐ، اس رسولؐ کی لائی ہوئی پاکیزہ شریعت اور اس شریعت کے متوالے مجاہدین پر کفار ومرتدین اور زنادقہ وملحدین کی جانب سے جاری رکیک حملوں کا دنداں شکن جواب دیں......اور حبیبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے مستحق بنیں!

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

کلمۃ حق عند سلطان جائر

سوات اور وزیرستان میں فوجی کارروائی اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کی شرعی حیثیت

شیخ الحدیث مولانا نورالہدیٰ سلّمہٗ اللّٰہ کا تاریخی فتویٰ

گزشتہ سال کے اواخر میں پاکستانی فوج نے پہلے سوات اور پھر جنوبی وزیرستان میں مجاہدین اور عامۃ المسلمین کے خلاف فوجی کارروائی کا آغاز کیا۔ اس موقع پر طالبینِ حق نے مختلف اہلِ علم سے رجوع کر کے سوات، قبائلی علاقہ جات اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کا شرعی حکم اور یہ جہاد کرنے والوں کے خلاف فوجی کارروائی کی شرعی حیثیت دریافت کی۔ الحمدللہ بہت سے اہلِ علم نے مجاہدین کے مؤقف کی علانیہ یا خفیہ تائید کی۔ انہی میں سے ایک، کراچی سے تعلّق رکھنے والے بزرگ عالمِ دین، شیخ الحدیث مولانا نورالہدیٰ سلّمہٗ اللّٰہ بھی تھے۔ آپ کا شمار وقت کے معروف و معتبر علمائے احناف میں ہوتا ہے۔ آپ عربی زبان میں متعدد کتب کے مصنف ہیں، جن میں بخاری شریف کی ''کتاب بدء الوحی'' سے ''کتاب العلم'' تک کی عربی شرح، ترمذی شریف کی عربی شرح (جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے) اور ''مراصد النظر'' کے نام سے قرآنِ کریم کی عربی تفسیر شامل ہے (جو کہ چھپ بھی چکی ہے)۔ اس کے علاوہ حال ہی میں ''فدائی حملے اور جہاد کی شرعی حیثیت'' کے نام سے آپ کی ایک اردو تصنیف بھی چھپ کر منظرِ عام پر آئی ہے۔ آپ نے سوات اور وزیرستان میں فوجی آپریشن کے آغاز پر ایک مفصل و مدلل فتویٰ دیا جو آپ کی علمی ثقاہت اور حق گوئی و ایمانی جرأت کی دلیل ہے۔ بلاشبہ آپ کا یہ فتویٰ ایک تاریخی اہمیّت کا حامل ہے اور آپ کا یہ جرأتمندانہ طرزِ عمل دیگر اہلِ علم کے لئے ایک لائقِ تقلید نمونہ ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہر شر سے آپ کی حفاظت فرمائیں، آپ کو دنیا و آخرت میں بہترین جزاء سے نوازیں اور آپ کو اپنے رستے پر استقامت سے ڈٹے رہنے کی توفیق دیں۔ آمین! ذیل میں ہم اس فتوے کی مکمل عبارت نقل کر رہے ہیں۔ (مدیر)

الجواب باسم ملهم الصواب

استفتاء میں چار امور قابلِ دریافت ہیں:

۱) فوجی آپریشن کی شرعی حیثیت

۲) فوجی زیادتیوں کے خلاف دفاع کرنے والوں کا شرعی حکم

۳) مارے گئے فوجیوں اور ان کے ہاتھوں سے مرنے والوں کا حکم

۴) مطالبۂ نفاذِ شریعت کا حکم

ا) سوات اور وزیرستان میں فوجی آپریشن کی شرعی حیثیت

چونکہ یہ آپریشن حکومتِ پاکستان افواج پاکستان کے ذریعہ سے کررہی ہے، اس لئے اس آپریشن کے اسباب کوملحوظ رکھنا ہوگا تاکہ جواز وعدم جواز کا فیصلہ ہوسکے۔ اس کے تین اہم اسباب ہیں:

الف) کفار کی معاونت کے ذریعے ان کی رضا کا حصول

ب) نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا قلع قمع کر کے اپنے کفریہ نظام کا دفاع

ج) حکمران طبقے اور اعلیٰ افسران کی لالچ وطمع

آیئے اب تینوں نکات کی تفصیل دیکھتے ہیں:

الف) کفار کی معاونت کے ذریعے ان کی رضا کا حصول

امریکی واتحادی افواج افغانستان میں مسلمانوں سے لڑ رہی ہیں۔ ان مسلمانوں کا تعاون اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہوئے مذکورہ علاقوں کے مسلمان ان کی مدد کرتے ہیں جس سے نصاریٰ کونقصان ہوتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے حکومت پاکستان کو''ڈُومور''(DO MORE) کا حکم دیا ہے۔ حکومت نے ان کی جنگ کو اپنی جنگ قرار دے کر حکم کی تعمیل شروع کردی تاکہ عالمی برادری (یعنی نصاریٰ) کی دوستی حاصل کی جاسکے، جیسا کہ حکومتِ پاکستان نے خود بھی بارہا اعتراف کیا ہے۔ شریعت کی رو سے اس سبب کے تحت مجبُور مسلمانوں کے لئے کافروں کے خلاف بھی کافروں کا تعاون حرام ہے تو مسلمانوں کے خلاف کیسے جائز ہوسکتا ہے؟...... بالخصوص ایک خودمختار حکومت اور ایٹمی ملک کے لئے!

چنانچہ''شرح السیر الکبیر''میں مذکور ہے:

''ولو قال أهل الحرب لأسرى فيهم قاتلوا معنا عدونا من المشركين وهم لا يخافون على أنفسهم...... فليس ينبغي أن يقاتلوا معهم لأن في هذا القتال إظهار الشرك والمقاتل يخاطر بنفسه فلا رخصة في ذلك إلا على قصد اعزاز الدين أو الدفع عن نفسه''.

''اگر حربی کفار اپنے پاس موجود مسلمان قیدیوں سے کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر ہمارے کچھ کافر دشمنوں کے خلاف جنگ کرو......اور مسلمانوں کو یہ خوف نہ ہو کہ حکم عدولی کی صورت میں وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے......تو ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کافروں کے ساتھ مل کر

کچھ دوسرے کافروں کے خلاف لڑیں۔ کیونکہ اس جنگ کے نتیجے میں بہر دوصورت شرک ہی غالب آئے گا، جبکہ لڑنے والا مسلمان تو اپنی جان خطرے میں ڈالے گا اور اپنی جان خطرے میں ڈالنا صرف تبھی جائز ہے جب دین سر بلند ہوتا ہو یا اپنی جان کا دفاع مقصود ہو''۔

(شرح السیر الکبیر: ۳، ۲۴۱)

دیکھئے یہاں مسلمان بے بس مجبُور محض قیدی ہیں اور جنگ بھی کفار سے ہے اور کفار نے حکم بھی دیا ہے کہ ہمارے ساتھ لڑو مگر اس کے باوجود ان کے لئے لڑنا شرعاً قطعاً ناجائز ہے۔ تو ایک خودمختار فوج اور ایٹمی ملک کے لئے کفار کے مطالبے پر مسلمانوں کے خلاف لڑنا اور آپریشن کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے...... جبکہ اس میں کفر کا دفاع اور اس کی تقویت وتحفظ بھی ہے؟ بلکہ حکومت پاکستان پر تو ان مسلمانوں سے تعاون کرنا شرعاً فرض تھا۔

اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المآئدة: ۲)

''اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں آپس میں مدد کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہم مدد نہ کرو''۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (هود: ۱۱۳)

''اور ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکو ورنہ آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی''۔

آیت میں ظالموں کی طرف صرف جھکاؤ پر جہنمی ہونے کی وعید ہے جبکہ افواجِ پاکستان تو کفار کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے قتلِ عام میں شریک ہیں۔ نیز فرمایا:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْءٍ﴾ (آل عمران: ۲۸)

''مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست ہرگز نہ بنائیں، اور جو کوئی ایسا کرے اس کو اللہ سے کوئی تعلّق نہیں''۔

نیز فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ﴾ (المآئدة: ۵۱)

''اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو اپنا ساتھی نہ بناؤ''۔

نیز فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ (الممتحنة: ۱)

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس سچّے دین کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ (الممتحنة: ۹)

''اللہ تو تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی''۔

نیز فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ (الممتحنة: ۱۳)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دوستی مت گانٹھو جن پر اللہ غضبناک ہوئے''۔

نیز فرمایا:

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا. الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النسآء: ۱۳۸، ۱۳۹)

''خوشخبری دے دو منافقین کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ منافقین جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں''۔

نیز فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ (النسآء: ۱۴۴)

''اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے

خلاف صریح حجت دے دو''۔

ان متعدد آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیاتِ قرآنیہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ افواجِ پاکستان کا مسلمانوں کے خلاف آپریشن اور جارحیت سراسر حرامِ قطعی اور کفر ہے؛ اگر جائز سمجھ کر کریں گے تو مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونگے۔

ب) نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا قلع قمع کرکے اپنے کفریہ نظام کا دفاع

دوسرا سبب آپریشن کا، اہل سوات، وزیرستان ودیگر قبائل کا نفاذ اسلام کا مطالبہ ہے جو ان کا مسلمہ شرعی حق ہے۔ بلکہ از روئے شرع نہ صرف وہ بلکہ تمام باشندگان ملک شرعاً مکلّف ہیں اور ان پر فرض ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں۔ اس لئے فوج کا ان کے اس مطالبہ کی بناء پر ان سے لڑنا حرام اور کفر ہے بلکہ ارتداد اور زندیقیت ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ مجاہدین وقبائل ''امر اللہ'' یعنی قانون شریعت کی طرف رجوع کرنے کیلئے نہ صرف تیار بلکہ مطالبہ کنندگان ہیں، تمام اہلِ وطن اور بقیہ مسلمانوں پر فوج کے خلاف ان کے شانہ بشانہ لڑنا فرض ہے جب تک کہ وہ قانونِ شریعت اور نظامِ خلافت کی طرف نہ لوٹے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللهِ﴾ (الحجرات: ۱۰)

''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تو تم سب اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے''۔

یاد رہے کہ آیت میں مؤمنین کے ان دو گروہوں کا ذکر ہے جو کسی دنیوی مسئلہ پر لڑ رہے ہوں جبکہ موجودہ آپریشن تو مطالبۂ شریعت کی وجہ سے ہے جس کا حکم اور بھی سخت ہے۔

ج) حکمران طبقے اور اعلیٰ افسران کی لالچ وطمع

تیسرا سبب کارپردازانِ حکومت وفوج کی لالچ اور حرص وطمع ہے کہ چند ڈالروں کے لئے مسلمانوں کو بیچا جا رہا ہے، قتل کیا جا رہا ہے، املاک کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ اسی حرص وطمع میں یہ خود بھی ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر رہے ہیں اور کفار کو بھی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں، حتی

کہ اگر کوئی مسلمان ان کے ہاتھوں سے شہید ہوتا ہے تو اس پر خوشی کے شادیانے بھی بجاتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من كثرسواد قوم فهومنهم ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به''.

''جو شخص کسی گروہ (میں شامل ہو کر ان) کی تعداد بڑھائے وہ انہی میں سے ہے اور جو کسی گروہ کے عمل پر راضی رہے وہ ان کے عمل میں شریک ہے''۔

(مسند أبي يعلىٰ، نصب الرايه: ۴.٣۴٦)

شریعت میں تو کفار کے اتحاد کو توڑنے کے لئے ان میں سے بعض کو اپنی کوئی چیز یا کسی قسم کا کوئی مال دینا بلاضرورت جائز نہیں، حالانکہ اس میں کفر کو کمزور کرنا مقصود ہے۔ تو ان سے ڈالر لے کر ان کی مرضی کے مطابق مسلمانوں کے خلاف لڑنا کیونکر جائز ہوگا؟ چنانچہ غزوۂ احزاب کے موقع پر پورا عرب مسلمانوں کے خلاف امڈ پڑا تھا اور کفر اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ مسلمان سخت مشکل میں تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی حکمت عملی کے تحت قریش کی اتحادی قوم غطفان کو اتحاد سے جدا کروانے کے لئے مدینہ کی پیداوار کی ایک تہائی آمدنی ان کو دینے کی پیشکش کی تاکہ وہ اتحاد سے الگ ہو جائیں اور کفر کمزور ہو جائے۔ غطفان کے دو سرداروں عیینہ اور حارث سے معاہدہ تقریباً طے ہو چکا تھا کہ آپؐ نے اس کے نفاذ سے پہلے انصار کے سرداروں سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: اگر یہ وحی ہے تو **سمعنا و أطعنا**، بصورت دیگر سوائے تلوار کے ہم ان کو کچھ بھی نہ دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سے انتہائی خوش ہوئے اور معاہدہ پھاڑ کر کالعدم کر دیا۔

(التلخيص الحبير: ٢، ٣٨١؛ تاريخ الطبري: ١۴٧۴، إمتاع الأسماع للمقريزي: ١.٢٣٥، سيرة ابن هشام: ٦٧٦، طبقات ابن سعد: ٢.٥٢، الوثائق السياسية: ٧۴)

''شرح السیر الکبیر'' میں ہے:

''ففي هذا الحديث بيان أن عند الضعف لا بأس بهذه المو ادعة، فقد رغب فيها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم حين أحس بالمسلمين ضعفًا، وعند القوة لايجوز، فإنه لما قالت الأنصار ما قالت علم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم منهم القوة فشق الصحيفة، وفيه دليل أن فيها معنى الإستذلال ولأجله كرهت الأنصار دفع بعض الثمار، والإستذلال لا يجوز أن يرضى به

المسلمون إلا عند تحقق الضرورة"۔

(شرح السیر الکبیر: ۴.۶)

''اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کمزوری کے وقت ایسی جنگ بندی کر لینا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مسلمانوں کی کمزوری دیکھتے ہوئے خود ایسا کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن جب قوت موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ جب انصار نے اپنا مؤقف بتلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان گئے کہ مسلمان ابھی بھی قوت کی حالت میں ہیں تو آپؐ نے معاہدہ نامہ پھاڑ ڈالا۔ چونکہ اس معاہدے میں ایک اعتبار سے مسلمانوں کی تذلیل تھی اور انہیں کفار کے آگے کچھ جھکنا پڑ رہا تھا، اس لئے انصار نے اسے ناپسند کیا اور کفار کو اپنے پھلوں کی پیداوار کا کچھ بھی حصّہ دینے سے انکار کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے ذلت والی شرائط پر کفار کے ساتھ معاہدہ کرنا صرف تبھی جائز ہے جب اس کی شدید ضرورت ہو، ورنہ جائز نہیں''۔

لہٰذا ڈالر کی لالچ میں مسلمانوں کی تذلیل، تباہی، جلاوطنی اور قتل وغارت گری کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ مسلمانوں کے قتل اور املاک کی بربادی کے بارے میں تو بے شمار آیات واحادیث آتی ہیں، لہٰذا یہ قطعاً حرام وناجائز ہے۔

۲) فوجی زیادتیوں کے خلاف دفاع کرنے والوں کا شرعی حکم

استفتاء میں پوچھے گئے دوسرے امر کے بارے میں عرض ہے کہ اہل سوات ودیگر علاقہ جات پر اپنا دفاع فرض ہے، بلکہ اقدام یعنی خروج بھی جائز ہے۔ کیونکہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ دشمنوں، کفار، چوروں، ڈاکوؤں اور دوسرے مجرموں سے اپنی رعیت کی جان، مال، آبرو اور دین کی حفاظت کرے۔ جبکہ یہاں تو افواج اور حکومت خود فساد برپا کرتے ہوئے ان کی جان ومال اور املاک کی تباہی کے درپے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ. وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرة: ۲۰۵، ۲۰۶)

''اور جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتے۔ اور جب اس سے کہا جاتا کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر مزید جما دیتا ہے، سو جہنّم ہی اس کے لئے کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

ایسی مفسد وظالم حکومت کے خلاف بغاوت کا انہیں شرعاً حق ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فالواجب على الرعية طاعة الوالي ما لم يأمرهم بالمعصية فإذا أمرهم بالمعصية لا يجوز لهم أن يطيعوه ولا يجوز لهم الخروج عليه إلا أن يظلمهم''.

((رعایا پر والی کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے۔ پس جب وہ معصیت کا حکم دے تو رعایا کے لئے اس کی (خلافِ شرع) بات ماننا جائز نہیں، البتہ خروج بھی جائز نہیں۔ ہاں، اگر وہ ظلم کرے تو اس کے خلاف خروج جائز ہے۔))

(هامش تنبيه الغافلين: ص۸۷)

یاد رہے کہ اس عبارت میں ''الوالي'' سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے۔ خداوندِ کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ (الشورىٰ: ۳۹)

''اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم وزیادتی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں''۔

اور فرمایا:

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ (الشورىٰ: ۴۱)

''اور جو بدلہ لیں اپنے مظلوم ہونے کے بعد تو ان پر کچھ الزام نہیں''۔

نیز نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من قتل دون ماله فهو شهيد''.

''جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے''۔

(مسند احمد: ۲۔۲۲۱)

نیز فرمایا:

"قاتل دون مالك حتى تحوز مالك أو تقتل فتكون من شهداء الآخرة".

"اپنے مال کے دفاع میں قتال کرو یہاں تک کہ اپنے مال کو محفوظ کرلو یا پھر قتل کردیئے جاؤ اور یوں آخرت میں شہداء میں شامل ہو جاؤ"۔

(مسند احمد)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله! أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي؟ قال: فلا تعطه مالك، قال: أرأيت إن قاتلني؟ قال: قاتله! قال: أرأيت إن قتلني؟ قال: فأنت شهيد، قال: أرأيت إن قتلته؟ قال: هو في النار".

"ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا: یارسول اللہ! اگر کوئی شخص مجھ سے میرا مال چھیننے آئے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے اپنا مال مت دو۔ اس نے کہا: اگر وہ مجھ سے لڑے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم بھی اس سے لڑو۔ اس شخص نے پوچھا: اگر وہ مجھے قتل کردے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم شہید ہوگے۔ اس نے پوچھا: اگر میں اسے قتل کردوں؟ تو فرمایا: وہ جہنّم میں جائے گا"۔

(مسلم:۱۔۸۱)

امام ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والذي يدل على أن هذا الحكم (ترك الدفع) غير ثابت في شريعة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، وأن الواجب على من قصده إنسان بالقتل أن عليه قتله إذا أمكنه وأنه لا يسعه ترك قتله مع الإمكان قوله تعالىٰ: ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ فأمر اللّٰه بقتال الفئة الباغية ولا بغي أشد من قصد انسان بالقتل بغير استحقاق، فاقتضت الآية قتل من قصد قتل غيره بغير حق. وقال تعالىٰ: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ﴾ فأخبر أن في إيجابه القصاص حياة لنا لأن القاصد لغيره بالقتل متى علم أنه يقتص منه كف عن قتله، وهذا المعنى موجود في حال قصده لقتل غيره لأن في قتله إحياء لمن لا يستحق القتل، وقال تعالیٰ: ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ فأمر بالقتال لنفي الفتنة، ومن الفتنة قصده قتل الناس بغيرحق ـــــ إلى أن قال: ـــــ وقد روى عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في أخبار مستفيضة: ”من قتل دون نفسه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهوشهيد ومن قتل دون ماله فهو شهيد“ـــــ إلى أن قال: ـــــ ويدل عليه قول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث أبى سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه: ”من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده“الحديث. فأمر بتغيير المنكر باليد، وإذا لم يمكن تغييره إلا بقتله فعليه أن يقتله بمقتضى ظاهرقول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ـــــ إلى أن قال ـــــ وروى أبوبكر بن عياش عن قابوس بن أبي المخارق عن أبيه، قال: ”قال رجل: يارسول اللّٰه! الرجل يأتيني يريد مالي؟ قال: ذكره اللّٰه تعالیٰ. قال: فإن لم يذكر؟ قال: استعن عليه من حولک من المسلمين. قال: فإن لم يكن حولي منهم؟ قال: فاستعن عليه السلطان. قال: فإن نأى عني السلطان؟ قال: قاتل دون مالک حتى تمنع مالک أو تكون شهيدًا في الآخرة“. وذهب قوم من الحشوية إلى أن على من قصده إنسان بالقتل أن لا يقاتله ولا يدفعه عن نفسه حتى يقتله ـــ إلى أن قال ـــ ولوكان الأمر في ذلک على ما ذهبت إليه هذه الطائفة من حظر قتل من قصد قتل غيره ظلمًا والإمساک عنه حتى يقتل من يريد قتله لوجب مثله في سائر المحظورات إذا أراد الفاجر ارتكابها من الزنا وأخذ المال أن نمسک عنه حتى يفعلها، فيكون في ذلک ترک الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واستيلاء الفجار وغلبة الفساق والظلمة ومحو آثار الشريعة، وما أعلم مقالة أعظم ضررًا على الإسلام والمسلمين من هذه المقالة، ولعمري إنها أدت إلى غلبة الفساق على

أمور المسلمين واستيلائهم على بلدانهم حتى تحكموا فيها بغير حكم الله، وقد جر ذلک ذهاب الثغور وغلبة العدو حين ركن الناس إلى هذه المقالة''.

''اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعلیم شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی کہ اپنا دفاع ترک کر دیا جائے، بلکہ (شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ) اگر ایک شخص کسی دوسرے کو ناحق قتل کرنے کے درپے ہو تو اس پر واجب ہے کہ حملہ آور کو قتل کر ڈالے......اگر وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ (جب کسی دوسری طرح اپنا دفاع ممکن نہ ہو) تو قدرت رکھنے کے باوجود وہ اسے قتل نہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تو تم سب اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ کے خلاف قتال کا حکم دیا ہے اور بلاشبہ اس سے بڑی بغاوت و سرکشی کوئی نہیں کہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پس یہ آیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کرے اسے قتل کر ڈالنا چاہیے۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اور اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص لینے ہی میں زندگی ہے تا کہ تم (قتل و غارت سے) بچو﴾

یہاں اللہ تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ قصاص کے حکم میں ہماری زندگی کا سامان پوشیدہ ہے کیونکہ جب قتل کا ارادہ کرنے والے کو یہ معلوم ہوگا کہ اس سے قصاص لیا جائے گا تو وہ قتل کے ارادے سے باز آجائے گا۔ پس قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کا حکم اس شخص کے تحفظ کا ضامن ہے جسے ناحق قتل کیا جانا تھا۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے فتنے کے خاتمے کے لئے قتال کرنے کا حکم دیا ہے اور یقیناً کسی انسان کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کرنا بھی فتنے میں شامل ہے۔

......آگے چل کر آپؒ لکھتے ہیں......مشہور روایات میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ:

((جو شخص اپنی جان کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے؛ اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے؛ اور جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے۔))

......پھر آگے چل کر آپؒ لکھتے ہیں......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیثِ نبویؐ بھی اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے:

((تم میں سے جو کوئی بھی برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا ڈالے۔))

اس حدیث میں برائی کو ہاتھ سے مٹانے کا حکم ہے۔ پس جب برائی کو مٹانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ ہو کہ برائی کرنے والے کو قتل کیا جائے......تو اس حدیث کے ظاہری الفاظ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسے قتل کرنا واجب ہے۔

......پھر آگے چل کر آپؒ لکھتے ہیں......ابوبکر بن عیاش روایت کرتے ہیں قابوس بن ابی المخارق سے؛ اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

((ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ اگر کوئی آدمی میرے پاس میرا مال چھیننے آئے (تو میں کیا کروں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اللہ سے ڈراؤ! اس شخص نے پوچھا: اگر وہ نصیحت نہ پکڑے؟ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے اردگرد موجود مسلمانوں سے اس کے خلاف مدد لو۔ اس شخص نے پوچھا: اگر میرے اردگرد ان میں سے کوئی موجود نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: پھر حکمران سے اس کے خلاف مدد طلب کرو۔ اس نے پوچھا: اگر حکمران بھی میری مدد کرنے سے کنارہ کشی اختیار کر لے؟ آپؐ نے فرمایا: تو پھر اپنے مال کے دفاع میں لڑو یہاں تک کہ اپنے مال کو محفوظ کر لو یا آخرت میں شہید بن جاؤ))

گروہِ حشویہ میں سے کچھ لوگوں نے یہ رائے اختیار کی کہ اگر کسی شخص کو قتل کرنے کی کوشش کی جائے تو اسے چاہیے کہ نہ تو اپنے دفاع میں لڑے، نہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا جائے۔......پھر آگے چل کر آپؒ لکھتے ہیں......اگر ان لوگوں کا یہ مؤقف درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو تمام دیگر منکرات کے حوالے سے بھی یہی رویہ رکھنا واجب

ٹھہرے گا۔یعنی اگر کوئی فاجر وفاسق شخص کسی عورت سے بدکاری کرنا چاہے یا کسی شخص سے اس کا مال چھیننا چاہے تو تب بھی ہم پر لازم ہوگا کہ ہم اپنا ہاتھ روکے رکھیں اور اسے یہ گناہ کرنے دیں۔ بلاشبہ ایسا کرنا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ترک کرنے؛ فساق، فجار اور ظالموں کو مسلمانوں پر غلبہ بخشنے اور احکامِ دین کو مٹا ڈالنے کے مترادف ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو کسی بات سے اتنا زیادہ نقصان پہنچا ہو جتنا اس باطل رائے سے پہنچا ہے (کہ اپنے دفاع میں لڑنا درست نہیں)۔ قسم بخدا! اسی کے سبب فساق کو مسلمانوں کے اجتماعی امور پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور انہوں نے مسلم سرزمینوں پر مسلط ہوکر اللہ کی شریعت سے ہٹ کر حکمرانی اور فیصلے کئے ہیں۔ پھر یہ بھی عوام الناس کے اس رائے سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے محاذوں پر شکست کھائی ہے اور دشمن ہم پر غالب آگیا ہے''۔

(أحكام القرآن: ۲، ۴۰۱)

نیز ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"ولم يدفع أحد من علماء الأمة وفقهائها، سلفهم وخلفهم، وجوب ذلک (أي الدفاع) إلا قوم من الحشو وجهال أصحاب الحديث، فإنهم أنكروا قتال الفئة الباغية والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بالسلاح وسموا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فتنة إذا احتيج فيه إلى حمل السلاح وقتال الفئة الباغية مع ما قد سمعوا فيه من قول اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ وما يقتضيه اللفظ من وجوب قتالها بالسيف وغيره ــــ إلى أن قال ــــ وإنما ينكر على غير السلطان بالقول أو باليد بغير سلاح، فصاروا شرًا على الأمة من أعدائها المخالفين لها لأنهم اقعدوا الناس عن قتال الفئة الباغية وعن الإنكار على السلطان الظلم والجور حتىٰ أدى ذلک إلى تغلب الفجار بل المجوس وأعداء الإسلام، حتى ذهبت الثغور وشاع الظلم وخربت البلاد وذهب الدين والدنيا وظهرت الزندقة والغلو".

''خلف وسلف کے علماء اور فقہاء میں سے کسی ایک نے بھی دفاع کی فرضیت میں اختلاف نہیں

کیا۔البتہ گروہِ حشویہ کے بعض لوگوں نے اور بعض جاہل اصحابِ حدیث نے باغیوں سے قتال اور مسلح قوت کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کو غلط کہا ہے۔ان لوگوں کے نزدیک اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خاطر ضرورت پڑنے پر بھی ہتھیار اٹھائے جائیں تو یہ فتنہ ہوگا۔اسی طرح یہ لوگ باغی گروہ کے خلاف قتال کو بھی فتنے سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ اس کی بابت یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ مبارک بھی سن چکے ہیں: ﴿پس بغاوت کرنے والے گروہ سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾ یہ آیت صراحت کے ساتھ تلوار اور دیگر ذرائع سے قتال کرنے کو واجب قرار دے رہی ہے۔

اسی طرح ان کا مؤقف ہے کہ حاکم اگر ظلم وجبر کرے اور لوگوں کو ناحق قتل کرے، تب بھی اسے ٹوکنا درست نہیں۔البتہ حاکم کے سوا دیگر لوگوں کو زبان اور ہاتھ سے روکا جائے گا،لیکن ان کے خلاف بھی یہ تلوار اٹھانے کے قائل نہیں۔

پس یہ لوگ اس امت کے حق میں اس کے کھلے دشمنوں سے بھی زیادہ مہلک ثابت ہوئے ہیں، کیونکہ انہوں نے امت کو باغی گروہ کے خلاف قتال اور بادشاہوں کے ظلم و جبر پر انکار سے روک دیا ہے۔ان کے اس باطل مؤقف کے نتیجے میں فساق وفجار غالب آئے، مجوس اور دیگر دشمنانِ اسلام کے تسلط کی راہ ہموار ہوئی، اسلامی سرحدات پامال ہوئیں،ظلم پھیل گیا، بستیاں برباد ہوئیں، دین ودنیا لٹ گئے اور زندقہ وغلو غالب آ گیا''۔

(أحكام القرآن: ۲،۳۴)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فالعدو الصائل الذي يفسد الدين والدنيا لا شيء أوجب بعد الإيمان من دفعه''.

''وہ حملہ آور دشمن جو دین ودنیا کو برباد کرنے کے درپے ہو،ایمان لانے کے بعد اسے پچھاڑنے سے بڑھ کر اہم فریضہ کوئی نہیں''۔

(إتحاف العباد:ص۱۸)

معلوم ہوا کہ اہلِ سوات وقبائل پر یہ جہاد فرض ہے جس کے ترک پر وہ گناہ گار ہوں گے۔

۳) مارے گئے فوجیوں اور ان کے ہاتھوں سے مرنے والوں کا حکم

اس سوال کا جواب اوپر آ چکا ہے۔ پاکستانی فوج یا ایف سی وغیرہ کا کوئی فرد اگر اس لڑائی میں مرے گا جہنمی ہوگا، اور اہل سوات وقبائل کا کوئی فرد ان کے مقابلہ میں مرے گا تو شہید ہوگا، ان شاء اللہ۔

۴) مطالبۂ نفاذِ شریعت کا حکم

اس سوال کا جواب بھی اوپر آ چکا ہے۔ نفاذِ شریعت کا مطالبہ عوام کا نہ صرف حق بلکہ ان پر فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (النسآء: ٦٥)

''تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ بھی تو کرے اس پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں''۔

هذا ما عندي، والله أعلم، وعلمه أتم وأحكم!

اعرف عدوك

جدید عسکریت؛ تاریخ اور نظریات

ڈاکٹر خالد مسعود

(پہلی قسط)

افواج کی تنظیم نو

انقلابِ فرانس جدید تاریخِ انسانی کا اہم ترین واقعہ ہے جس کے نتیجے میں یورپ میں قائم پاپائیت، بادشاہت اور جاگیرداریت کا نظام ختم ہو گیا اور اس کی جگہ لادین نظام نافذ ہو گیا۔ کلیسا جو اس وقت یورپ میں اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا محافظ تھا، اسے ختم کر کے اقتدارِ اعلیٰ عوام کو منتقل کر دیا گیا اور بادشاہت کی جگہ جمہوریت نے لے لی۔ نیز انسان کی زندگی کا مقصد سرمایہ دارانہ ترقی قرار پایا۔

انقلاب فرانس کے بعد پیدا ہونے والے معاشرتی خلاء میں ایک بڑا مسئلہ شاہی افواج کا تھا۔ شاہی سپاہی بادشاہ کو 'ظل اللہ' سمجھ کر لڑتے تھے۔ اس کی شکست کو وہ اپنی شکست گردانتے تھے اور اس کی خاطر جان دینا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ لیکن اب کے لادین انقلاب میں اس قسم کے نظریات کی قطعاً گنجائش نہ تھی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی مسلم تھا کہ کسی بھی فوج کو ایک واضح نظریے، اپنے اصولوں پر پختہ یقین اور باہمی مضبوط جتھہ بندی کے بغیر جنگ پر نہیں ابھارا جا سکتا۔ ایسی حالت میں یورپی ریاستوں کو اپنی افواج کے لیے کسی ایسے نظریے کی ضرورت تھی جو انہیں متحد اور زندہ رکھ سکے۔ مغرب کو درپیش سوال کا جواب پروشیا کے 'کلازوِٹ' نامی ایک جرنیل نے دیا۔

کلازوِٹ کے نظریۂ جنگ کو جدید وطنی فوجوں (national armies) کی تشکیل کے تمام نظریات میں 'بائبل' کی سی حیثیت حاصل ہے۔ اہلِ مغرب اور ان کے اندھے مقلدین کلازوِٹ کو جدید عسکریت کا 'نبی' کہتے ہیں۔ ۱۷۹۲ء میں کلازوِٹ فرانس کے خلاف جنگوں میں برسرِ پیکار پروشین فوج کا جرنیل تھا، اور بعد میں روسی فوج میں شامل ہو گیا۔ یہ وہ دور تھا جب یورپ انقلابِ فرانس کے نتیجے میں پاپائیت اور بادشاہت دونوں سے ہی جان چھڑا چکا تھا۔ اسی دور میں کانٹ نے سرمایہ دارانہ اور کارل

مارکس نے اشترا کی نظریہ پیش کیا تھا۔

کلازوٹ کے نظریات اس کی زندگی میں منظر عام پر نہ آسکے۔۱۸۳۲ء میں وہ بیمار ہوکر مر گیا۔اس کی موت کے بعد اس کی بیوہ نے ان نظریات کو کتابی شکل دے کر شائع کیا مگر اس کے باوجود اسے کوئی خاطر خواہ شہرت نہ ملی۔۱۸۷۱ء میں فرانس کے بادشاہ نپولین سوئم نے آسٹریا پر حملہ کیا۔اس جنگ میں آسٹریائی فوج کی کمان کلازوٹ کے لائق ترین شاگرد جنرل مولٹکی کے ہاتھ میں تھی جس نے آسٹریا کی فوج کو کلازوٹ کے نظریات کے مطابق منظّم کیا تھا۔فرانس کو اس جنگ میں عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔آسٹریا کی کامیابی سے سارا یورپ چونک گیا اور جب معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ کلازوٹ کے نظریات کا کمال ہے تو پورے یورپ نے ان نظریات کے مطابق اپنی افواج کی تنظیم نو شروع کر دی۔

اس وقت تک امتِ مسلمہ اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ ان نظریات سے متاثر ہوکر سلطنتِ عثمانیہ نے جنرل مولٹکی کو اپنی افواج کی تنظیم نو کے لیے مقرر کیا۔دوسری طرف استعماری طاقتوں نے بھی نوآبادیاتی علاقوں کی افواج کو انہی نظریات پر منظّم کیا۔گویا ہندوستان پر قابض برطانیہ اور الجزائر پر قابض فرانس نے وہاں کی افواج کو انہی نظریات کے مطابق ڈھالا۔اور اس طرح ستر سال سے کم عرصہ میں تقریباً تمام ممالک کی افواج کی تشکیلِ جدید کلازوٹ کے نظریات کے مطابق ہوگئی یہاں تک کہ ان جدید قومی افواج کا نام ہی 'افواجِ کلازوٹ' پڑ گیا۔ **ہمارے لیے اخذ کرنے کی بات یہ ہے کہ روس کے خاتمے کے بعد اب تقریباً تمام ہی محاذوں پر ہمارا مقابلہ کلازوٹ کی افواج سے ہے۔امریکہ اور یورپ کی افواج ہوں یا ہماری گردنوں پر مسلط مقامی افواج......سبھی کا بنیادی فلسفہ اور اساسی نظریات ایک ہیں۔شاید یہ اسی فکری و اعتقادی قربت کا نتیجہ ہے کہ یہ تمام افواج اسلام کو مٹانے کے یک نکاتی منصوبے پر بآسانی متحد ہوگئی ہیں اور عملاً ایک عالمی دجالی فوج بن کر امتِ مسلمہ پر ٹوٹ پڑی ہیں۔**

کلازوٹ کے نظریات کیا تھے؟......اس کا جائزہ ان شاء اللہ ذرا آگے چل کر لیں گے۔آیئے پہلے جدید عسکریت کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

جدید عسکریت کی تاریخ

پہلی جنگِ عظیم (امتِ مسلمہ کا شیرازہ) ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء

پہلی جنگِ عظیم شروع ہونے کی فوری وجہ آسٹریا کے ولی عہد کا سربیا میں قتل ہونا تھا۔جب قاتل

گرفتار نہ ہوئے تو آسٹریا نے سربیا کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ جرمنی اور سلطنتِ عثمانیہ نے آسٹریا کی حمایت کی جبکہ فرانس اور روس نے جرمنی کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ پھر برطانیہ اور بعد میں امریکہ بھی اس محاذ میں شامل ہو گئے۔ اس جنگ کے نہایت دور رس نتائج برآمد ہوئے۔ ان میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ، اسرائیل کا قیام، 'لیگ آف نیشنز' کے نام سے اقوامِ متحدہ نما عالمی ادارے کی تشکیل اور جرمنی کے خطرے کو روکنے کے لیے اس کی معاشی ناکہ بندی شامل ہیں۔ اگر نتائج پر غور کیا جائے تو ان میں سے بیشتر دراصل صلیبی صہیونی دشمن کے مقاصد تھے جو اس نے اس جنگ سے حاصل کئے۔ جنگ یورپی ممالک کے درمیان تھی اور نقصان امتِ مسلمہ کا ہوا۔ کیا یہ محض اتفاق تھا یا کہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا؟ کیا دشمن نے پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسے اقدام کئے یا کہ اس نے حالات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے منصوبے کی تکمیل کی؟ جواب جو بھی ہو، دونوں صورتوں میں دشمن کے مقاصد ہی کی تکمیل ہوئی۔ دشمن کو علم تھا کہ خلافتِ عثمانیہ کو راستے سے ہٹائے بغیر نہ تو 'آزاد منڈی کی معیشت' (Free Market Economy) قائم ہو سکتی تھی، نہ اسرائیل کی صہیونی ریاست بن سکتی تھی اور نہ ہی کفر کی عالمی حکومت کا منصوبہ پورا ہو سکتا تھا۔

جنگ کے اختتام پر جرمنی کو 'معاہدۂ وارسا' (Warsaw Packt) کے تحت فرانس کو بھاری تاوانِ جنگ ادا کرنے کا پابند کیا گیا۔ اس وقت کے سیاسی اور عسکری مبصرین نے معاہدے کی شرائط کے پیشِ نظر یہ پیشین گوئی کی تھی کہ اتحادیوں کی یہ حرکت ایک اور جنگِ عظیم کا پیش خیمہ ثابت ہو گی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ اس جنگ میں فتح کلازوٹ نامی جرنیل کے عسکری نظریات کی مرہونِ منت ہے جن کے بغیر یہ نتائج حاصل کرنا ممکن نہ تھے۔ ان نظریات کی وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔

دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء)

دوسری جنگِ عظیم چھڑنے کی وجہ خود پہلی جنگِ عظیم ہی تھی۔ جب جرمنی نے فرانس کو تاوانِ جنگ ادا کرنے میں تاخیر کی تو فرانس نے 'معاہدۂ وارسا' کی رو سے جرمنی کے نوے (۹۰) فیصد کوئلے کے ذخائر پر قبضہ کر لیا، جس کی وجہ سے جرمنی کے معاشی حالات ابتر ہو گئے۔ ان حالات میں 'ہٹلر' برسرِ اقتدار آیا۔ اسے یہ نظر آ رہا تھا کہ اگر جرمنی نے 'معاہدۂ وارسا' کی پاسداری کی تو عنقریب وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائے

گا، لہٰذا اس نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی فوج میں بے پناہ اضافہ کیا۔ پھر پہلے رائن (Rhine) پر قبضہ کر کے کوئلے کے ذخیرے واپس لیے اور اس کے بعد بلجیم اور پھر پولینڈ پر قبضہ کیا۔

جرمنی کا پولینڈ پر قبضہ کرنا تھا کہ برطانیہ اور فرانس جنگ میں کود پڑے اور اس طرح دوسری جنگِ عظیم کا آغاز ہو گیا۔ اس جنگ میں اٹلی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ جرمنی نے پولینڈ کے بعد فرانس اور اس کے بعد ناروے پر بھی قبضہ کر لیا۔ مغربی یورپ کے بعد جرمنی نے اپنا رخ مشرقی یورپ کی طرف کیا۔ روس پر تین مرتبہ حملہ کیا مگر شدید موسمی حالات کی وجہ سے موسکو پر قبضہ نہ کر سکا اور یہیں سے اس کی شکست کا آغاز ہوا۔ روس پر حملے کے ساتھ ہی اس نے برطانیہ کے زیرِ قبضہ مصر پر بھی اٹلی کی مدد سے حملہ کر دیا۔

جرمنی کی ان فتوحات کے سامنے جب ۱۹۴۱ء میں برطانیہ کی شکست یقینی نظر آنے لگی تو امریکہ اس کی مدد کے لیے میدان میں آیا۔ جبکہ جاپان نے امریکہ سے دشمنی کی بنا پر جرمنی کا ساتھ دیا۔ اس طرح ایک جانب برطانیہ، فرانس اور امریکہ کا اتحاد بن گیا اور دوسری جانب جرمنی، اٹلی اور جاپان کا۔ جبکہ روس کسی اتحاد میں شامل ہوئے بغیر جرمنی کے خلاف لڑتا رہا۔ جرمنی کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے بیک وقت مختلف سمتوں اور مختلف دشمنوں کے ساتھ محاذ کھول دیا۔ ان حالات میں وہ جنگ کو زیادہ دیر تک برقرار نہ رکھ سکا۔ اسی جنگ میں امریکہ نے جاپان پر ایٹم بم گرایا۔ روس کے ہاتھوں جرمنی کی شکست نے اتحادیوں کو چاروں اطراف سے جرمنی پر حملہ کرنے کا موقع دیا۔ اس جنگ میں مغربی اتحادیوں نے برطانوی ماہرِ حرب لڈل ہارڈ کے نظریۂ بلاواسطہ رسائی (Indirect Approach) کو اپناتے ہوئے بھاری اسلحہ استعمال کیا اور جرمنی کو لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر جرمنی ہار گیا۔ مغرب اس جنگ کو 'فاشزم' کے مقابلے میں 'سرمایہ دارانہ نظام' کی فتح قرار دیتا ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد عملاً یہود اور یہود نواز مغرب کو وہ اہم نتائج حاصل ہو گئے جن کے خواب وہ دیکھ رہا تھا۔ ان میں اقوام متحدہ کا قیام، ریاستِ اسرائیل کی باضابطہ منظوری، بریٹن وُڈ کا نیا عالمی مالیاتی نظام، جرمنی اور اٹلی کے فاشزم کا خاتمہ شامل تھے۔

روس اور امریکہ کی سرد جنگ (۱۹۴۵–۱۹۹۱ء)

دوسری جنگِ عظیم میں چونکہ روس اور مغربی ممالک دونوں جرمنی اور اس کے اتحادیوں کے ڈسے ہوئے تھے، اس لیے یہ ایسے جانور بن گئے جو جنگل میں طوفان آنے پر ایک ٹیلے پر جمع ہو جاتے ہیں اور

جیسے ہی طوفان تھم جائے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے ہیں۔ مغرب اور روس کے درمیان بعینہ یہی ہوا۔ جیسے ہی دوسری جنگ عظیم میں جرمنی اور اس کے اتحادیوں کا خطرہ ختم ہوا تو امریکہ کے مقابلے میں روس نے بھی ایٹمی دھماکہ کر دیا جسے امریکہ نے اپنی قومی سلامتی کے لئے خطرہ قرار دیا۔ یوں دنیا ایک نئی طرز کی جنگ میں داخل ہوگئی۔ اس جنگ کے کئی پہلو ہیں لیکن خاص بات یہ ہے کہ دونوں 'بڑی طاقتیں' آمنے سامنے آنے کی بجائے محاذِ جنگ کو اپنے سے دور چھوٹے ممالک کی طرف منتقل کرنے لگیں۔ اس جنگ کی دوسری خاص بات دونوں ممالک کی عالمی دنیا میں زیادہ سے زیادہ اتحادی بنانے کی دوڑ تھی۔ روس نے بلا واسطہ توسیع پسندانہ حکمتِ عملی اپنائی اور اس کے تحت مشرقی یورپ پر قبضہ کیا اور جنوبی ایشائی ممالک پر حملے کرنے لگا۔ نیز روس اپنی توسیع پسندانہ حکمتِ عملی کے تحت مختلف ممالک میں طبقات کی جنگ شروع کراتا اور پھر اپنے اتحادی مزدور طبقے کی مدد کرتے ہوئے اسے غالب کر دیتا، جیسا کہ اس نے شمالی کوریا اور ویتنام میں کیا۔

روس کے ان اقدامات سے مغرب اور امریکہ بہت خائف تھے۔ روس کی اس حکمتِ عملی کے خلاف امریکہ نے جو حکمتِ عملی اپنائی اسے 'محدود کرنے کی حکمتِ عملی' کہتے ہیں۔ اس حکمتِ عملی پر عملدرآمد کے لئے امریکہ نے دو طریقے اپنائے؛ ایک سیاسی اور دوسرا عسکری۔

ا۔ سیاسی طریقے کے تحت امریکہ نے یورپ، مشرقِ وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کے مختلف اتحاد قائم کئے۔ یوں نیٹو اور سیٹو سینٹو وغیرہ اتحاد وجود میں آئے۔ نیز اس وقت کے امریکی صدر ٹرومین نے ایک لائحہ عمل تیار کیا جسے 'ٹرومین پلان' کہتے ہیں۔ اس منصوبے کے مطابق امریکہ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ جنوب ایشیائی ممالک کو فوجیں بنانے کے لیے بڑی امداد دے گا تا کہ وہ روس کا مقابلہ کرسکیں۔ اس امداد کو وہ ''منصوبہ برائے باہمی فوجی تعاون'' (Mutual Military Assistance Program) کہتے تھے۔ اس وقت بھی اس جنگ کو ٹرومین نے 'مورَل کروسیڈ' یا 'اخلاقی صلیبی جنگ' کا نام دیا تھا۔ امریکہ کے اس منصوبے میں جو ملک نمایاں کردار ادا کرتا، اسے وہ 'صفِ اوّل کا اتحادی' قرار دیتا۔ اس وقت بھی جو ممالک امریکہ کے صفِ اوّل کے اتحادی بنے، ان میں پاکستان سرِ فہرست تھا۔ جبکہ بھارت اس منصوبے کا حصّہ نہ بنا کیونکہ وہ روس کی طرف مائل تھا۔ پاکستان کے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان اور اس کے بعد جنرل ایوب نے امریکہ کی منت سماجت کر کے اپنے آپ کو اس دور کی 'اخلاقی صلیبی جنگ'

میں امریکہ کا اتحادی بنایا۔ اس نے امریکہ کو اپنی سرزمین پر ہوائی اڈے بھی فراہم کئے اور مشہور جاسوسی جہاز 'یوٹو' انھی اڈوں سے اڑتا تھا۔ (پس یہ سمجھنا قطعی غلط ہوگا کہ پاکستانی فوج اصلاً بہت 'اچھی فوج' تھی اور اس نے گیارہ ستمبر کے بعد انحراف کی راہ اختیار کی ہے۔ یہ فوج تو ہمیشہ ہی سے امریکہ اور عالمی کفر کی وفادار خادم اور معتمدِ خاص رہی ہے...... ہاں، ہماری آنکھیں شاید ذرا دیر سے کھلی ہیں!)

۲۔ عسکری میدان میں امریکہ کا مقصد پوری دنیا کے گرد ایک گھیرا قائم کرنا تھا۔ اس کے تحت مشرقی یورپ میں مستقل فوجی اڈے قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو بعد میں نیٹو کی شکل اختیار کر گیا۔ اسی دوران اشتراکی شمالی کوریا نے جنوبی کوریا پر حملہ کر دیا۔ امریکہ نے اسی حکمتِ عملی کے تحت اس جنگ میں براہِ راست اپنی فوجوں کو داخل کیا۔ اس کے نتیجے میں امریکہ کا سب سے بڑا فوجی اڈہ جنوبی کوریا میں بنا۔ اسی دوران امریکہ نے زعم میں آ کر کمیونسٹ ویتنام پر بھی حملہ کر ڈالا، مگر روس نے ویتنام کے اشتراکی حریت پسندوں کی بھرپور مدد کر کے ویت نام کو امریکہ کے لیے دلدل بنا دیا۔ اس جنگ سے امریکہ خالی ہاتھ نکلا بلکہ اسے الٹا بھاری نقصان اٹھا کر ۱۹۶۹ء میں اپنی فوجوں کو واپس بلانا پڑا۔

ساٹھ کی دہائی میں فرانسیسی جرنیل اینڈرے بیوفری نے اپنا مشہور نظریہ پیش کیا جس کی تفصیلات ان شاءاللہ ہم کسی اور موقع پر بیان کریں گے مگر ان نظریات کے تحت پھر سے امریکہ نے اپنی افواج کی تنظیم نو کی۔ اس نظریے کے مطابق روس کی طاقت کو تین طریقوں سے قابو کیا جانا تھا۔

اولاً، رعب قائم کیا جائے، تاکہ دشمن سرے سے کوئی قدم اٹھانے سے ہی گریز کرے۔ اسے ''Deterrence'' کا نظریہ کہا جاتا ہے۔

ثانیاً، اگر رعب کافی ثابت نہ ہو تو اتنی طاقت اور صلاحیت موجود ہو کہ پیش بندی کی کارروائی کر کے دشمن کو اپنے مقاصد حاصل کرنے سے باز رکھا جا سکے۔ اسے ''Pre-emptive Doctrine'' کہا جاتا ہے۔

ثالثاً، دشمن کے گرد حصار قائم کیا جائے، تاکہ وہ اپنے آپ کو زیادہ پھیلا نہ سکے اور نفسیاتی طور پر بھی خود کو محصور سمجھے۔

انھی نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے امریکہ نے اپنی فوج کی تنظیم نو کی اور اسے دنیا کی باون مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا۔ اس طرح دنیا کے گرد امریکہ نے ایک عسکری حصار قائم کیا۔

اسی دوران ساٹھ کی دہائی میں روس کو ایک ہزیمت اٹھانی پڑی جب اس نے اپنی ترتیب نو میں کیوبا میں میزائل لگانے کی کوشش کی تو امریکہ نے ایٹمی جنگ کی دھمکی دی۔ اس پر روس کو اپنے منصوبے سے دستبردار ہونا پڑا، جسے 'کیوبا کا میزائل تنازعہ' (Cuban Missile Crisis) کہا جاتا ہے۔ پھر ۱۹۷۹ء میں روس...... جو اپنے توسیع پسندانہ عزائم کو پورا کرنے کے لیے گرم پانیوں کا متلاشی تھا...... افغانستان میں داخل ہو گیا جس کا مقصد گوادر کے ساحل تک رسائی حاصل کرنا تھا۔ اس طرح افغانستان کا عملی جہاد شروع ہوا۔ جہادِ افغانستان دراصل تاریخ کا ایک فیصلہ کن موڑ ہے جب پوری دنیا میں احیائے اسلام کی تحریکیں ایک مرکز پر اکھٹی ہوئیں اور روس کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ امریکہ اور پاکستان نے جب یہ دیکھا کہ مجاہدین کھڑے ہو گئے ہیں جنہوں نے روس کے سامنے بند باندھ دیا ہے، تو انہوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے مجاہدین کے ساتھ تعاون کیا۔ اس کے نتیجے میں روس کو شکست ہوئی اور یوں ۱۹۹۱ء میں سوویت اتحاد ''یو ایس ایس آر'' ٹوٹ گیا اور سرد جنگ کا خاتمہ ہوا جس سے دنیا یک قطبی دور میں داخل ہو گئی۔

۱۹۹۱ء میں سرد جنگ بظاہر ختم ہو گئی مگر اس دوران ہونے والے واقعات سے امتِ مسلمہ کے سامنے دشمن کا اصل چہرہ ظاہر ہوا۔ سرد جنگ دراصل دنیا کے گرد امریکہ کا عسکری اور معاشی گھیرا قائم ہونے کا نام ہے۔ روس کے ختم ہوتے ہی صہیونی صلیبی اتحاد کی راہ میں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے مجاہدینِ اسلام کے علاوہ کوئی اور رکاوٹ باقی نہ رہی۔ اور اب وہ حکمت عملی جو امریکہ نے سرد جنگ میں روس کے خلاف اپنائی تھی، وہی مجاہدین کے خلاف استعمال ہونے لگی۔

اب ہم جدید عسکریت کے اہم نظریات بیان کرتے ہیں۔

جدید عسکریت کے نظریات

قدیم زمانے میں جنگیں زمین پر ہوا کرتی تھیں، پھر جنگوں نے زمین سے نکل کر سمندر کا رخ کیا اور اب جدید زمانے میں فضائی میدان بھی شامل ہو گیا۔ بلکہ اب تو بات اس سے بھی بڑھ کر خلائی میدان اور انٹرنیٹ کی جنگوں (cyber wars) تک جا پہنچی ہے۔ ان تمام میدانوں کی اہمیّت اپنی جگہ مگر جدید تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ کسی بھی عالمی طاقت کے لیے بحری قوت کی اہمیّت ابھی بھی سب سے بڑھ کر ہے۔ مغرب نے اسی حقیقت کے پیشِ نظر گزشتہ چار سو (۴۰۰) سالوں میں اس قوت کو مضبوط کرنے پر

خصوصی توجہ دی ہے۔

بدقسمتی سے امتِ مسلمہ سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کے ساتھ ہی دنیا کے سمندروں سے غائب ہوگئی اور طاغوت کے گھیرے میں آ گئی۔ اس گھیرے کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ہم یہاں جدید عسکری نظریات کو مختصراً بیان کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ ان کے اثرات ہماری امت پر کس طرح مرتب ہوئے۔ انہی نظریات کو سمجھنے سے ہمیں روس اور امریکہ کے مابین سرد جنگ کی حقیقت بھی اپنی تمام تر گہرائیوں سمیت سمجھ آ سکے گی۔

انقلابِ فرانس کے بعد جدید عسکریت کا مطالعہ کرنے کے لیے تین قسم کے عسکری نظریات کا جاننا ضروری ہے۔

...... وہ نظریات جو یورپ میں پاپائیت اور بادشاہی نظام ختم ہونے کے بعد جدید فوجوں کی از سرِ نو تنظیم کے لیے پیش کیے گئے۔ ان میں کلازوِٹ کا نظریۂ جنگ اہم ترین ہے جس کے نتیجے میں جدید 'وطنی افواج' یا بالفاظِ دیگر 'کلازوٹ افواج' وجود میں آئیں۔

...... وہ نظریات جن کی بدولت مغرب نے تمام دنیا کو اپنے شکنجے میں پھنسایا اور عالمی نوآبادیاتی نظام تشکیل دینے میں کامیاب ہوا۔ ان میں 'موہان کا بحری نظریہ' نہایت اہم ہے۔

...... تیسرے وہ نظریات جو مغرب اپنے جنگی معرکوں میں اپناتا ہے۔

کلازوٹ کا نظریۂ جنگ

کسی بھی فوج کے لئے اہم ترین چیز اس کا نظریۂ جنگ ہوتا ہے۔ اسی نظریے کی بنیاد پر فوج کے سپاہی لڑتے ہیں اور اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔ نظریۂ جنگ دراصل چند سوالات کے مجموعے کا نام ہے۔ مثلاً

...... جنگ کیا ہے؟ انسان جنگ کیوں کرتا ہے؟

......انسان جنگ کا حوصلہ کہاں سے حاصل کرتا ہے؟

......ایک انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو کیوں قتل کرتا ہے اور اس کی اجازت کون دیتا ہے؟

......کون سی جنگ حق اور کون سی ناحق ہوتی ہے؟

...... جنگ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار کس کو حاصل ہے؟ وغیرہ۔

اللہ واحد و یکتا پر ایمان رکھنے والے بندۂ مومن کے لئے اس کا ایمان وعقیدہ اور دین ہی ان سوالات

کے جواب کو کافی ہے۔لیکن جب فرانس کے لادین انقلاب کے بعد اہلِ مغرب نے اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کیا تو انھیں اپنے سپاہیوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے ان سوالات کے جوابات دینے تھے۔سو یہ کام ان کے لئے کلازوٹ نے سرانجام دیا۔اور آج دنیا میں رائج لادین نظام کے تحت تمام ریاستی افواج (چاہے وہ مسلم اکثریتی ممالک ہی کی کیوں نہ ہوں) کلازوٹ کے بیان کردہ نظریۂ جنگ پر قائم ہیں اور اسی کی بنیاد پر جنگ کرتی ہیں۔آیئے! ذرا تفصیل سے دیکھتے ہیں:

کلازوٹ کے بیان کردہ مقاصد

فوجوں کی تنظیمِ نو کے دوران کلازوٹ کے سامنے مندرجہ ذیل مقاصد تھے:

۱۔شاہی فوج کو وطنی فوج میں ڈھالنا۔

۲۔شاہی سپاہی سے وطنی سپاہی (سولجر) بنانا۔

۳۔نظریۂ جنگ تبدیل کرنا۔

۴۔انتظامی ڈھانچے کو نئے نظریے کے مطابق ڈھالنا۔

کلازوٹ کے نظریات

ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کلازوٹ نے درج ذیل اہم نظریات پیش کئے۔

☆جائز قوت(Just Force)

کلازوٹ کے نزدیک جمہوری ریاست وہ واحد 'جائز قوت' ہے جو جنگ کا حکم دے سکتی ہے۔اس کے علاوہ کوئی اور جائز قوت نہیں جو جنگ کا حکم دینے کا حق رکھتی ہو۔نہ رب، نہ دین، نہ شریعت، نہ علماء...... نعوذ باللہ ان میں سے کوئی یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ جنگ کرنے کا حکم دے۔

☆جنگ؛ ریاستی پالیسی کا تسلسل

کلازوٹ کے نزدیک 'جنگ' ریاستی سیاست کا ایک آلہ یا ریاستی پالیسی کے تسلسل کا نام ہے۔یہ اسی نظریے کا نتیجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کی تمام افواج ہر قسم کی قوت وصلاحیت رکھنے کے باوجود اللہ کے حکم کے تحت جہاد کرنے کی بجائے جمہوری ریاست کے اوامر تلے اور ریاستی مفادات کے تحفظ کی خاطر جنگ کرتی ہیں۔پس اگر شریعت کہیں قتال کا حکم دے مگر ریاستی پالیسی اس کے برخلاف ہو تو یہ افواج جنگ سے ہاتھ کھینچے رکھتی ہیں۔جبکہ شریعت اگر کسی جنگ سے منع کرے لیکن ریاستی پالیسی کا تقاضہ ہو کہ وہ

جنگ کی جائے تو یہ افواج تمام شرعی احکام بالائے طاق رکھ کر ایسی جنگوں میں کود جاتی ہیں۔

☆ رجمنٹ اور اس کی تاریخ؛ جنگ کا محرک (العصبیة الجاھلیة)

کلازوٹ کے یہاں فوج کی بنیادی اکائی رجمنٹ ہے۔ بہت ساری رجمنٹ مل کر ڈویژن بنتی ہیں۔ ڈویژن آگے پھر عسکری قوت کی ایک اکائی ہے۔ 'رجمنٹ' کلازوٹ کے یہاں ایک مستقل معاشرے کا نام ہے۔ کلازوِٹ کے مطابق انسان جنگ کے لیے دو وجوہات کی بنا پر تیار ہوتا ہے؛ ایک اجتماعی وجہ یعنی جذبۂ حب الوطنی؛ اور دوسری انفرادی وجہ یعنی رجمنٹ کی تاریخ سے گہری وابستگی۔ چنانچہ کلازوٹ اس شاہی سپاہی کو جو بادشاہ کو ظل اللہ سمجھ کر لڑتا تھا، اس کی رجمنٹ کی تاریخ سے جوڑ کر لڑنے کا ایک نیا محرک اور تازہ جذبہ فراہم کرتا ہے۔ یوں وہ 'شاہی سپاہی' ایک 'وطنی سپاہی' میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر تجربات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ اگرچہ جذبۂ حب الوطنی ایک سپاہی کو میدان میں لا کھڑا کرنے کے لیے ایک اہم عنصر ہے لیکن دوران لڑائی وہ جان اپنی رجمنٹ کی 'سنہری تاریخ' کو مزید روشن کرنے اور رجمنٹ کی عزت و آبرو بڑھانے کے لئے ہی قربان کرتا ہے۔ قصہ مختصر کہ اس کے یہاں دورانِ جنگ رجمنٹ کی تاریخ حب الوطنی سے زیادہ مؤثر محرک ثابت ہوتی ہے۔

پس اگر رجمنٹ کے سپاہی کے سامنے اس کی 'سنہری تاریخ' کی سیاہ حقیقت کھول دی جائے تو اس کے لڑنے کے جذبے کو بآسانی ختم کیا جا سکتا ہے!

☆ مہذب اور غیر مہذب جنگ

کلازوٹ کے مطابق جنگ دو طرح کی ہوتی ہے؛ ایک مہذب اور دوسری غیر مہذب۔ مہذب جنگ وہ ہے جو قومی ریاست کے حکم سے ہو کیونکہ ریاست ہی جدید تہذیب کی محافظ ہے۔ لہٰذا جو جنگ ریاست لڑے گی، وہی مہذب ہوگی۔ 'غیر ریاستی عناصر' (مثلاً مجاہدین اور علماء وغیرہ) کو اولاً تو جنگ لڑنے کا حق نہیں اور اگر وہ لڑیں تو ایسی جنگ 'غیر مہذب جنگ' کہلائے گی۔

☆ اسلحہ اٹھانے کا قانونی جواز

اسی بنا پر وہ معاشرے کو 'قانونی مسلح افراد' اور 'غیر قانونی مسلح افراد' میں تقسیم کرتا ہے۔ فوج کا سپاہی معاشرے کا قانونی مسلح فرد ہے جبکہ باقی معاشرہ اگر اسلحہ اٹھائے تو وہ غیر قانونی کہلائیں گے۔ دراصل کلازوٹ کے مطابق انسان کو اسلحہ اٹھانے کی اجازت بھی صرف ایک جمہوری ریاست ہی دے سکتی ہے۔

اس کے سوا کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی انسان یا گروہ کو اسلحہ اٹھانے کا حق دے۔اب چونکہ ریاست نے فوج اور پولیس وغیرہ کو یہ اسلحہ اٹھانے کا حق دے رکھا ہے لہٰذا ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہے، جبکہ دیگر لوگوں کے لئے ایسا کرنا ناجائز!

☆فوج کے لیے سپاہی کا چناؤ

وطنی سپاہی کے چناؤ کے لیے معاشرے کے افراد پر خاص توجہ دی گئی۔اس حوالے سے 'فوجی نسل' (Martial Race) اور 'عسکری ذہن' (Military Mind) کا نظریہ پیش کیا گیا۔اس نظریے کے مطابق دنیا کی ہر ملک وقوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو کمزور شخصیت اور منجمد فکر مگر جارحانہ عزائم رکھتے ہیں۔ایسی شخصیت کے حامل افراد میں وطنی سپاہی بننے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔کمزور شخصیت اور منجمد فکر کی بدولت ایسا شخص اپنے ملک اور فوج سے بغاوت نہیں کر پاتا اور جارحانہ عزائم کی بدولت وہ دشمن کی فوج کو نقصان پہنچانے میں پیش پیش رہتا ہے۔

خلاصۂ بحث

کلازوِٹ کے نظریات جاننے کے بعد اب ہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ کلازوٹ نے شاہی فوج کو جمہوری ریاست کے ساتھ کیسے جوڑا ہے۔

سب سے پہلے ایک کمزور شخصیت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔پھر اس شخصیت کو وطنیت اور رجمنٹ کی تاریخ سے جوڑا جاتا ہے۔پھر اس رجمنٹ کو بریگیڈ، ڈویژن اور فوج کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔اس سپاہی کو دوران تربیت یہ باور کرایا جاتا ہے کہ جنگ کا حکم دینے والی جائز قوت صرف اور صرف جمہوری ریاست ہے، اس کے علاوہ کوئی اور قوت جنگ کرنے کا حکم نہیں دے سکتی۔اس کے ساتھ ساتھ اس کو یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ریاست کے حکم سے اسلحہ اٹھانے والا، باوردی سپاہی ہی مہذب اور جائز جنگ کرسکتا ہے، اس کے علاوہ جو بھی اسلحہ اٹھائے...... چاہے جہاد کی نیت سے ہی کیوں نہ اٹھائے...... وہ 'غیر مہذب' اور 'غیر قانونی' فعل کا مرتکب ہے۔

فائدہ

اس وقت پوری دنیا کی قومی افواج چاہے وہ مغرب کی ہوں یا مسلم ممالک کی ہوں، کلازوٹ کے انہی کفریہ نظریات کے تحت منظّم کی گئی ہیں۔اس لیے خلافت کے قیام اور جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی میں ان

وطنی افواج کے لئے کوئی کردار ادا کرنا سرے سے ممکن ہی نہیں۔ یہ افواج اپنے مستقل عقائد و نظریات اور اپنا علیحدہ فکر و فلسفہ رکھتی ہیں۔ **ان کا طرزِ فکر، تنظیم و ترتیب، مقاصد و اہداف سب اس امت سے جدا اور اسلام سے متصادم ہیں۔ چنانچہ محض جزوی تبدیلیوں سے ان افواج کا کسی 'اسلامی فوج' میں تبدیل ہو جانا قطعی ناممکن ہے۔ یہ افواج 'ہماری افواج' نہیں......'انگریز کی افواج' ہیں۔ جہاد کرنا تو دور کی بات، یہ تو جہاد اور اقامتِ خلافت کی راہ میں حائل اساسی رکاوٹ ہیں!** اللہ ہمیں ان سے نجات دلائے، آمین!

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

القانتین و القانتات

جہاد فی سبیل اللہ میں

حضرت امِّ عُمارہ نَسیبہ بنت کعب الانصاریہ رضی اللہ عنہا کا کردار

محمد مثنیٰ حسان

شریعت کے احکامات مرد و خواتین دونوں کو مخاطب کرتے ہیں۔قرآن ان دونوں صنفوں کا نقشہ یوں کھینچتا ہے کہ ''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔اللہ ان لوگوں پر ضرور رحم کرے گا۔بے شک اللہ قادر (مطلق) اور حکمت والا ہے''۔(التوبہ) گویا کتابِ الٰہی خواتین کو 'حقوقِ نسواں' کے جاہلی دنیاوی جھگڑوں سے نکال کر مرد و خواتین دونوں کا رخ خدمتِ دین اور فکرِ آخرت کی طرف پھیرتی ہے اور انہیں دینی رفاقت کے پاکیزہ رشتے میں باہم جوڑ دیتی ہے۔اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ امت کی مائیں بہنیں کبھی کسی شعبۂ دین میں بھی اس رفاقت کا حق ادا کرنے سے پیچھے نہیں رہیں۔حتیٰ کہ جب بات جہاد و قتال جیسی کٹھن عبادت تک پہنچی، تب بھی خواتینِ اسلام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچّی محبت کا ثبوت دینے میدانِ عمل میں اتر آئیں اور ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے کہ مرد بھی ان کی جرأت و شجاعت پر دنگ رہ گئے۔الحمدللہ ماضی کی طرح آج بھی ایسی خواتین کی کمی نہیں جنہوں نے نصرت، ہجرت، اعداد، رباط، جہاد اور عینِ قتال تک میں اپنا حصّہ ڈالا ہے اور ہم مردوں تک کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ آخر یہ کچھ برقعہ پوش بہنوں کا پاکیزہ خون ہی تو تھا جس نے نوجوانانِ پاکستان کے سینوں میں جہاد کی آگ بھڑکائی اور انہیں اس طاغوتی نظام سے جاٹکرانے کا جذبہ دیا۔پھر مجاہدین کی مالی معاونت کرنے، ان کو پناہ گاہیں فراہم کرنے، اپنے بیٹوں اور شوہروں کو جہاد پر بھیجنے، گھروں اور خاندانوں میں جہاد کی دعوت عام کرنے، مجاہدین سے شادیاں کر کے ان کے ہمراہ ارضِ جہاد و رباط کی طرف ہجرت کرنے، ضرورت پڑنے پر عسکری کاموں میں بھی شرکت کرنے سمیت کتنی ہی خدمات ایسی ہیں جو امت کی مجاہدہ خواتین آج ادا کر رہی ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں مردوں کی بھرپور پشت پناہی اور رفاقت کا حق ادا کر رہی ہیں۔اللہ ان خواتین سے راضی ہو اور انہیں غازیوں اور شہداء کا سا اجر عطا فرمائے، آمین! اس شمارے سے ہم 'فریضہء جہاد کی ادائیگی میں خواتین کے کردار' پر ایک مستقل سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ان شاء اللہ آغاز میں ہم قرونِ اولیٰ کی خواتین کی مبارک سیرتوں کے جہادی پہلو قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کریں گے تاکہ امت کی مائیں بہنیں ان عملی نمونوں کو

اپنے لئے مشعلِ راہ بنالیں۔ اس مرتبہ ہم صحابیہء رسول حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی جہادی سیرت کے چند درخشاں پہلوؤں کا مطالعہ کریں گے۔ (مدیر)

ابھی ہم جس خاتون کا تذکرہ کر رہے ہیں، یقیناً تاریخ ان کی مثل لانے سے قاصر ہے۔ وہ عظیم خاتون جو اکیلی ہزار مردوں کے ہم پلہ تھیں اور جنھوں نے اللہ کے دین کی نصرت اور اللہ کے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنی ہر شے لٹانے سے سرمو گریز نہ کیا۔ یہ تذکرہ جلیل القدر صحابیہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ آپ کا نام نَسِیبہ ☆ بنت کعب تھا اور آپ کا تعلّق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو مازن بن نجار سے تھا۔ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن کعبؓ المازنی بدری صحابی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں تین نکاح کئے۔ آپ کے پہلے شوہر بدری صحابیٔ رسول حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ تھے اور آپ سے ان کے دو بیٹے ہوئے؛ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہما۔ ان کی قربانیوں کا ذکر بھی آپ آئندہ سطور میں پڑھ لیں گے، ان شاء اللہ!

کتبِ سیرت میں درج ہے کہ حضرت امِّ عمارہؓ اپنے شوہر اور اپنے دو بیٹوں کے ہمراہ بیعتِ عَقَبہ میں شامل ہوئیں، پھر آپؓ نے غزوۂ احد میں بھی شرکت کی، صلح حدیبیہ و بیعتِ رضوان میں بھی شریک رہیں، اور غزوۂ خیبر و حنین اور جنگِ یمامہ میں بھی حصّہ لیا۔ ان معرکوں میں آپؓ بنفس نفیس لڑیں اور حیرت آفریں کارنامے سرانجام دیئے۔ ہم مختصراً ان میں سے بعض کا ذکر کئے دیتے ہیں تاکہ آج کے دور میں ہماری مائیں اور بہنیں اس سے عبرت حاصل کریں اور دیکھیں کہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے لئے کیا ہی بہترین نمونہ ہے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی غزوۂ احد میں شرکت

حضرت ام عمارہؓ غزوۂ احد میں اپنے شوہر اور بیٹوں کے ہمراہ شامل ہوئیں۔ آغازِ جنگ میں آپؓ کے پاس مشکیزہ تھا جس کے ذریعے آپؓ مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں۔ اس وقت میدان مجاہدین کے ہاتھ میں تھا۔ مگر جب کفار نے دوبارہ حملہ کیا اور مسلمان پسپا ہونے لگے تو آپؓ اپنے شوہر اور بیٹوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گئیں اور مشکیزہ چھوڑ کر آنحضرتؐ کے دفاع میں کمر کس لی۔ آپؓ نے تلوار سنبھال لی اور کفار کے خلاف شدت سے لڑنے لگیں، اور کمان کے ذریعے تیر چلانے لگیں۔ اس دن آپؓ

☆ نام کے تلفظ میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اسے نُسَیبہ لکھتے ہیں۔ تاہم ابن اثیرؒ، ابن جوزیؒ اور ابن حجرؒ نے اسے نَسِیبہ ہی لکھا ہے۔

نے کمال جرأت کا مظاہرہ کیا اور (لڑتے ہوئے) اپنے جسم پر بارہ تیرہ زخم کھائے۔ ضمرہ بن سعید المازنیؒ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''لمقام نسيبة بنت كعب اليوم خير من مقام فلان وفلان''.

''یقیناً آج کے دن نسیبہ بنت کعب کا مقام فلاں اور فلاں کے مقام سے بہتر ہے''۔

اب آیئے خود حضرت ام عمارہؓ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی زبانی اس دن کے حالات سنتے ہیں۔

حضرت امّ عمارہؓ بتاتی ہیں: ''میں نے جب دیکھا کہ چند صحابہؓ کے سوا لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیا ہے تو میں، میرا شوہر اور میرے بیٹے دشمنوں کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میرے پاس کوئی ڈھال نہیں، اور دیکھا کہ ایک شخص جس کے پاس ڈھال ہے بھاگ رہا ہے تو اس سے فرمانے لگے کہ ڈھال اسے دے دو جو لڑ رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ڈھال پھینک دی۔ میں نے بڑھ کر وہ ڈھال اٹھالی اور اس کی مدد سے آپؐ کا دفاع کرنے لگی۔ اس دن گھڑ سواروں کی طرف سے ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر وہ ہماری طرح پیادہ ہوتے تو ہم اللہ کے اذن سے انھیں کچل کر رکھ دیتے۔

ایک گھڑ سوار مجھے مارنے کے لئے میری طرف بڑھا تو میں نے ڈھال کے ذریعے اپنا دفاع کیا اور اس کا وار ضائع گیا۔ پھر جب وہ مڑا تو میں نے گھوڑے کے گھٹنے پر (ایسی) ضرب لگائی جس سے وہ گھوڑا پیٹھ کے بل گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو (حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو پکارتے ہوئے) کہا: ''ام عمارہ کے بیٹے! تمہاری ماں، تمہاری ماں!'' آپؓ نے بتایا کہ ''پھر اس نے میری مدد کی یہاں تک کہ کافر مارا گیا''۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ بتاتے ہیں کہ: ''میں اس روز زخمی ہو گیا تھا اور میرا خون کسی طور بہنے سے رک نہیں رہا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری ماں سے) فرمایا: ''اس کے زخم پر مرہم رکھو!'' میری ماں آئیں، ان کے پاس کمر پر باندھنے والی پٹی تھی۔ انھوں نے پٹی کو میرے زخم پر باندھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ''اٹھو میرے بیٹے اور اس قوم سے لڑو!'' پھر فرمانے لگے:

"من يطيق ما تطيقين يا أم عمارة!"

"اے امِّ عمارہ! کون یہ سب کچھ برداشت کرسکتا ہے جو تم نے کیا"۔

حضرت امِّ عمارہؓ نے پھر بتایا: "وہ شخص جس نے میرے بیٹے کو زخمی کیا تھا، ہماری طرف بڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: "یہ ہے وہ شخص جس نے تمہارے بیٹے کو زخمی کیا"۔ سو میں اس کے راستے میں آ کھڑی ہوئی اور اسے ران پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ایسے مسکرائے کہ ان کے سامنے کے دانت دِکھنے لگے۔ اور آپؐ نے فرمایا: "امِّ عمارہ! تم نے اپنا بدلہ لے لیا"۔ (پھر) ہم نے اس شخص کو ہتھیاروں کی ضرب سے قتل کر دیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الحمد للّٰه الذی ظفرک وأقر عينک من عدوک وأراک ثأرک بعينک".

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے تمہیں مظفر کیا، اور تمہارے دشمن (کے قتل) سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور تمہارا انتقام تمہیں دکھا دیا"۔

اس دن خود حضرت ام عمارہؓ کے کندھے پر بھی ایک گہرا زخم لگا۔ حضرت امِّ سعد بن سعد بن الربیع کہتی ہیں کہ میں نے ان کے کندھے پہ بہت گہرے زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا: "یہ زخم آپ کو کس کے وار سے لگا؟" آپؓ نے بتایا: "میں (احد کے دن لڑتے لڑتے) ابن قمئہ کے مقابلے میں آ گئی۔ وہ (خبیث) کہہ رہا تھا کہ مجھے محمد کے متعلّق بتاؤ، اگر وہ مجھ سے بچ نکلا تو میں کامیاب نہیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور کچھ مسلمان اس کے حملے ناکام بنا رہے تھے۔ میں بھی انھی میں تھی۔ تو (اسی دوران) اس نے مجھے (کندھے پر) یہ ضرب لگائی۔ میں نے بھی اسے کئی ضربیں لگائیں مگر وہ اللہ کا دشمن کئی زرہیں پہنے ہوئے تھا"۔ یہی وہ سب سے بڑا زخم تھا جو احد کے دن آپؓ کو لگا اور اسے مندمل ہونے میں ایک سال لگا۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے یہ بھی بتایا کہ: "میں احد کے روز حاضر تھا۔ جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ گئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکا۔ میں اور میری ماں آپؐ کا دفاع کرنے لگے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: "ام عمارہ کے بیٹے!" میں نے کہا: جی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(کفار کی طرف پتھر) برساؤ!" سو میں نے آپؐ کے قریب سے ایک شخص کو پتھر مارا جبکہ وہ گھوڑے پر تھا۔ میں نے

اس کے گھوڑے کی آنکھ پر مارا جس سے گھوڑا ابدک گیا اور وہ شخص زمین پر آ گرا۔ پھر میں نے آپؐ کے سامنے ایک شخص پر پتھر برسانے شروع کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دیکھ کر) مسکراتے رہے۔ پھر (جب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ کے کندھے پر زخم دیکھا تو مجھ سے کہا:

"أمک أمک، اعصب جرحها، اللّٰهم اجعلهم رفقائي في الجنة".

"تمہاری ماں، تمہاری ماں! ان کا زخم باندھو۔ اے اللہ! انھیں جنت میں میرا رفیق بنانا"۔

یہ سن کر حضرت ام عمارہؓ نے کہا:

"ما أبالي ما أصابني من الدنيا".

"(اب) مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا بیتے"۔

صفة الصفوة میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا:

"ما ألتفت يوم أحد يمينًا ولا شمالًا إلا وأراها تقاتل دوني".

"میں نے احد کے دن جب بھی اپنے دائیں اور بائیں دیکھا تو انھیں (یعنی حضرت امّ عمارہؓ کو) اپنے دفاع میں لڑتے پایا"۔

پھر جب احد کے معرکے کے بعد فرشتے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ ابھی جنگ تھمی نہیں ہے بلکہ اب حمراء الاسد کی طرف جانا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں منادی کرا دی۔ یہ سنتے ہی حضرت ام عمارہؓ نے دوبارہ اپنے کپڑے درست کیئے تاکہ وہ بھی حمراء الاسد کی طرف نکل سکیں مگر زخم سے زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے نہ جا سکیں۔

سبحان اللہ! ایسی لازوال قربانی! واقعی کون ہے جو وہ سب برداشت کر سکے جو حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے برداشت کیا۔ کاش کہ آج ہماری مائیں اور بہنیں امت کی اس عظیم ماں کو اپنا اسوہ بنا لیں اور ان کی سیرت سے سبق حاصل کر لیں۔

جنگِ یمامہ میں حضرت ام عمارہؓ کی شرکت

اسلام کے دورِ اولیں میں اٹھنے والا ایک اہم ترین فتنہ مسیلمہ کذاب کا فتنہ تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی اپنی خباثت کا اظہار کرتے ہوئے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس کے

پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اس ظالم نے آپؓ سے کہا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟'' آپؓ نے کہا: ''ہاں! (میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں)'' پھر اس ظالم نے کہا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' اس پر آپؓ نے کہا: ''میں بہرہ ہوں، سنتا نہیں''۔ یعنی تمہاری یہ بات اس قدر فضول اور بری ہے کہ میں اس کے لئے بہرہ ہوں۔ مسیلمہ کذاب کے جواب میں آپؓ برابر اپنی بات دہراتے رہے۔ پھر مسیلمہ کذاب نے آپؓ کا ایک ایک عضو کاٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے، إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون۔

یہ عظیم بطل امت کی اسی عظیم ماں حضرت ام عمارہؓ کا سپوت تھا۔ جب مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں اپنے بیٹے حبیبؓ کی شہادت کی خبر ماں کو پہنچی تو انھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ وہ مسیلمہ کو قتل کر کے چھوڑیں گی یا اس کے ہاتھوں خود شہید ہو جائیں گی۔

چنانچہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا جنگِ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شامل ہوئیں اور ان کے ہمراہ ان کا بیٹا عبداللہؓ بھی تھا۔ اس جنگ میں بھی امت کی اس بہادر ماں نے بے دریغ لڑائی کی اور مسیلمہ کو قتل کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کی۔ اسی لڑائی میں آپؓ کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور اس کے علاوہ آپ کو مزید بارہ زخم بھی لگے۔ آپؓ خود اپنے ہاتھ سے تو مسیلمہ کذاب کو قتل نہ کر سکیں مگر یہ سعادت آپ ہی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حصّے میں آئی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو اپنے نیزے سے مارا اور اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ یوں حضرت عبداللہؓ نے مسیلمہ کو قتل کرنے میں حضرت وحشیؓ کے ساتھ شراکت کی۔

جنگ کے بعد حضرت ام عمارہؓ زخمی حالت میں مدینہ لوٹیں تو خلیفۂ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود آپؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

آپؓ کے دوسرے بیٹے حضرت عبداللہ بن زیدؓ بھی بعد میں تریسٹھ ہجری میں حرّہ کے دن شہید ہوئے۔

یہ صحابیہء رسول حضرت ام عمارہؓ کی سیرت کا کچھ تذکرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آج اس امت کی ماؤں اور بہنوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ وہ حضرت ام عمارہؓ کو اپنے لئے نمونہ عمل بنائیں اور مسلمانوں پر

سے ذلت کو ختم کرنے کے لئے اپنی کمر کس لیں، آمین!

حوالہ جات:

۱ . سير أعلام النبلاء للذهبي؛ جزء ۳.

۲ . الطبقات الكبرٰى لابن سعد؛ جزء ۸ .

۳. صفة الصفوة لابن الجوزي؛ جزء ۲ .

۴. الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر العسقلاني؛ جزء ۸.

۵ . الإستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبدالبر؛ جزء ۲ .

۶ . أسد الغابة لابن أثير؛ جزء ۳.

من المؤمنین رجال صدقوا

شیخ ابوعبدالرحمٰن ''بی ایم'' رحمہ اللہ

ابو عبیدہ مقدسی

(عربی سے ترجمہ شدہ)

اللہ رب العالمین کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی رسم آغازِ اسلام سے چلی آرہی ہے۔ وہ سفر جس کی ابتداء حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی تھی، چودہ صدیوں سے مسلسل جاری ہے اور اس میں کبھی ٹھہراؤ نہیں آیا۔ روئے زمین پر پائی جانے والی یہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جنھوں نے دین وامت کی حفاظت میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ آج بھی ایسے افراد کے پاکیزہ لہو ہی کی بدولت امت کی خارجی سرحدوں پر صلیبی وصہیونی دشمن سے بچاؤ اور داخلی سرحدوں پر الحاد وارتداد سے مقابلہ ممکن ہوا ہے۔ لیکن قابلِ افسوس امر یہ ہے کہ آج یہی محسنینِ امت خود امت میں اجنبی ہو کر رہ گئے ہیں۔

اسی اجنبیت کو ختم کرنے کا کام ہم نے اپنے کندھوں پر لیا ہے، یہاں تک کہ دھندلاتے بادلوں کو پاٹ کر آسمانِ دنیا کے ان ستاروں کی حقیقی روشنی سے اہلِ ایمان کو روشن کر دیا جائے۔ اسی سلسلۂ شہداء کی ایک کڑی بڑھاتے ہوئے اس مرتبہ ہم ایک ایسے قائد کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں جس نے اپنی زندگی کے بیس ۲۰ سال رضائے رب کے حصول اور دین وامت کی سربلندی کے لئے کھپائے یہاں تک کہ بالآخر رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ یہ تذکرہ شیخ ابوعبدالرحمٰن بی ایم کا ہے جو تنظیم القاعدہ کے مؤسسین میں سے ہیں۔ ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ قربانی کی یہ داستاں فقط ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ اس پورے خانوادے نے قربانی کی ایسی لازوال داستاں رقم کی ہے جس کی مثال تاریخِ اسلام میں بھی کم ہی موجود ہے۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن بی ایم کے بعد ان کے تین بیٹے عبداللہ، عبدالعزیز اور منصور رحمہم اللہ بھی یکے بعد دیگرے شہید ہوئے، نیز شیخ کے تین داماد بھی (جن میں شیخ ازمرےؒ یعنی شیخ فہد الکینی بھی شامل ہیں) اپنی زندگیاں جہاد میں کھپانے کے بعد شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ہماری کوشش تھی کہ اس پورے خانوادے کا تذکرہ کیا جائے مگر وقت کی قلت اور وسائل کی عدم فراہمی اس میں مانع رہی۔ لہٰذا اس مرتبہ صرف شیخ ابوعبدالرحمٰن رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ (مدیر)

شیخ ابوعبدالرحمٰن 'بی ایم'، جن کا اصلی نام سامی بن محمد طوفنکشی تھا، مصر کے شہر اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ نے پرورش پائی۔ آپ نے اسکندریہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے مصر کی ایک یونیورسٹی میں شعبۂ انجینئرنگ میں داخلہ لیا۔ یونیورسٹی میں آپ کی

بہترین کارکردگی سے متاثر ہوکر حکومتِ وقت نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے روس بھیج دیا۔ روس میں انجینئرنگ سے متعلقہ اداروں میں تعلیم اور ملازمت کے دوران آپ نے ایک مرتبہ پھر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔

روس میں وظیفے کے اختتام پر آپ اپنی جائے پیدائش لوٹ آئے اور ایک مصری خاتون سے شادی کر لی جنہوں نے مصائب اور اُمیدوں کے کٹھن سفر میں آپ کی بھرپور رفاقت کا حق ادا کیا۔ اُن سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطا کیے جنہوں نے جہاد کے مشکل سفر میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔

پھر دیگر مصری نوجوانوں کی طرح آپ نے بھی بہتر مستقبل کی تلاش میں جزیرۂ عرب کا رُخ کیا۔ آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عزت و فخر کے سفر کا نقطۂ آغاز 'آریمکو (ARAMCO)' نامی مشہور آئل کمپنی سے ہوگا جس نے آپ کو سعودی عرب پہنچتے ہی ملازمت کی پیشکش کر دی۔ آریمکو میں ملازمت کے دوران آپ نے مختلف جگہوں پر قیام کیا۔ وقت بہت تیزی سے گزرتا گیا یہاں تک کے مئی ١٩٨٥ء آ گیا۔ اسی سال کے اواخر میں آپ کے قدم آپ کو جہادی صدا سنانے کے لیے شیخ اُسامہ بن لادن تک لے گئے۔ اُن کی پُر اثر شیریں آواز کے ترنم نے اِس اجنبی مہاجر کے جسم و جاں میں جہاد کی روح پھونک دی۔ آپ نے جہاد کی نداء پر لبیک کہنے میں تردد نہ کیا اور پُرتعیش اور آرام دہ زندگی کو پیچھے چھوڑتے ہوئے فوراً ہی رختِ سفر باندھ لیا۔ گویا آپ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہوں،

یـا خـاطـب الدنیـا الدنیة إنهـا شـرک الـردی وقـرارـة الأکدار

''اے طلبگارِ دنیا! یہ دنیا انتہائی پست، بے وقعت اور گندگی کا مسکن ہے''

دار متـی ما أضحکت في یومها أبـکـت غـدًا تبًا لها مـن دار

''یہ کس قدر برا ٹھکانہ ہے کہ ایک دن ہنسا بھی دے تو اگلے روز رلائے گا''

آپ کا جہادی سفر آپ کو پشاور لے آیا۔ اُس زمانے میں پشاور مجاہدین کے دلوں میں بلند مقام رکھتا تھا۔ جلد ہی آپ مجاہدین کے معسکرات میں بغرضِ اعداد شامل ہو گئے۔ آپ کے جہادی سفر کے آغاز میں پیش آنے والی مشکلات آپ کے عزم و ہمت میں کمی نہ لا سکیں اور آپ نے سفرِ عزیمت جاری رکھا۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن شہید رحمہ اللہ نے اپنے مبارک جہاد کا آغاز جلال آباد کے محاذ سے کیا۔ اِس سے پہلے آپ اپنے بارہ قریبی رفقاء کے ساتھ اُس تنظیم کی بنیاد رکھ چکے تھے جو بعد میں القاعدہ کے نام سے معروف

ہوئی۔ آپ نے میدانِ کارزار میں پہلی مرتبہ دشمن کے خلاف ''بی ایم'' میزائیل نصب کیا، وہی میزائیل جو بعد میں آپ کے نام کا جزوِلاینفک بن گیا۔ آپ اِس اسلحے میں مہارت کے ذریعے اللہ کے دشمنوں پر ایک عرصے تک قہر بن کر ٹوٹتے رہے۔ جہاد میں پیش آنے والی مالی اور عملی صعوبتوں کے باوجود آپؒ نے اسلحہ سازی کے لیے ایک چھوٹا سا کارخانہ بنایا۔ آپ کا یہ سلسلۂ عمل مختلف مراحل سے گزرتا رہا...... یہاں تک کے مشکل حالات آپ کے عزم و ہمت کی راہ میں حائل ہوگئے۔

دن تیزی سے گزرتے رہے یہاں تک کہ کابل پر توحید کے متوالوں کا قبضہ ہوگیا۔ کمیونیزم کو سرزمینِ خراسان پر شکست سے دوچار ہونا پڑا، اور سرخ انقلاب قصہٴ ماضی بن گیا۔

روس کے انخلاء کے بعد حکومت اور دنیاوی جاہ وجلال کی طلب نے بہت سے چہروں سے پردے ہٹا دیے اور ہر ایک کی اصل حقیقت کُھل کر سامنے آگئی۔ یوں جہاد کا مبارک ثمرہ اُن گروہوں کے گولوں کی بوچھاڑ تلے کچھ عرصے کے لیے ضائع ہوگیا...... جو تختِ کابل پر قبضے کے خواہاں تھے۔

اِن حالات میں شیخ ابو عبدالرحمٰن اور ان کے رفقاء کے سامنے...... جو اِس خونی لڑائی سے اپنا دامن بچانا چاہتے تھے...... افغانستان سے ہجرت کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ بچا تھا۔ چنانچہ اللہ کے یہ شیر شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ کی قیادت میں افغانستان چھوڑ کر سوڈان منتقل ہوگئے اور ایک نئی دنیا میں نئی زندگی کی صعوبتوں کا سامنا کرنے کے لیے تیاری شروع کردی۔ سوڈان میں آپ نے اپنے شعبے سے متعلّق سرگرمیوں میں دوبارہ حصّہ لینا شروع کیا۔ لیکن غیر موافق حالات کے سبب جلد ہی آپ کو سوڈان سے یمن منتقل ہونا پڑا۔

یمن میں قیام کے دوران کبھی آریمکو آپ کو ملازمت کی پیشکش کرتی تو کبھی پُرانے دوست مصر واپسی پر مُصّر ہوتے اور کبھی برطانیہ میں سیاسی پناہ اپنی طرف بلاتی، لیکن وہ شخص جس کی رگ رگ میں جہاد اور شہادت کی محبت رچ بس چُکی تھی...... وہ ہجرت کی راہ سے انحراف کہاں قبول کرسکتا تھا۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی تھی اور اللہ کے اس کرم کے بعد میں دنیا کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتا۔

گردشِ ایام آپؒ کو کبھی سوڈان تو کبھی یمن لیجا رہی تھی...... کہ اسی دوران ہندوکش کے سنگلاخ پہاڑوں سے اُمید کی کرنیں طلوع ہوئیں اور کابل پر چھائی اندھیری رات کے اختتام اور شریعتِ قرآنی

سے منور طلوعِ صبح کی نوید سنانے لگیں۔ یہ مبارک خبر جب اس مہاجر تک پہنچی جو قرآن کے نور سے منور کسی خطۂ زمیں کا متلاشی تھا تو اُس نے ایک مرتبہ پھر رختِ سفر باندھا اور اپنا رُخ اُس نورِ ربانی کی طرف کرلیا جس کی روشنی کا وہ بہت عرصے سے منتظر تھا۔ یوں آپ کا شوقِ جہاد آپ کو ایک مرتبہ پھر قندھار لے آیا...... جو اس وقت حکومتِ طالبان کا صدر مقام تھا۔ چند روز بعد آپ کے اہل وعیال بھی آپ کے ساتھ آ ملے تا کہ راستے کی صعوبتوں اور سفرِ شوق کے غموں میں آپ کے ساتھ شریک ہوں۔

آپ نے افغانستان میں اپنے کام کا دوبارہ آغاز افغان نوجوانوں کے لئے انجینئرنگ ادارے کے قیام سے کیا۔ ساتھ ہی آپؒ اپنے مہاجر بھائیوں کے ہمراہ جہاد ور باط میں بھی شریک رہے۔

آپؒ انتہائی سخی اور بلند ہمت، ہزیمت سے نا آشنا اور فولادی عزم کے مالک تھے...... ایسا عزم جو خوف سے ناواقف تھا۔ آپ کے بڑے بیٹے عبداللہ...... جو آپؒ کی شہادت کے چند ماہ بعد آپؒ سے جا ملے تھے...... آپؒ کے اوصافِ حمیدہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ''آپؒ صوم وصلوۃ کے پابند تھے اور پیر وجمعرات کا روزہ کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ بلند ہمت، انتہائی نایاب عزم اور متواضع طبیعت کے مالک تھے۔ کبھی کسی کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھتے، اپنے بھائیوں کی بہت خدمت کرتے اور مجاہدین میں بڑے چھوٹے ہر ایک کے معلّم تھے۔ آپ انتہائی شجاع اور بہادر تھے، اور حرماتِ اسلام پامال ہونا قطعاً برداشت نہ کرتے تھے''۔

آپؒ اپنی جہادی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مشغول تھے کہ اس دوران امتِ مسلمہ کے انیس ابطال نے صلیبیوں کے اقتصادی قلعوں کو زمین بوس کر دیا۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کی فتح مبین کو چند گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ صلیبیوں نے افغانستان میں مقیم اللہ کے شیروں پر حملے کی دھمکی دے دی۔ روم کے وارثوں نے اپنی فوجیں اکھٹی کیں، مسلم ممالک پر قابض اپنے غلاموں کو ساتھ لیا، اور پھر غرور وتکبر کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہوئے۔ جنگ کی آندھی چلنا شروع ہوئی اور آسمان آگ برسانے لگا۔ صلیبیوں کی پہلی کوشش یہ تھی کہ قندھار میں موجود شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ کو نشانہ بنائیں کیونکہ ان کی ذات دنیا بھر کے مجاہدین کے مابین ربط کی حیثیت رکھتی تھی۔

قربانیوں کی ایک داستان رقم ہونے کے بعد بالآخر قندھار کا سقوط وقوع پذیر ہوا اور نتیجتاً وہاں موجود مجاہدین اور مہاجرین کو یہ شہر چھوڑنا پڑا۔ اللہ کی طرف سے یہ آزمائش اور ابتلاء بہر حال وقتی تھی۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن ٗبی ایم ٗ سقوطِ قندھار کے بعد زرمت منتقل ہوگئے اور وہاں ایک پُر جوش داعی اور مبلغ کا کردار ادا کرنے لگے۔لیکن بدلتے حالات کی بے ثباتی نے انہیں ہجرت کا یہ کٹھن سفر جاری رکھنے پر مجبُور کیا۔

آپ زرمت سے کراچی منتقل ہو گئے اور کچھ مہینے اپنے انصار کے ہاں بطورِ مہمان ٹھہرنے کے بعد پاکستان کے ایک ہمسایہ ملک کی طرف سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر آپ گرفتار ہو گئے اور یوں ''مدرسہ یوسف علیہ السلام'' میں آپ کی ابتلاء اور آزمائش کا سفر شروع ہوا۔ تاہم چند ہی ہفتے قید میں گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہائی نصیب فرمائی۔

رہائی کے بعد آپ نے اپنا وقت الیکٹرونکس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے وقف کیا۔ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ آپ کو اجنبیوں کے مسکن (یعنی وزیرستان) لوٹنے کے لئے پیغام موصول ہوا۔ فرطِ شوق میں آپ پھولے نہ سمائے اور چند دنوں کے انتظار کے بعد آپ ایک مرتبہ پھر اپنے احباء اور رفقائے سفر سے جا ملے۔

میدانِ جہاد میں واپسی کے بعد آپ نے بطورِ معلم، داعی اور مبلغ اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اسی دوران آپ کو صلیبیوں کے جاسوسی طیاروں نے بہت بے چین کیا۔ اس پریشان کن صورتحال میں آپ نے اپنے کندھوں پر یہ ذمہ داری لی کہ مجاہدین اور مہاجرین کے لیے جاسوسی طیارے کا ایسا علاج دریافت کریں، جس کے بعد فضاء میں مجاہدین کے لیے خطرہ ختم ہو جائے۔ آپ اللہ کی توفیق اور انتھک محنت کے بعد ''اینٹی ائرکرافٹ'' میزائیل کے لیے ''قذیفہ'' (یعنی وار ہیڈ) تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کامیابی نے آپ کی ہمت اور جذبے کو مہمیز بخشی اور آپ نے ''بی ایم'' میزائیل کے اوپر تجربوں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جلد ہی آپ نے اس میزائیل کے لئے ایک ایسا الیکٹرونک سرکٹ ایجاد کیا جس کے ذریعے یہ میزائیل لانچ ہونے کے تین سیکنڈ بعد فضاء میں دھماکے سے پھاڑا جا سکتا تھا۔ (اور اس تجربے کا مقصد یہ تھا کہ بی ایم میزائیل کو فضا میں چلانے کے بعد جاسوسی طیارے کے قریب پھاڑا جائے اور یوں جاسوسی طیارے کی تباہی کا سامان کیا جائے۔)

آپ یہاں مجاہدین کے لئے تدبیر کر رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے یہاں بلانے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ بالآخر قریباً بیس سال پر محیط قربانیوں کا یہ سفر اختتام کو پہنچا اور اللہ ارحم الراحمین نے آپؒ کو قافلۂ

شہداء میں شامل ہونے کا اذن بخشا۔ تجربے کے دوران جب آپ نے بی ایم میزائیل کو الیکٹرانک سرکٹ کے ساتھ منسلک کیا تو وہ قبل از وقت پھٹ گیا، اور آپ اور آپ کے ایک پاکستانی شاگرد کی پاکیزہ ارواح اپنے مالک کی طرف لوٹ گئیں۔ یوں ہمت وعزیمت کا وہ پیکر جو ساری زندگی اپنے قدم راہِ جہاد میں غبار آلود کرتا رہا، اس دنیا کو الوداع کہہ گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اپنے یہاں فردوس کے باغات کے بیچ ایسے بالا خانوں میں جگہ عطا فرمائیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اور جہاں کے پڑوسی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہوں، آمین!

نصر من اللہ وفتح قریب

اخبارِ ملاحم

امارتِ اسلامیہ افغانستان

(محرم ۱٤۳۱ھ تا رمضان ۱٤۳۱ھ)

کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگیں	شہیدی حملے	دھاوا	کمین	میزائیل حملے
۱۳۸٦	۷۴	۵۰۱	۱۱۳۴	۲۳۱

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

اتحادی فوجی	ملی فوجی
۹۸۸۵ ہلاک	۴۹۵۴ ہلاک

دشمن کی گاڑیوں کے نقصان کا اجمالی خاکہ

صلیبیوں کی گاڑیاں اور ٹینک	ملی فوج کی گاڑیاں	کنٹینرز اور آئیل ٹینکرز
۱۵۰۰ تباہ	۱۱۵۷ تباہ	۵۹۹ تباہ

دشمن کی فضائیہ کا نقصان

ہیلی کاپٹر اور جنگی طیارے	جاسوسی طیارے
۳۰ تباہ	۲۴ تباہ

امارتِ اسلامیہ عراق

(جمادی الاولیٰ ۱٤۳۱ھ تا رجب ۱٤۳۱ھ)

کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگیں	شہیدی حملے	کار بم دھماکے	دھاوا	میزائیل	ٹارگٹ کلنگ	کمین
۳۵	۲۵	۱۳	۱۰	۱	۲۷	۱

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

امریکی	عراقی فورسز	عراقی پولیس	حکومتی عہدیداران	قوات الصحوۃ
۲۰ ہلاک، ۳۴ زخمی	۱۷ ہلاک، ۱۰ زخمی	۱۰۵ ہلاک، ۲۳۴ زخمی	۴۰ ہلاک، ۴ زخمی	٦۳ ہلاک، ۵ زخمی

خفیہ اہلکار	سپیشل فورسز	برطانوی	ماہرینِ بارود
۲ ہلاک، ۱ زخمی	۵ ہلاک	۴ ہلاک	۲ ہلاک

دشمن کے مالی نقصان کا اجمالی خاکہ

پولیس گاڑیاں	سرکاری گاڑیاں	رسد کی گاڑیاں	عراقی فورسز کی گاڑیاں	صلیبی بکتر بند
۱۳ تباہ، ۲ ناکارہ	۴ تباہ	۱ تباہ	۴ تباہ	۳ تباہ، ۲ ناکارہ

سرزمینِ پاکستان

(محرم ۱٤۳۰ھ تا رجب ۱٤۳۱ھ)

پاکستان میں سانحۂ لال مسجد (۲۰۰۷ء) کے بعد نظامِ ریاست، حکومت، فوج اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف باقاعدہ جہاد کا آغاز ہوا اور الحمدللہ آج یہ جہاد شرعی خطوط پر استوار، علمائے حق کی رہنمائی میں اپنی منزل یعنی نفاذِ شریعت کی جانب رواں ہے۔ ذیل میں سابقہ ڈیڑھ سال میں ہونے والے جہاد کا اجمالی خاکہ حاضر ہے۔

کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگیں	شہیدی حملے	دھاوا (یورش)	کمین	سنائپر کارروائیاں	میزائیل
۵۹	۵۷	۸۷	۳۸	۵۵ سے زائد	۴۱

ان حملوں میں جی ایچ کیو، پریڈ لین، لاہور، پشاور اور ملتان میں آئی ایس آئی کے ہیڈکوارٹرز پر ہونے والے شہیدی حملے، مناواں پولیس ٹریننگ اکیڈمی پر حملہ، لاہور میں ایک ہی دن ایف آئی اے، پولیس ٹریننگ اکیڈمی مناواں اور ایلیٹ فورس اینٹی ٹیررزم ٹریننگ اکیڈمی (بیدیاں) پر حملے، اسلام آباد میں یو این ایچ سی آر کے دفتر پر حملہ، پشاور پی سی میں قائم بلیک واٹر کے مرکزی دفتر پر حملہ، اسلام آباد میں بریگیڈیروں پر ہونے والے تین حملے، پشاور میں امریکی قونصلیٹ پر حملہ، دیر میں امریکی فوجیوں کو لے جانے والے پاکستانی فوج کے قافلے پر حملہ، ماڈل ٹاؤن (لاہور) میں خفیہ تحقیقاتی ادارے کے دفتر پر حملہ اور لاہور ہی میں قادیانیوں پر حملے شامل ہیں۔

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

امریکی	پاکستانی فوج	پولیس	خفیہ ادارے (بشمول ISI)	جاسوس	سرکاری عہدیدار، ملکان
۲۸ ہلاک + ۲ زخمی	۳۷۰۴ ہلاک + ۲۷۱۵ زخمی	۱۷۵ ہلاک + ۳۴۶ زخمی	۱۵۷ ہلاک + ۲۹۸ زخمی	۳۱	۳۷

☆ ہلاک ہونے والوں میں ۲ میجر جنرل، ۴ بریگیڈیر، ۱۳ کرنل، ۹ میجر، ۶ کیپٹن اور بڑی تعداد میں جی سی اوز شامل ہیں، جبکہ قبائلی علاقوں میں مختلف آپریشنز اور پریڈ لین میں مجموعی طور پر ۱۰۰ سے زائد سینئر فوجی افسر زخمی یا معذور ہوئے۔ اس ڈیڑھ سالہ عرصے میں ۱۱۲ فوجی مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار بھی ہوئے۔

دشمن کی گاڑیوں کے نقصان کا اجمالی خاکہ

نیٹو رسد کے تباہ شدہ کنٹینرز اور آئیل ٹینکرز	فوجی گاڑیاں، ٹینک اور بکتر بند
۴۵۸	۱۰۰ سے زائد

دشمن کی فضائیہ کا نقصان

ہیلی کاپٹر	ڈرون طیارے
۴	٦

کارروائیوں میں صرف انہی کارروائیوں کو شامل کیا جا سکا ہے جن کے مصدقہ اعداد و شمار میسر آ سکے ہیں، یہی معاملہ فوجی ہلاکتوں کا ہے۔ وگرنہ اس عرصے میں قبائلی علاقہ جات میں ہونے والی کارروائیوں کی اصل تعداد مندرجہ بالا تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کارروائیوں میں مجاہدین نے بیش قیمت اسلحہ اور گاڑیاں بھی بطورِ غنیمت حاصل کیں۔

مغربِ اسلامی (الجزائر)

(ذوالحج ۱٤۳۰ھ تا شعبان ۱٤۳۱ھ)

کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگیں	شہیدی حملے	دھاوا (یورش)	ٹارگٹ کلنگ	ھاون (مارٹر)	کمین
۳۱	۵	۱۸	۲	٦	۳

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

الجزائری فوج	الجزائری پولیس	نائیجیری فوج
۱۵٦ ہلاک + ۱۱۵ زخمی	٦ ہلاک	٦ ہلاک

الحمدللہ ان کارروائیوں میں الجزائر کے مجاہدین نے بجایہ صوبے کے فوجی چیف اور شعبۂ انٹیلی جنس کے ہیڈ کو بھی واصلِ جہنّم کیا۔ ان دو کے علاوہ ہلاک ہونے والوں میں کچھ دیگر افسران بھی شامل ہیں۔ نیز مجاہدین نے ایک فرانسیسی 'مائیکل گرمینو' کو...... جسے کچھ عرصہ قبل گرفتار کیا گیا تھا...... شرعی حکم نافذ کرتے ہوئے قتل کر دیا۔

دشمن کا مالی نقصان

فوجی گاڑیاں	رسد و کمک کا ٹرک
١١	١

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے مذکورہ کارروائیوں میں مجاہدین کو بیش بہا غنائم سے بھی نوازا۔ان میں تین گاڑیاں،١٦٠ ایم ایم ھاون بمعہ٢٢ گولے،اینٹی ایئرکرافٹ گن' دوشکہ' بمعہ١٠٠ راؤنڈ، گرینوف اوراس کے١٠٠٠ راؤنڈ،٢٤ بندوقیں(جن میں کلاشنکوف،جی٣،ایم١٤اورایم١٦ شامل ہیں)، گولیوں کے٤٢٧٩ راؤنڈ اور٢٢ کروڑ٥٠ لاکھ مالیت کی الجزائری کرنسی شامل ہیں۔

ارضِ ہجرت ورباط'صومالیہ'

الحمدللہ صومالیہ میں موجود''الشباب'' کے مجاہدین نے صومالیہ کے بیشتر علاقوں پر تسلط حاصل کرلیا ہے جن میں دارالحکومت موغادیشو کا شمالی حصّہ بھی شامل ہے۔مجاہدین نے ولایہ بنادرالاسلامیہ میں شریعت کے احکامات نافذ کررکھے ہیں اور معاشرے کو ہر پہلو سے اسلام کے مطابق ڈھالا جارہا ہے۔

ایسے میں امریکہ کی ایما پر برندی اور یوگنڈا کی صلیبی فوجیں (امیصوم AMISOM) موغادیشو میں تعینات کی جارہی ہیں جو ایک جانب شیخ شریف کی حکومت کا تحفظ کررہی ہیں جبکہ دوسری جانب صومالیہ کو مجاہدین سے واپس حاصل کرنے کے لیے برسرپیکار ہیں۔لیکن اللہ کے فضل سے مجاہدین کی قوت کے سامنے وہ کچھ نہیں کرسکے،سوائے اس کے کہ دن بدن اپنی ہی جانیں گنوارہے ہیں۔شیخ شریف کی حکومت موغادیشو میں صرف قصرِ شاہی تک محدود ہے جبکہ امیصوم کی فوجیں اپنے مراکز میں ہی مقید ہیں۔ہاں! ان صلیبیوں نے موغادیشو کے مرکزی علاقے میں رہائش پذیر عام مسلمانوں کا جینا حرام کررکھا ہے اوران پر ظلم کی انتہا کررکھی ہے۔آئے روز ان کے گھروں کو گولہ باری کے ذریعے مسمار اور انھیں شہید کردیا جاتا ہے۔

چنانچہ صومالیہ میں مجاہدین اب صرف موغادیشو کے خاص حصّے میں شیخ شریف کی حکومت اورامیصوم کی فوجوں کے خلاف جنگ لڑرہے ہیں تاکہ صلیبیوں اور مرتدین کا مکمل صفایا کردیا جائے۔ذیل میں ان کارروائیوں کی مختصر تفصیلات درج ہیں:

☆ ۲۵ جنوری، ۹ صفر ۱۴۳۱ھ کو موغادیشو کے جنوب میں واقع امیصوم کے صومالیہ میں سب سے بڑے عسکری اڈے ''حلنی'' پر بارود سے لدے ہوئے ٹرک سے فدائی حملہ کیا گیا اور مختلف اطراف سے ہلکے اور متوسط ہتھیاروں سے اڈے کو نشانہ بنایا گیا۔

☆ ۲۹ جنوری، ۱۴ صفر کو مجاہدین نے رات ۲ بجے بیک وقت موغادیشو میں دس مختلف مقامات پر امیصوم اور مرتد حکومت کی افواج پر حملہ کیا جس کے بعد دو گھنٹے تک موغادیشو شہر میں لڑائی جاری رہی۔ یہ حملہ اس وقت کیا گیا جب ایتھوپیا سے ملحقہ صوبوں 'هیران' اور 'غلغدود' میں صلیبی افواج کے ساتھ شدید لڑائی جاری تھی اور کٹھ پتلی حکومت اور امیصوم کی افواج کا خیال تھا کہ مجاہدین اس دوران موغادیشو میں کوئی بڑی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ اس کارروائی میں امیصوم اور مرتد افواج کے متعدد فوجی ہلاک ہوئے۔ دو مجاہد بھی اس دوران شہید ہوئے اور تین زخمی ہوئے، جبکہ باقی بسلامت فجر کی اذان سے ایک گھنٹہ پہلے اپنے مراکز کو لوٹ گئے۔

☆ ۱۰ فروری، ۲۵ صفر ۱۴۳۱ھ کو ''حلنی'' کے عسکری اڈے میں یوگینڈا کے فوجی افسروں کے خیمے میں گھس کر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں یوگینڈا کے ۷ صلیبی فوجی مردار اور متعدد زخمی ہوئے۔

☆ ۱۰ مارچ، ۲۵ ربیع الاول کو موغادیشو کے شمال میں واقع علاقے 'عبدالعزیز' میں کئی گھنٹے جاری رہنے والے معرکے میں حکومتی ملیشیا اور امیصوم کے متعدد فوجی ہلاک ہوئے، جبکہ مجاہدین نے ملیشیا اور امیصوم کی کئی گاڑیاں اور قیمتی برقی آلات بطورِ غنیمت حاصل کیے۔

☆ ۲۰ اپریل، ۶ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ کو مجاہدین نے موغادیشو کے مغرب میں واقع 'جالی سیاذ' کے علاقے میں امیصوم کے عسکری اڈے پر ہلکے اور متوسط ہتھیاروں کی مدد سے مختلف اطراف سے حملہ کیا، جس سے صلیبی افواج اور مرتد ملیشیا کے متعدد ارکان جہنّم واصل ہوئے۔

☆ ۲۴ اپریل، ۱۰ جمادی الاولی کو مجاہدین نے موغادیشو میں ایک مرکزی چیک پوسٹ پر ریموٹ کنٹرول بارودی سرنگ کے ذریعے دھماکہ کیا جس سے وہاں موجود تمام صومالی فوجی ہلاک ہو گئے۔

☆ ۲۷ اپریل، ۱۳ جمادی الاولی کو مجاہدین نے امارتِ اسلامیہ عراق کے امیر شیخ ابو عمر بغدادیؒ اور ان کے نائب شیخ ابو حمزہ مہاجرؒ کی شہادت کے انتقام میں موغادیشو میں صدارتی محل سے چند سو میٹر پر واقع امیصوم کے حالیہ تعمیر ہونے والے نئے مرکز پر بارود سے بھرے ٹرک کے ذریعے شہیدی حملہ کیا جس کے

نتیجے میں امیصوم کے ہیڈ کوارٹر کی عمارت زمین بوس ہوگئی اور ۳۷ صلیبی فوجی مردار جبکہ بیسیوں زخمی ہوئے۔

☆ ۱ مئی، ۱۷ جمادی الاولی کو مجاہدین نے موغادیشو میں واقع شارع 'مکۃ المکرّمۃ' میں حکومتی ملیشیا کے مراکز پر ہلکے اور متوسط ہتھیاروں سے حملہ کیا۔ کئی گھنٹے جاری رہنے والی اس لڑائی میں متعدد مرتد فوجی ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے مختلف انواع کا اسلحہ غنیمت میں حاصل کیا۔

☆ ۱۱ جولائی کو یوگنڈا کے دارالحکومت کمپالا میں دو بم حملے کیے گئے جن میں ۷۶ کافر مارے گئے۔

☆ ۲۶ جولائی کو موغادیشو کے جنوب میں ایک بم حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں دو سرکاری اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆ ۴ جون کو سینکڑوں مجاہدین نے موغادیشو میں امیصوم کے صلیبی فوجیوں پر حملہ کیا اور لڑائی فجر سے لے کر عصر تک جاری رہی۔ اس معرکے میں متعدد صلیبی مردار ہوئے اور ان کی کئی بکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئیں۔

☆ ۱۰ جولائی کو مجاہدین نے صومالی سرکاری عہدیدار 'سالد ہرید' کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔

بقعۂ ایمان و حکمت 'یمن'

(جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ تا شعبان ۱۴۳۱ھ)

کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

دھاوا	کمین	ٹارگٹ کلنگ
۸	۲	۱

دشمن کے نقصان کا اجمالی خاکہ

یمنی فوج	یمنی خفیہ اہلکار	فوجی گاڑیاں
۲۴ ہلاک، ۱۳ زخمی	۵ ہلاک	۲ تباہ

امارتِ اسلامیہ قوقاز

(محرم ۱٤۳۱ھ تا رجب ۱٤۳۱ھ)

امارتِ اسلامیہ قوقاز میں چیچنیا، انگشتیا، داغستان، کبار دینو بلکاریہ، ادیغیا، کراچائی چرکیشیا، سٹیورو پول کرائی، شمالی اوسٹیا اور کراسنو ڈار کرائی کی ریاستیں شامل ہیں۔ الحمدللہ آج وہاں مجاہدین اپنی تمام تر استعداد کے ساتھ مقامی کٹھ پتلی حکومت، پولیس وسیکیورٹی فورسز اور روسی حکومت وفوج کے خلاف برسرِ جہاد ہیں اور دن بدن ان کی کارروائیوں میں اضافہ ہورہا ہے۔ ذیل میں دی گئی تفصیلات کل کارروائیوں میں سے صرف بیس (۲۰) فیصد کارروائیوں کا احاطہ کرتی ہیں، جو ہم قارئین کے سامنے بطورِ نمونہ پیش کررہے ہیں۔

مجاہدین کی کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگیں	دھاوا	شہیدی حملے	کار بم دھماکے	ٹارگٹ کلنگ	کمین
۴۳	۴۵	۸	۵	۱۵	۲۴

دشمن کے نقصانات کا اجمالی خاکہ

ایف ایس بی (FSB)	پولیس	سیکیورٹی اہلکار	حکومتی اعلیٰ عہدیدار وروسی کفار	روسی فوج
۱۴ ہلاک (+۱۴ زخمی)	۷۳ ہلاک (+۱۰۵ زخمی)	۶۴ ہلاک (+۶۷ زخمی)	۸۹ ہلاک (+۲۶۳ زخمی)	۳۰ ہلاک (+۴۲ زخمی)

ان کارروائیوں کے نتیجے میں مقامی فوج وپولیس اور روسی فوج کے متعدد مراکز منہدم اور متعدد گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں، اور بعض اوقات کئی کئی دن تک دو بدو لڑائی ہوتی رہی۔ سال رواں فروری میں امیر امارتِ اسلامیہ قفقاز دوکو عمروف حفظہ اللہ نے اعلان کیا تھا کہ اب دھماکے روس کے شہروں میں ہوں گے اور جنگ کی آگ روس تک کو اپنی لپیٹ میں لے لی گی۔ اس اعلان کے فوراً بعد ۲۹ مارچ کو روس کے دارالحکومت ماسکو میں دو ریلوے سٹیشنوں پر شہیدی حملے ہوئے جس کے نتیجے میں سینکڑوں کفار ہلاک وزخمی ہوئے۔ یہ دونوں حملے امتِ مسلمہ کی دو پاکباز وعفت مآب بیٹیوں 'مریم' اور 'جنت' نے کئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عظیم بہنوں کی قربانی کو قبول فرمائیں اور مسلمان مردوں کو غیرت عطا فرمائیں کہ وہ بڑھ کر

علمِ جہاد تھامیں اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کریں۔ایک اور کارروائی میں مجاہدین نے کبار دینو بلکاریہ میں باکسن ہائیڈ روالیکٹرک پلانٹ کونشانہ بنا کرنا کارہ بنادیا۔الحمدللہ،ان تمام کارروائیوں میں مجاہدین نے بیش قیمت اسلحہ بھی بطورِ غنیمت حاصل کیا۔

فلپائن

الحمدللہ فلپائن میں 'ابوسیاف' تنظیم کے تحت مجاہدین دوبارہ منظّم وفعال ہو چکے ہیں اور بہترین استعداد کے ساتھ ریاست اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا مقابلہ کررہے ہیں۔ وہاں کے عسکری ماہرین کے مطابق ابوسیاف کے مجاہدین مستقبل میں کامیاب حملے کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں۔سابقہ ایک سال میں ان کی جانب سے کی گئی کارروائیاں اس بات کا بین ثبوت ہیں،جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ستمبر ۲۰۰۹ء میں مجاہدین نے سڑک کے کنارے نصب بارودی سرنگ کے ذریعے امریکی سپیشل فورسز کے دو اہلکاروں کو ہلاک کردیا جبکہ اسی کارروائی میں فلپائنی فوج (AFP) کے بھی متعدد اہلکار زخمی ہوئے۔

☆اکتوبر میں مجاہدین نے ٹینگن ٹینگن پل کو دھماکے سے اڑادیا۔ یہ پل ریاستِ فلپائن کا اہم تجارتی راستہ تھا۔اسی کے متصل مجاہدین نے تین مزید پل بھی دھماکوں سے اڑادیے جس کے نتیجے میں ریاستی ڈھانچے کو شدید نقصان پہنچا۔

☆نومبر،دسمبر میں مقتدر طبقے کے کئی افراد کو اغوا کیا گیا جنھیں بعد میں قتل کردیا گیا۔

☆فلپائن میں مجاہدین کی اہم ترین کارروائی ازابیلا شہر کی بیسیلان جیل پر حملہ تھا۔۱۳دسمبر کو سو (۱۰۰) سے زائد مجاہدین نے جیل پر حملہ کیا اور اس کی بیرونی دیوار کو منہدم کردیا۔اس کارروائی کے نتیجے میں ۲۷ افراد کو چھڑا لیا گیا جن میں سے ۱۵ افراد کا تعلّق 'مورو اسلامک لیبریشن فرنٹ (MILF)' سے تھا جبکہ ۱۲ کا تعلّق 'ابوسیاف' سے تھا۔

☆۲۹دسمبر کو مجاہدین نے فلپائن نیوی کی 'سپیشل آپریشنز یونٹ' کے دو ممبران کو ہلاک کردیا۔

☆۱۳اپریل کو پولیس کی وردی میں ملبوس پچیس (۲۵) مجاہدین نے ازابیلا شہر کے ایک سرکاری دفتر

پر بندوقوں اور دستی بموں کے ذریعے حملہ کیا جس کے نتیجے میں پندرہ (۱۵) فوجی اور پولیس اہلکار ہلاک ہوئے۔

مشرقی ترکستان

ترکستانی مجاہدین نے چینی حکومت کے خلاف کاروائیوں کا آغاز اگست ۲۰۰۸ میں بیجنگ اولمپکس کے موقع پر کیا تھا۔ ۴ اگست سے ۱۲ اگست کے درمیان مجاہدین نے کاشغر، ایلی، کوجا اور ریکن میں چینی فوج اور سیکیورٹی اہلکاروں کے خلاف پانچ بڑی کارروائیاں کیں، جن میں مجموعی طور پر ۵۰ سے زائد چینی فوجی اور سیکیورٹی اہلکار ہلاک ہوئے۔ ان کارروائیوں میں چینی فوج، پیراملٹری دستوں، پولیس اور اہم حکومتی مراکز کونشانہ بنایا گیا۔ یاد رہے کہ مقبوضہ مشرقی ترکستان میں ۵ لاکھ سے زائد چینی فوجی اور سیکیورٹی اہلکار موجود ہیں۔

بیجنگ اولمپکس کے موقع پر ہونے والی ان کارروائیوں کے بعد سے مقبوضہ مشرقی ترکستان میں چینی فوج، سیکیورٹی اہلکار اور اہم حکومتی اور معاشی اہداف کے خلاف کارروائیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ذیل میں چند کارروائیوں کی تفصیل درج ہے:

☆ اپریل، جون ۲۰۰۹ء میں مشرقی ترکستان میں بڑے پیمانے پر کافر چینی باشندوں نے چینی حکومت اور فوج کے ساتھ مل کے ایغور مسلمانوں کا قتلِ عام کیا۔ اس دوران مجاہدین نے عام مسلمانوں کے دفاع میں چینی فوج کا بھرپور مقابلہ کیا اور ان کے متعدد افراد کو قتل کیا۔

☆ ۱۲ اپریل کو 'اورمچی' میں واقع چینی حکومت کی تیل و پٹرول کی فیکٹری کو مجاہدین نے دھماکے کے ذریعے تباہ کر دیا۔

☆ ۱۵ اپریل کو مجاہدین نے 'یانشی' میں واقع چینی حکومت کی کیمیکل فیکٹری میں دھماکہ کیا۔

☆ چینی حکومت کے محکمہ جیل کے تابع ایک دفتر پر ۱۵ ستمبر کو مجاہدین نے منظّم حملہ کیا۔

الحمدللہ اب مشرقی ترکستان میں چینی فوج اور سیکیورٹی اہلکاروں کے خلاف مجاہدین کی کارروائیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

وأعدوا لهم ما استطعتم

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھالوں کی تعداد اور ان کے نام

۱۔ اَلزَّلُوق: (دور رکھنے والی)

۲۔ اَلْفُتَقُ

۳۔ اَلْمُوجَز

۴۔ اَلذَّقَنْ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکشوں (میگزینوں) کی تعداد اور ان کے نام

۱۔ اَلْکَافُوْر: اس میں چاندی کے تین حلقے (کڑے) تھے۔

۲۔ اَلْجَمْعَ

(زرقانی ص ۳۸۰ ج ۳، البدایۃ والنھایۃ ص ۹ ج ۶)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خَودوں (جنگی ٹوپیوں) کی تعداد اور نام

۱۔ ذا السَّبُوغ

۲۔ اَلْمُوَشَّح

(زرقانی ص ۳۸۱، ۳۸۲ ج ۳)

قد أفلح من تزکی

سبقت لے جانے والے اور دائیں ہاتھ والے

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

(''الفرقان بین أولیاء الرحمٰن و أولیاء الشیطان'' سے تلخیص شدہ اقتباس)

اولیاء اللہ کے دو طبقات

اولیاء اللہ کے دو طبقات ہیں؛ سبقت لے جانے والے اللہ کے مقرب بندے (السابقون المقربون) اور دائیں ہاتھ والے میانہ رو لوگ (أصحاب الیمین) ۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر ان طبقات کا ذکر کیا ہے۔مثلاً سورۂ واقعہ کے ابتدائی اور آخری حصّے میں، سورۂ نساء، سورۂ مطففین اور سورۂ فاطر میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔

یہ دونوں طبقات روزِ قیامت ظاہر ہوں گے

اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ کے ابتدائی حصّے میں قیامتِ کبریٰ کا ذکر فرمایا ہے اور سورت کے آخر میں قیامتِ صغریٰ کا۔سورۂ واقعہ کے ابتداء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ.لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ. خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ.اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا.وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا.فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًّا.وَكُنتُمْ اَزْوَاجًا ثَلَاثَةً.فَاَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ.وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ.وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ.اُوْلٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُونَ.فِیْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ.ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ.وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ (الواقعة: ١۔١٤)

''جب قیامت قائم ہوجائے گی جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔ جب زمین زلزلے کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے۔ پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہوجائیں گے۔اور تم تین جماعتوں میں ہو جاؤ گے۔ پس دائیں ہاتھ والے، کیسے اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ اور بائیں ہاتھ

والے، کیا (ہی برا) حال ہے بائیں ہاتھ والوں کا۔ اور جو اعلیٰ درجے کے ہیں وہ تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں۔ یہی مقرب لوگ ہیں۔ آرام دہ جنتوں میں ہیں۔ ان میں سے بڑا گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا، اور تھوڑے بہت بعد کے لوگوں میں سے ہوں گے''۔

لہٰذا یہ وہ تقسیم ہے جو قیامتِ کبریٰ قائم ہونے پر ظاہر ہوگی، جب اللہ تعالیٰ اول و آخر تمام انسانیت کو اکٹھا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر یہ منظر کشی کی ہے۔

اولیاء اللہ کے لئے آخرت میں انعامات

سورۂ واقعہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ. وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنظُرُونَ. وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَكِن لَّا تُبْصِرُونَ. فَلَوْلَا اِنْ كُنتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ. تَرْجِعُونَهَا اِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ. فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ. فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ. وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ. فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ﴾ (الواقعة: ۸۳۔۹۱)

''پس جب روح نرخرے تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ ہم اس شخص سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم نہیں دیکھ سکتے۔ پس اگر تم کسی کے زیرِ فرمان نہیں، اور اس قول میں سچّے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹا لو۔ پس جو کوئی مقرب لوگوں میں سے ہوگا، تو اس کے لئے راحت ہے، اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے۔ اور جو کوئی دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے، تو بھی سلامتی ہے تیرے لئے کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے''۔

سورۂ دہر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا. عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا. يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا. وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا. اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا. اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيْرًا. فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا. وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَحَرِيْرًا﴾ (الدهر: ۵۔۱۲)

''پس نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی ملونی کافور کی ہے۔ یہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے (اور) اس کی نہریں نکال لی جائیں گی (جدھر چاہیں)۔ (یہ اللہ کے بندے وہ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چہار جانب پھیل جانے والی ہے۔ اور اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (وہ یہ کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔ بیشک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو تنگی، ترشی اور سختی والا ہوگا۔ پس انھیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچالیا، اور انھیں تازگی اور خوشی پہنچائی۔ اور انھیں اپنے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے''۔

اسی طرح سورۂ مطففین میں اللہ تعالیٰ نے ان دو طبقات کا ذکر کچھ یوں فرمایا ہے:

﴿كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ. وَمَا اَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّوْنَ. كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ. يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ. اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ. عَلَى الْاَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ. تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ. يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ. خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ. وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيْمٍ. عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾

(المطففین: ۱۸تا۲۸)

''یقیناً نیکو کاروں کا نامہ اعمال علیین میں ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ علیین کیا ہے۔ کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ اس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہیں۔ مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ہی نعمت کی تروتازگی پہچان لوگے۔ یہ لوگ سراسر خالص شراب پلائے جائیں گے۔ جس پر مشک کی مہر ہوگی۔ رغبت کرنے والوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہئے۔ اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی۔ یعنی وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سلف میں دیگر مفسرین سے مروی ہے کہ یہ سر بمہر شراب (رحیق مختوم) دائیں ہاتھ والوں کو تسنیم (جنت کا ایک چشمہ) کی آمیزش کے ساتھ پلائی جائے گی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے (السابقون المقربون) تسنیم کا خالص پانی پئیں گے، اور سیر ہونے تک پئیں گے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **یشرب بھا** یعنی وہ اسی سے پئیں گے، یہ نہیں کہا کہ **یشرب منھا** یعنی اس میں سے کچھ پئیں گے۔ لہٰذا یہاں **یشــرب** سے مراد ’سیر ہو کر پینا‘ ہے۔ بسا اوقات پینے والا ایک چیز پیتا ہے مگر اس سے سیر نہیں ہوتا، سو اگر یہ کہا جاتا کہ اس میں سے کچھ پئیں گے تو یہ سیر ہونے تک پینے پر دلالت نہ کرتا۔ لہٰذا یہ جو کہا گیا کہ **یشـرب بھا** تو مراد یہ ہے کہ اللہ کے مقرب بندے اس چشمے سے سیر ہو کر پئیں گے اور انھیں اس کے ساتھ کسی اور چیز کی حاجت نہ ہوگی۔ پس ’’مقرب بندے‘‘ تسنیم کا پانی خالص ہی پئیں گے اور ’’دائیں ہاتھ والوں‘‘ کو تسنیم کی آمیزش پلائی جائے گی۔ اسی بات کو سورۂ دہر میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

﴿**اِنَّ الْاَبْـرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا. عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا**﴾ (الدهر : ٦،٥)

’’پس نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی ملونی کافور کی ہے۔ یہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے (اور) اس کی نہریں نکال لی جائیں گی (جدھر چاہیں)‘‘۔

یہاں ’**عباد اللّٰه**‘ سے مراد اللہ کے وہ مقرب بندے ہیں جن کا سورۂ واقعہ میں ذکر ہوا۔

’’دائیں ہاتھ والوں‘‘ اور ’’مقرب بندوں‘‘ کی جزاء میں یہ فرق اس لئے ہے کہ ہر عمل کا بدلہ...... چاہے اچھا ہو یا برا...... عمل کے جنس ہی سے ہوتا ہے۔ (یعنی اگر عمل بالکل خالص ہو تو جزا بھی خالص ہی ملتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو جزا میں بھی اسی قدر کمی آتی ہے۔ آئندہ سطور میں اس بات کی تشریح مزید واضح کر دی جائے گی۔)

ان دو طبقات کی صفات

ان دونوں طبقات کے اعمال کا تذکرہ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے کہ:

’’إن اللّٰه قال: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب، وما تقرّب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه، وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه، فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها‘‘.

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس نے میرے ولی (دوست) سے دشمنی اختیار کی، تو گویا اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی۔ اور کوئی بندہ میرا قرب اس طرح نہیں پا سکتا جس طرح وہ میرے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی سے میرا قرب پاتا ہے۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ مجھے اس سے محبت ہو جاتی ہے، اور جب مجھے اپنے بندے سے (فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کا اہتمام بھی کرنے کے سبب) محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے''۔

(صحیح البخاري؛ کتاب الرقاق، باب التواضع)

دائیں ہاتھ والے (اصحابِ یمین)

پس دائیں ہاتھ والے نیکوکار لوگ وہ ہوتے ہیں جو فرائض کی ادائیگی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں، ہر وہ کام کرتے ہیں جسے اللہ نے ان پر فرض کیا ہے اور ہر اس چیز کو ترک کر دیتے ہیں جسے اللہ نے ان پر حرام کیا ہے۔ البتہ اپنے آپ کو مستحب اعمال کا مکلّف نہیں ٹھہراتے اور نہ ہی بے فائدہ مباح امور سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہیں۔

سبقت لے جانے والے (السابقون المقربون)

جبکہ سبقت لے جانے والے اللہ کے مقرب بندے فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ وہ واجبات و مستحبات دونوں ادا کرتے ہیں، اور حرام و مکروہ دونوں قسم کے امور کو ترک کرتے ہیں۔ پھر جب وہ اللہ کے محبوب اعمال میں سے اپنی کامل استطاعت کے مطابق عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں تو رب تعالیٰ بھی ان سے مکمل محبت کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ سابقہ حدیث میں مذکور ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو مجھے اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ یہاں محبت سے مراد مطلق محبت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ اَنعَمتَ عَلَيهِم غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِم وَلاَ الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة: ٦، ٧)

''ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے راستے جن پر تو نے غضب کیا اور نہ گمراہوں کے (راستے پر چلا)''۔

یعنی ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنا مطلق انعام فرمایا جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ:

﴿وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءَ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النسآء: ٦٩)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین (کے ساتھ)، اور اور یہ لوگ کیا ہی بہترین رفیق ہیں''۔

پس یہ مقرب بندے مباحات میں بھی قربِ الٰہی پانے کے رستے ڈھونڈتے ہیں اور یوں مباح امور بھی ان کے حق میں اطاعتِ ربانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتا ہے۔ لہٰذا جس طرح انھوں نے عمل خالص کیا، اسی طرح وہ جنت کی شراب بھی (بغیر کسی آمیزش کے) خالص پئیں گے۔

ان کے برعکس نیکیوں کے معاملے میں میانہ رو یعنی دائیں ہاتھ والوں کے نامۂ اعمال میں ایسے کام بھی شامل تھے جو ان کی اپنی ذات کے لئے تھے، اس پر انھیں نہ سزا ہوگی، نہ ہی جزا۔ لہٰذا انھیں خالص مشروب نہیں پلائی جائے گی بلکہ اس میں مقربین کی مشروب سے اسی قدر آمیزش ہوگی جس قدر ان کے اعمال میں مقربین کے اعمال کی آمیزش تھی۔

پیغمبرِ بادشاہ اور رسولِ عبد کی مثال

اس کی ایک مثال انبیاء کی تقسیم بھی ہے جس میں کچھ رسول وہ ہیں جو محض اللہ کے بندے ہیں، بادشاہ نہیں (**عبد رسول**)...... جبکہ کچھ دیگر وہ ہیں جو بادشاہ بھی ہیں اور نبی بھی (**نبي ملک**)۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دونوں میں سے ایک کو اپنے لئے پسند کریں تو آپ نے اللہ کا بندہ و رسول بننا پسند فرمایا۔ (مسند احمد)

وہ انبیاء جنھیں رسالت کے ساتھ بادشاہت بھی عطا کی گئی ان میں حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے متعلّق فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنتَ الْوَهَّابُ. فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ. وَالشَّيَاطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ. وَآخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ. هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (ص: ۳۵-۳۹)

''(حضرت سلیمانؑ نے) دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیرِ فرمان کر دیا، وہ ان کے حکم کے مطابق بہت نرمی کے ساتھ چلتی تھی، جہاں بھی انھیں پہنچنا ہوتا۔ اور جنات کو بھی (ان کے ماتحت کر دیا)، وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (ہم نے کہا کہ) یہ ہماری بخشش ہے، (چاہو) تو احسان کر دیا (چاہو تو) روک رکھو، (تم پر) کوئی حساب نہیں''۔

یعنی جسے عطا کرنا ہے کریں اور جسے محروم رکھنا ہے رکھیں، آپ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔

سو وہ نبی جسے بادشاہت عطا کی گئی ہو، وہ اللہ کے فرض کردہ کو ادا کرتے ہیں اور محرمات کو ترک کر دیتے ہیں اور اس کے بعد (مباحات کے دائرے میں) اختیارات و اموال میں اپنی پسند اور مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں اور اس پر انھیں کوئی گناہ نہیں ملتا۔

جبکہ وہ رسول جو محض اللہ کے بندے ہوتے ہیں (نہ کہ بادشاہ بھی)، وہ اللہ کے حکم کے سوا کسی کو عطا نہیں کرتے، نہ کسی کو اپنی مرضی سے دیتے ہیں اور نہ کسی کو اپنی مرضی سے محروم کرتے ہیں، بلکہ جسے اللہ عطا کرنے کا حکم دیتے ہیں اسے عطا کرتے ہیں اور جسے اللہ دوست بنانے کا حکم دیتے ہیں اسی کو دوست بناتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أني واللّٰه لا أعطي أحدا ولا أمنع أحدا إنما أنا قاسم أضع حيث أمرت''.

''اللہ کی قسم! میں اپنی مرضی سے کسی کو دیتا ہوں، نہ کسی سے روکتا ہوں۔ میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، چیز کو وہیں رکھتا ہوں جہاں اسے رکھنے کا حکم دیا گیا ہو''۔

(صحيح البخاري؛ كتاب فرض الخمس، باب قول اللّٰه تعالىٰ فأن للّٰه خمسه ولرسوله)

سبقت لے جانے والوں کی دائیں ہاتھ والوں پر فضیلت

پس مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ کا وہ رسول جو محض اللہ کا بندہ ہو، اس نبی سے افضل ہے جو بادشاہ بھی ہو۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم...... حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ کے مقرب بندے (**السابقون المقربون**) دائیں ہاتھ والوں (**أصحاب اليمين**) سے افضل ہیں۔

لہٰذا جس نے واجبات پابندی سے ادا کئے لیکن مباح امور میں اپنی پسند کے مطابق معاملہ کیا تو وہ دائیں ہاتھ والوں میں شمار ہوگا۔ اس کے مقابل جس شخص نے صرف وہی اعمال کئے جو اللہ کو پسند ہیں اور جن سے وہ راضی ہوتا ہے، اور مباح امور میں بھی اس کی نیت یہی رہی کہ وہ اللہ کے حکم ہی کی پیروی کرے تو بلاشبہ وہ سبقت لے جانے والوں میں سے ہے۔

أللّٰهم اجعلنا منهم، آمين يا رب العالمين!

قابلِ افسوس امر!

۲۳ ستمبر **۲۰۱۰**ء کو امتِ مسلمہ کی ایک مظلوم بیٹی **ڈاکٹر عافیہ صدیقی** کو امریکی عدالت نے سات مقدمات میں مجرم قرار دے کر ۸٦ سال قید کی سزا سنا دی ہے۔ اس المناک دن کے موقع پر ہم یہاں امریکی عدالتی نظام کی بے انصافی اور ظلم کا رونا نہیں روئیں گے کیونکہ امریکہ (اور اس سمیت دیگر تمام کفار) کے حوالے سے کسی قسم کی خوش فہمی میں رہنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں۔ کافر ہونے کے ناطے انھیں ایسا ہی کرنا تھا۔ یہاں تو ہم ایک ارب سے زائد مسلمانوں کو مخاطب کرنا چاہتے ہیں کہ اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود کیونکر کفار نے اتنی جرأت کے ساتھ ہماری بہن کو سات سال قید میں رکھا اور اب آئندہ کے لیے اسے مزید کال کوٹھریوں میں دھکیل دیا۔ ہماری بہن عافیہ نے تو ہمت واستقامت کی داستان رقم کی مگر ساتھ ہی ساتھ دیگر تمام مسلمانوں کی غیرت وحمیت کے سامنے سوالیہ نشان ضرور لگا دیا۔ کیا مسلمانوں کی یہ غفلت کل روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول ہوگی؟ آخر ہماری نگاہوں سے دین کے یہ احکامات کیوں اوجھل ہو گئے، کہ

''امراۃ أسرت بالمشرق وجب علی أهل المغرب استنقاذها''. (البزّازیة)

''اگر کوئی مسلمان عورت مشرق میں قید ہو جائے تو مغرب کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے چھڑوائیں''۔

اگر احتجاجی مظاہروں کے ذریعے ہماری بہن کی رہائی ممکن ہوتی تو ان سات سالوں میں ہو چکی ہوتی، مگر ان کے ذریعے ہمیں اپنے ضمیر کو تھپکیاں دینے اور اپنے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس اب مزید وقت ضائع کرنے کی بجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ امریکہ ومغرب کے خلاف جہاد کا راستہ اپنائیں اور اہلِ جہاد کے پشتیبان بن جائیں، دنیا کے ہر ہر خطے میں حربی کفار خصوصاً امریکیوں کی تاک میں بیٹھیں، انھیں گھیریں، انھیں پکڑیں اور انھیں قتل کریں۔ اگر آپ نے ایک امریکی عہدیدار کو بھی پکڑ لیا تو دیکھیئے گا کہ کیسے امریکی ہماری بہن عافیہ کو چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

بتاؤتم کس کا ساتھ دو گے!؟

ساٹھ سال سے زائد عرصہ اس خطے میں شیطان کی دعوت غالب رہی۔ شیطانی دعوت کو ریاستی قوت کے بل پر نافذ کیا گیا۔ دین مغلوب ہوا اور احکامِ شرع پامال۔ جتنا زیادہ یہ دعوت پھیلی اتنے ہی اس کے زہریلے اثرات بھی عام ہوتے گئے اور زمین کی برکتیں اٹھتی چلی گئیں۔ آخرت بھی ہاتھ سے گئی اور دنیا بھی تاریک ہوگئی۔ بھوک و افلاس، خوف و بے امنی، غلامی و پستی اس قوم کا مقدر بنی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ مجاہد بندوں کو توفیق دی کہ وہ اس شیطانی دعوت کے بالمقابل الٰہی دعوت کا علم بلند کریں، اسلام کا جھنڈا تھامیں اور شریعت کے نفاذ کا عزم لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس دعوت کی بنیادوں میں لال مسجد کے مجاہد علماء وطلباء اور جامعہ حفصہؓ کی مجاہدہ بہنوں کا پاکیزہ خون گرا۔ پھر وزیرستان تا سوات اسی لہو کی خوشبو سے مہک اٹھے اور مزید سینکڑوں نوجوانوں نے نفاذِ دین کی خاطر جانیں پیش کیں...... اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

تین سال سے جاری اس کشمکش نے اس خطے کے باسیوں کو ایک نازک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ لاتعلقی، غیر جانبداری، تماش بینی، سکوت وخاموشی، تردد وتذبذب اور مزید انتظار کے لئے اب کوئی گنجائش باقی نہیں بچی۔ وہ جنگ جو کل وزیرستان تک محدود تھی...... پہلے قبائلی پٹی سے سوات تک پھیلی ...... اور اب لاہور، کراچی، کوئٹہ اور اسلام آباد...... بلکہ بمبئی اور پونا تک اس جنگ کی لپیٹ میں ہیں۔ پاکستان ہی نہیں، پورے جنوبی ایشیا کا مستقبل اس جنگ کے ساتھ نتھی ہے۔ اب ہر فرد کو انفرادی طور پر اور اس قوم کو اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس نے کس کا ساتھ دینا ہے؟ کونسی دعوت پر لبیک کہنا ہے؟ دونوں میں سے کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟